www.iqbalkalmati.blogspot.com

فلسفۂ توحید کی عجمی تشکیل

وحدۃ الوجود کا وہ نظریہ جس نے پورے عالمِ اسلام کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کتاب میں حقائق کے ساتھ اس کے اس قصرِ آخر کو اچھی طرح ریزہ ریزہ کر دیا گیا ہے۔

ابو المحمود اسعدی

ادارۂ اسلامیہ
مخدوم رشید۔ ملتان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فلسفۂ توحید کی عجمی تشکیل

وحدۃ الوجود کا وہ نظریہ جس نے پورے عالمِ اسلام کو پائمال کرکے رکھ دیا ہے۔ اس کتاب میں حقائق کے ساتھ اُس کے اِس قصرِ آحمر کو اچھی طرح ریزہ ریزہ کر دیا گیا ہے۔

ابوالخیر آزاد

ادارۂ اسلامیہ
مخدوم رشید۔ ملتان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ادارۂ اسلامیہ

مخدوم رشید۔ ملتان

0301-7444110

Azhar.asdi@gmail.com Idarahislamia.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ تشکّر

اس کتاب کی تکمیل پر ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے انتہائی شکر گزار ہیں۔ ہماری طرف سے یہ ایک بڑی احسان فراموشی ہوگی اگر ہم اپنے محسن بھائی ماسٹر کلیم اللہ صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا نہ کریں۔ سب احباب جانتے ہیں کہ ہم طبعاً کافی کمزور ہیں اس کتاب کی تسوید ادر ترتیب میں ایک مخلص معاون کی ضرورت تھی سو اللہ تعالیٰ نے ماسٹر صاحب کے ذریعے اس کمی کی تلافی فرمادی ہم اُن کا بے حد شکریہ ادا کرتے ہین۔

دوسرا آپ جانتے ہیں کہ علمی کتاب کی تدوین اور مراجع علمیہ کے لئے کتابوں کی شدید ضرورت ہوتی ہے ادر کتاب کی تسوید کے بعد چھاپنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان دونوں اہم ضروریات کے لئے بعض مخلص ساتھیوں نے حسب حال امداد کر دی ہے۔ اس لئے ہم ان کے اس احسان کے کافی مشکور ہیں۔ آخر میں ہماری تمنا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس عمل سے ہم سب کی مغفرت ادر بخشش فرمادے۔

آمین

ابو الخیر اسدی

کتاب	فلسفہ توحید کی عجمی تشکیل
مؤلف	علامہ ابوالخیر اسدی
قلمی معاونت	کلیم اللہ
کمپوزنگ	تنویر برادرز کمپیوٹر نیٹ ورک چوک کمہاراں والا ملتان
اشاعت	ذیقعد ۱۴۲۱ھ (بمطابق فروری ۲۰۰۱ء)
قیمت	۱۲۵ روپے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فہرست

۱۔	حرفِ آغاز	۱
۲۔	وحدت الوجود کا نظریہ جس کی تردید عین فرض ہے	۱۵
۳۔	تصوف اور صوفیہ کی اصطلاح اسلام کے خلاف ہے	۱۸
۴۔	وحدۃ الوجود کے بنیادی اصول	۲۰
۵۔	ا۔ اعیانِ ثابتہ	۲۱
۶۔	اعیانِ ثابتہ پر علمی تنقیح	۲۳
۷۔	اعیانِ ثابتہ پر اصولی تنقید	۲۴
۸۔	کائنات کی تشکیل کس طرح ہوئی؟	۲۸
۹۔	اللہ تعالیٰ فاعل بالاختیار ہے۔ فاعل الایجاب نہیں	۲۹
۱۰۔	ابن عربی کا اعتراف اور شکست	۳۲
۱۱۔	صفت علم ابداع و ایجاد کا باعث نہیں بن سکتی	۳۳
۱۲۔	اعیانِ ثابتہ کی علمی تردید	۳۵
۱۳۔	کیا علم الٰہی کے خلاف ہو سکتا ہے؟	۳۶
۱۴۔	اعیانِ ثابتہ اور اللہ کی مجبوری	۳۷
۱۵۔	اعیانِ ثابتہ کا تعلق اور اس کی نوعیت	۳۷
۱۶۔	علم کے قدم سے معلوماتِ الٰہیہ کا قدم لازم نہیں آتا	۳۸
۱۷۔	علم الٰہی میں موجودہ کائنات سے بہتر کائنات کا امکان	۳۹
۱۸۔	وجود کے دو مرتبے	۴۰
۱۹۔	اعیانِ ثابتہ اور معدومات کی بحث	۴۱
۲۰۔	معدوم ثابت ہے یا غیر ثابت اور کن فیکون کا معلوم	۴۲

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۲۱۔	کن فیکون کا مفہوم اور خطاب الٰہی کا جواب	۴۳
۲۲۔	خالق اور مخلوق کی وحدت	۴۶
۲۳۔	ظاہر اور مظاہر میں حقیقی تغایر ہے	۴۷
۲۴۔	مغائرت کی نفی سے اللہ کا تقرب حاصل نہیں ہوسکتا	۴۸
۲۵۔	علامہ اقبال کے ذہن پر ابن عربی کے اثرات	۴۸
۲۶۔	چار آدمیوں کا طلسم اور شنکر اچاریہ کا فلسفہ	۵۰
۲۷۔	سرمد اور ابوالکلام آزاد کی الحادی عقیدت	۵۲
۲۸۔	وحدۃ الوجود کے فلسفے کی بنیادی غلطی	۵۳
۲۹۔	ایک جلیل القدر ولی کے قول سے عینیت کا نفیس جواب	۵۵
۳۰۔	عیسائیوں کے نزدیک وجودی صوفیہ کا مقام	۵۶
۳۱۔	کشفی مشاہدے کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت	۵۷
۳۲۔	کائنات کی عینیت کی ایک باطل دلیل	۵۸
۳۳۔	اقتران الحادث بالقدیم کا جواب	۶۱
۳۴۔	واجب اور ممکن کی اتحادی عینیت کا نقص اور اس کی تردید	۶۱
۳۵۔	وجوب الوجود اتحاد اور عینیت کے منافی ہے	۶۴
۳۶۔	مادی اور محسوس چیزوں کی مثال سے وحدۃ الوجود کی تشریح	۶۹
۳۷۔	اللہ تعالیٰ کی معرفت اور وجوب اور باطل عقائد کی تردید کی اہمیت	۷۳
۳۸۔	اہل علم کی موجودہ روش پر چند آنسو	۷۵
۳۹۔	کائنات میں وجود کی قسمیں اور صوفیہ وجودیہ کا انکار	۷۷
۴۰۔	عصرِ حاضر میں کلمے کے مفہوم میں اختلاف	۸۱
۴۱۔	اللہ تعالیٰ کی امر کن سے تخلیق اور کائنات کے قدم کا رد	۹۰
۴۲۔	معلوماتِ الٰہیہ کے قدیم ہونے کا جواب	۹۳

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۴۳۔	اللہ کا علم اور اس کی قدرت قدیم ہے۔ان دونوں کے قدم سے اس کی معلومات اور مقدورات کا قدم لازم نہیں آتا	۹۵
۴۴۔	اللہ کا ارادہ اور اس کی مشیت کی تشریح	۹۸
۴۵۔	اللہ تعالیٰ کا حکم اپنے معلومات کے تابع ہے	۱۰۰
۴۶۔	اللہ کا ارادہ بھی قدیم صفت ہے	۱۰۱
۴۷۔	اللہ کی قدرت تخلیق کرتی ہے اور اس کا ارادہ تخصیص کرتا ہے اور علم وقوع کی خبر دیتا ہے	۱۰۶
۴۸۔	وحدت الوجود کا نظریہ اللہ اور انسان کو مجبور ثابت کرتا ہے	۱۰۸
۴۹۔	قدرت کی تخلیق اور ارادے کی تخصیص کا قرآن میں بیان	۱۱۰
۵۰۔	انسان کی عمومی تخلیق میں نوعی تخصیص کس طرح ہوتی ہے	۱۱۲
۵۱۔	ارادہ الٰہی مکونات میں کس طرح تخصیص کرتا ہے اور فلاسفہ کی تردید	۱۱۴
۵۲۔	نظم کائنات میں حسن ترتیب اور تزئین کی حقیقت	۱۱۶
۵۳۔	اعیانِ ثابتہ ایک لاشے حقیقت ہے	۱۱۷
۵۴۔	صور علمیہ پر ایک تحقیقی اعتراض	۱۱۸
۵۵۔	دہریت، فلاسفہ اور نیچریت کا رد	۱۱۹
۵۶۔	علم باری تعالیٰ میں فلاسفہ اور حکماء اسلام کی تحقیق	۱۲۱
۵۷۔	باری تعالیٰ کا علم فعلی اور حکماء کا اعتراف عجز اور اعیانِ ثابتہ	۱۲۲
۵۸۔	صورِ علمیہ تسلیم کرنے پر تنقید	۱۲۳
۵۹۔	مذہب معتزلہ اور بعض صوفیہ	۱۲۴
۶۰۔	اعیانِ ثابتہ کا قصرِ آحمر جسے ہمیشہ کیلئے زمین بوس کر دیا گیا	۱۲۶
۶۱۔	اعیانِ ثابتہ کا اختتام اور ابن عربی کا اعتراف	۱۲۷

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۶۲۔	۲۔ وجودِ مطلق کی بحث	۱۲۹
۶۳۔	وجودِ مطلق اور اس کے تعینات	۱۳۷
۶۴۔	وجودِ مطلق اور اس کے تعینات کی علمی تغلیط	۱۴۱
۶۵۔	قرآن اور فصوص الحکم کا تضاد	۱۴۶
۶۶۔	وجود کا مفہوم	۱۵۳
۶۷۔	وحدۃ الوجود اور وجود کی تشریح	۱۵۵
۶۸۔	وحدۃ الوجود پر چند علمی شبہات از تھانوی صاحب	۱۶۹
۶۹۔	تھانوی صاحب کے جواب میں چند شبہات	۱۷۰
۷۰۔	شہودیہ اور وجودیہ کا فرق	۱۷۴
۷۱۔	ابن عربی کے نظریات میں قرآن کی تحریف	۱۷۶
۷۲۔	اللہ کی شان اور آخری فیصلہ	۱۷۹
۷۳۔	ابن عربی کے تمام نظریات کی بنیاد اس کے ذاتی کشف پر رکھی گئی ہے۔	۱۸۰
۷۴۔	حرفِ آخر	۱۸۱
۷۵۔	فہرست المراجع	۱۸۲

☆☆☆☆☆☆☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

7

ابن عربی کا قصر آحمر

وحدۃ الوجود کے جس قصر آحمر کی تعمیر کی گئی ہے اس کی مرکزی بنیاد اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے معلوم پر رکھی گئی ہے۔ اگر علم کی صفت سے اس کے معلوم کو علیحدہ کر دیا جائے تو پھر اس پر جہل لازم آتا ہے۔ اس لئے اس کا انفکاک مشکل ہے۔

سید المتکلمین امام تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں۔

اللہ کی ایک صفت قدرت ہے جو عدم سے چیزوں کو پیدا کرتی ہے اور اس کی دوسری صفت علم ہے۔ جو تخلیق کے وقوع کے بعد اس کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ لیکن اس کے احد المقدورین کی جو ظہور کے بعد تعیین کرتی ہے۔ وہ اللہ کی صفت مشیت اور ارادہ ہے۔ مشیت کی اس تعیین کے بعد وہ چیز اپنے مقررہ وقت اور مقررہ شکل میں دنیا میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ کل یوم ھو فی شان کا یہی مطلب ہے۔ کہ وہ ہر آن ہر چیز کی اپنے ارادہ کے مطابق تعمیر کی صورت میں آباد۔ اور۔ تخریب کی صورت میں اسے نیست و نابود کرتا رہتا ہے۔ اور یفعل ما یشاء کا بھی یہی مفہوم ہے۔ کہ کائنات کے نظم اور اس کی تنسیق میں مشیت ایزدی ہر آن مصروف رہتی ہے۔

اگر آپ اس تصریح کو سمجھ لیں تو اس میں ابن عربی کا وہ قصرِ آحمر جس میں انہوں نے ہزاروں مشائخ اور علماء کو مسلوب الذہن کر کے مقید کر رکھا تھا۔ خود بخود ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور پوری امت مسلمہ بھی اس کے خونی پنجہ سے نجات حاصل کر لیتی ہے۔

قلندرا راہ بنما کہ منم
دور و دراز بینم راہِ پارسائی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابن عربی کے تمام نظریات کی بنیاد اس کے ذاتی کشف پر رکھی گئی ہے

ابن عربی اپنی مشہور کتاب فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔

مستندنا الکشف فی ماندعیه من هذا وغیره من العلوم وقد تکون تلک العلوم مما یدرک بالنظر الفکری فمن اصاب فی نظره وافق اهل الکشف ومن اخطأ فی نظره خالف اهل الکشف

ہم اپنے ایسے اور دوسرے علوم میں جو دعویٰ کرتے ہیں ان سب کا اعتماد ہمارے ذاتی کشف پر ہے اور کبھی یہ علوم فکری نظریے سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ پس جس کی علمی فکر صحیح ہوگی وہ اربابِ کشف کے ساتھ بھی موافقت کرے گا اور جس کی فکری نظر غلط ہوگی۔ وہ ارباب کشف کے ساتھ بھی مخالفت کرے گا۔

(فتوحات مکیہ ص ۲۲۴ ج ۱)

دیکھئے ابن عربی ثابت کر رہے ہیں علوم ظاہریہ کی وہ دلیل صحیح ہے جو ہمارے کشف کے موافق ہو حالانکہ کشف ایک ذوقی علم ہے جو اکابر اولیاء کے نزدیک حیض الرجال کے درجے کے برابر بھی نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابن عربی کی یہ کشفی تحریریں اسلام میں حجت نہیں ہوسکتیں۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صوفیہ کی توحید کا بنیادی ماخذ کشف ہے

علامہ جامی لکھتے ہیں۔

ان التوحید الصوفیة لیس لهم علیه دلیل سوی الکشف

صوفیہ کی توحید پر کشف کے سوائے کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔

(کلمۃ الحق ص ۲۰۱)

قال بعض الصوفیة ان التوحید قد بلغ الینا صدرا من صدر من المشائخ مسلسلا الی النبی صلی الله علیه وسلم دون الکتاب والسنة

بعض صوفیہ فرماتے ہیں توحید کا علم ہمیں سینہ بہ سینہ اپنے مشائخ سے مسلسل حضور علیہ السلام تک سوائے کتاب وسنۃ کے ملا ہے۔ (کلمۃ الحق ص ۲۰۱)

یعنی کتاب وسنۃ کے علاوہ توحید جو ہمارا عقیدہ ہے یہ ہمیں سلسلہ بہ سلسلہ اپنے بزرگوں کے ذریعے کشف کی صورت میں ملا ہے۔ اس میں دیکھئے نبیوں کی توحید کی کس طرح توہین کی گئی ہے اور نص قرآینہ پر کشف کو کس طرح ترجیح دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے صوفیہ جادۂ قرآن سے کس قدر ہٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

صوفیہ کے شطحات سکر پر محمول ہیں جو شرعاً حجۃ نہیں ہیں

علامہ محمود جون پوری توحید الخواص کے رد میں فرماتے ہیں۔

ان کلام الکبراء سبحانی ما آعظم شانی وامثاله محمول علی السکرو غلبة الحال لا علی الحیقیة

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صوفیہ کے شطحات جیسے سبحانی ما اعظم شانی اور اس جیسے دوسرے اقوال ان کی حالت سکریہ پر محمول ہیں ان کی شرعاً حقیقۃ نہیں ہے۔ (کلمۃ الحق ص ۲۲۰)

شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں۔

ان کلام الصوفیة لا محامل وتاویل والا کفر ظاهر

صوفیہ کے کلام میں کئی محامل اور تاویلوں کی گنجائش ہے اگر ان کی تاویل نہ ہو سکے تو پھر ان کا سکریہ کلام صریحاً کفر ہے۔

(کلمۃ الحق ص ۲۲۱)

محدث ملا علی قاری عین العلم میں فرماتے ہیں

محی الدین ابن عربی فاماذهب الی العینیة

ابن عربی کی کتابوں میں صریحاً عینیت کی تعبیر بیان کی گئی ہے۔

(کلمۃ الحق ص ۲۲۱)

یعنی ان کا مسلک ہے کہ اللہ اور کائنات کے درمیان حقیقی عینیت پائی جاتی ہے۔ اس لئے کائنات کی ہر چیز پر خدا کی ذات کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

سید باقر جو داماد کے ساتھ مشہور ہیں وہ اپنی کتاب میں صاف لکھتے ہیں۔

ان العینیت خلاف البداهیته

عینیت کا عقیدہ بدیہات کے سراسر خلاف ہے یعنی عقل و نقل کی کوئی دلیل بھی اسے قبول نہیں کرتی۔

(کلمۃ الحق ص ۲۲۰)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عقیدۂ وحدۃ الوجود ہندوستان میں

سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔

آٹھویں صدی میں جب یہ عقیدہ ہندوستان آیا تو اس وجہ سے کہ ہندوستان خود اس مسلک وذوق کا قدیم ترین اور پرجوش ترین قائل وداعی رہ چکا تھا اور بعض مؤرخین تصوف کے قول کے مطابق متصوفین اسلام نے جو ایران، عراق اور مغرب میں پیدا ہوئے۔ توحیدِ وجودی کا سبق ہندوستان ہی سے لیا تھا۔ اسلام کی آمد کے بعد بھی بلا کسی انقطاع کے یہ ملک اس مسلک وعقیدہ کا علمبردار "ہمہ اوست" کا قائل ہے اور آرین نسلوں کے مزاج اور یہاں کے مذاہب اور فلسفوں کی (جو سامی اقوام اور انبیاء کے مرزبوم میں پیدا ہونے والے مذاہب کے برخلاف تعینات وقیود سے گریزاں اور وحدت وجود اور وحدت ادیان کے ہزاروں برس سے قائل ہیں) اطلاق پسندی کی وجہ سے اس مشرب نے اور گہرا اور شوخ رنگ اختیار کرلیا اور یہاں آکر اس فلسفہ کے مزاج نے مقامی مزاج سے ہم آہنگ وہم آغوش ہوکر ایک نیا جوش اور ایک نیا مکتب خیال پیدا کرلیا، یہاں کے مشائخ میں ایک بڑی تعداد اس مشرب کی حامی و حامل اور مبلغ وداعی نظر آتی ہے ان میں خاص طور پر سلسلہ چشتیہ صابریہ کے نامی وگرامی شیخ شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ (م ۹۴۴ھ) شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی (م ۹۴۹ھ) شیخ عبدالعزیز دہلوی معروف بہ شکر بار (م ۹۷۵ھ) شیخ محمد ابن فضل اللہ برہان پوری (م ۱۰۲۹ھ) اور شیخ محب اللہ الہ آبادی (م ۱۰۵۸) میں سے ہر ایک اپنے عہد وعصر کا ابن عربی اور اپنے شہر ومصر کا ابن فارض تھا ان میں سے اکثر حضرات حضرت مجدد سے کچھ پیشتر یا ان کے زمانہ سے قریب یا متصلاً مسند آرائے تحقیق وارشاد ہوئے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۷۱ ج ۴)

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آر۔اے۔نکلسن (R.A. Nicholson) (علامہ اقبال کے استاد) مشہور مستشرق کا ابن عربی پر تبصرہ

مشہور مستشرق R.A. Nicholson آر۔اے نکلسن جو اسلامی تصوف پر ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ابن عربی کے متعلق رقمطراز ہیں۔

''ابن عربی کی تحریر بے حد دشوار ژولیدہ اور نا قابلِ فہم ہے۔انہوں نے جو کچھ الٰہیات پر لکھا ہے اسے سمجھنا آسان نہیں ہے۔سچ تو یہ ہے کہ اسے کما حقہ بیان کرنا تو کجا اس کا ایک خلاصہ بھی پیش کرنا مشکل ہے اور یہ کام اس وقت ہوسکتا ہے کہ جب کوئی مستشرق ان کی تصانیف کو بڑے غور وغوض سے پڑھے پوری تندہی اور یکسوئی مزاج کے ساتھ اس پر کام کرے۔ابن عربی کے مفسر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تصوف کے تمام مسائل کو نہ صرف سمجھتا ہو بلکہ بیان کرنیکی اتنی ہی صلاحیت رکھتا ہو جتنی کہ ابن عربی کو اپنی زبان پر تھی۔''

سید ابوالحسن ندوی کی ابن عربی کے نظریے پر خام توجیہات

سید ابوالحسن لکھتے ہیں۔

ہم یہاں علامہ عبدالعلی بحرالعلوم لکھنوی (م ۱۲۲۵ھ) کے رسالہ وحدۃ الوجود کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔مصنف علوم حکمت واصول کے بحر زخار ہونے کے ساتھ شیخ اکبر کے نظریہ وحدۃ الوجود کے شارح وترجمان ہیں اور ان کی تصنیفات بالخصوص ''فتوحات مکیہ'' اور ''فصوص الحکم'' کے غواص و شناور، ان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اقتباسات سے کسی قدر شیخ اکبر کے منشاء ومراد کے سمجھنے میں مدد ملے گی اگر چہ ان میں بھی ایسے متعدد اصطلاحات اور تعبیرات آئی ہیں جن سے اہل فن اور وہی حضرات واقف ہیں جو اس سلسلے کے عارفین کی زبان وطرزِ بیان سے مانوس ہیں اس سے مختصر وواضح ترجمانی ہم کو نہیں مل سکی۔اس لئے اس سے مدد لی گئی۔

''اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ عالم شیونات وتعینات ہے۔تمام شیونات و تعینات اس کے مظاہر ہیں۔اور وہ ان میں ظاہر اور ساری ہے اس کی سرایت وہ نہیں جس کے حلولی قائل ہیں یا جس کا بیان اتحادی کرتے ہیں بلکہ یہ سریان مثل اس سریان کے ہے جو کہ گنتی کے اعداد میں ایک کی ہے گنتی کے تمام اعداد بجز اکائیوں کے اور کچھ نہیں عالم میں ایک ہی عین یعنی ایک ہی ذات کا ظہور ہے۔کثرت میں وہی ظاہر ہے۔اپنی ذات سے کثرت کا وجود نہیں ہے۔اللہ کی پاک ذات کے وجود سے اس کا ظہور ہوا ہے۔اللہ ہی کی ذات اس کثرت میں ظاہر ہے اللہ ہی اول ہے اللہ آخر ہے اللہ ہی ظاہر ہے اللہ ہی باطن ہے۔اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔''

''اللہ تعالیٰ کے نام بغیر کسی مظہر کے ظاہر نہیں ہوتے۔وہ مبارک نام چاہے تنزیہی ہوں چاہے تشبیہی،اب جب کہ اسماء مظاہر پر موقوف ہوئے اور بغیر مظاہر کے ان کا کمال متصور ہی نہیں ہوسکتا۔تو اللہ تعالیٰ نے اعیان عالم کو موجود کیا۔تا کہ وہ اعیان اس کے مظاہر ہوں اور اس کے اسماء کا کمال پوری طرح ظاہر ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے ذاتی کمال میں قطعاً غنی ہے لیکن اسمائی کمال کے مرتبہ میں عالم کے وجودِ خارجی سے غنی نہیں ہے۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

پرتو معشوق گر افتاد بر عاشق چہ شد　　مابد محتاج بودیم او بہ ما مشتاق بود

''یعنی اگر معشوق کا سایہ اور پرتو عاشق پر پڑ گیا تو کیا بات ہوئی ہم اس کے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

محتاج تھےاور وہ ہمارا مشتاق تھا۔ یہ بیان اس حدیث قدسی سے ثابت ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحبب ان اعرف فخلقت الخلق میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچان لیا جاؤں لہٰذا خلق کو میں نے پیدا کیا تا کہ میرا ظہور ہو اور مخلوقات مظہر ہو میرا اور میرے اسماء کا۔

''جو دو وجود کا قائل ہوا کہ ایک اللہ کا وجود ہے اور ایک ممکن کا تو وہ شرک کر رہا ہے اور اس کا یہ شرک شرک خفی ہے اور جو شخص صرف ایک وجود کا قائل ہوا اور اس نے کہا کہ وجود صرف اللہ ہی کا ہے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ اس کے مظاہر ہیں اور مظاہر کی کثرت اس کی وحدت کے منافی نہیں تو یہ شخص موحدّ ہے۔''

''تم حق کے عین نہیں ہو کیونکہ حق تعالیٰ وجود مطلق ہے اور تم مقید اور متعین ہو اور متعین کسی طرح بھی عین مطلق نہیں ہوسکتا۔ ہاں تم اپنی حقیقت سے عین حق ہو۔ کہ حق تعالیٰ تم میں متعین ہوا ہے۔ تم اللہ کو عین موجودات میں تعین کی قید سے آزاد اور تعین کی قید سے مقید پا رہے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو متعین میں ظاہر دیکھ رہے ہو۔ ''لا موجود ولا الہ الا اللہ'' اللہ کے سوا نہ کوئی موجود ہے اور نہ کوئی معبود ہے''

(رسالہ ''وحدۃ الوجود'' تالیف بحر العلوم علامہ عبدالعلی انصاری لکھنوی مترجمہ مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددی شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی ص ۲۹ تا ۵۶)

اس مسئلہ کا اثر شیخ اکبر کے زمانہ کے بعد اتنا ہمہ گیر بلکہ عالمگیر تھا کہ کہا جا سکتا ہے کہ صوفیاء فلاسفہ اور شعراء میں نوے فیصد اس مسئلہ کے قائل یا اس سے مرعوب ہو کر اس کے ہمنوا بن گئے ہیں۔ شیخ سے اختلاف کرنے والے زیادہ تر محدثین، فقہاء اور وہ علماء ہیں جن کو علمائے ظاہر کہا جاتا ہے۔ ان میں حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ سخاوی، ابوحیان مفسر، شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسلام، حافظ ابوزرعہ، شیخ الاسلام سراج

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الدین البلقینی ،ملاعلی قاری،علامہ سعدالدین تفتازانی ،جیسے نامور علماءاورائمہ فن تھے۔

یہ حضرات اگر چہ اپنے علم وفضل، کتاب وسنت پر وسیع اور گہری نظر اور علوم دینیہ میں تبحر کے لحاظ سے بہت فائق تھے۔لیکن ایک دو کو مستثنیٰ کر کے اہل تصوف و حقائق کو ان میں سے کسی کا حقائق وعلوم باطنی کا رمز آشنا ہونا تسلیم نہیں،اس لئے ان کی مخالفت کو"الناس اعداء ماجهلوا "(لوگ جس کو جانتے نہیں،اس کے دشمن ہوجاتے ہیں) کے عام اصول پر محمول کیا گیا۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ص ۲۷۵ ج ۴)

کائنات اور اللہ کے درمیان عینیت کا ثبوت

محبّ اللہ الہ آبادی جو ابن عربی کے نظریات کے مشہور شارح ہیں وہ عینیت کا اس طرح ثبوت دیتے ہیں۔

فی اثبات العینیة بین الله و جمیع الاشیاء من ان المراد بلا هو الموجود بعلاقة ان الا له لا بد ان یکون موجود الذکر الملزوم ای الا له دار ید الازم وهو الموجود فیکون معنی قولنا لا اله الا الله– لا موجود الا الله.

(کلمۃ الحق ص ۲۱۹)

"تمام اشیاء اور اللہ کے درمیان عینیت ثابت کرنے کے لئے کلمہ طیبہ میں الہ سے مراد موجود ہے اس قرینہ سے معبود کے لئے وجود ضروری ہے پس اگر ملزوم الہ ذکر کیا جائے اور اس سے لازم مراد لیا جائے تو کلمہ طیبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے سوائے کوئی دوسرا موجود نہیں ہے یعنی ہر موجود عین خدا ہے۔اس کا کوئی غیر نہیں ہے۔" (کلمۃ الحق ص ۲۱۹)

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نوٹ: محب اللہ الہ آبادی کا نام تمام اکابر علماء دیوبند کے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں درج ہے۔ آپ فصوص الحکم کے شارح بھی ہیں۔ آپ کے بعض کلمہ کفریہ پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے فتاوی عزیزیہ میں بھی گرفت کی ہے۔ لیکن اکابر علماء دیوبند جب یہ سلسلہ چشتیہ پڑھتے ہیں۔ تو آپ کے نام کے ساتھ بحرمتہ شیخ محب اللہ الہ آبادی کا توسل ملا کر پڑھتے ہیں۔

الہ آبادی کی اصل عبارت ذرا دقیق ہے۔ اہل علم ذرا اپنے اذہان پر زور دے کر پڑھیں تا کہ الجھن حائل نہ ہو۔

شیخ سمنانی سے ابن عربی کی تردید

حضرت شیخ سمنانی جو اکابر اولیاء میں سے شمار ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر جامی نے نفحات الانس میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں جب شیخ سمنانی نے فتوحات مکیہ کا مطالعہ کیا جہاں اس میں یہ لکھا تھا۔

فسبحان من اظهر الاشياء وهو عينها

''پاک ہے وہ ذات جس نے کائنات کو اپنے وجود سے ظاہر کیا اور وہ کائنات اس کی عین تھی۔''

اس کے بعد انہوں نے اس عبارت کے نیچے لکھا اے شیخ اگر تو کسی دوسرے شخص سے یہ بات سنے کہ ابن عربی کا فضلہ تیرے وجود کا عین ہے تو کیا تو برا نہ منائے گا۔ بلکہ تو اس پر کافی ناراض ہوگا۔ پس یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ کائنات کی ہر گندگی اللہ کی مقدس ذات کی عین ہوسکتی ہے۔ ایسا قول تو دہری، نیچری اور ملحد فلاسفہ بھی نہیں کہتے۔

(نفحات الانس از جامی)

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شیخ شطاری اور شیخ محمد غوث گوالیاری پر مجدد صاحب کی گرفت

شیخ شطاری اور محمد غوث گوالیاری کی کتابوں میں ابن عربی کے اثر سے بعض کفریہ عبارتیں درج تھیں جناب مجدد صاحب نے اپنے مکتوبات میں ان پر سخت الفاظ کے ساتھ گرفت کی ہے قارئین کرام مکتوبات الف ثانی کا وہ مقام مطالعہ کر سکتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی کا مسلک

حضرت جنید بغدادی جو تیسری صدی میں تمام اکابر اولیاء کے راہنما تھے وہ فرماتے ہیں۔

علمنا هذا مقيد بالكتاب والسنة

ہمارا مسلک اور عقیدہ کتاب وسنۃ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔

(کلمۃ الحق ص ۲۱۵)

کلمے کی بنیادی تعبیر

مختصر کے شارح فرماتے ہیں۔

ان كلمة التوحيد مبنى على عرف الشارع

کلمے کا اصل مفہوم شارع علیہ السلام کی تعبیر پر موقوف ہے۔

(کلمۃ الحق ص ۲۰۶)

امام زمخشری فرماتے ہیں۔

لاحاجة الى الخبر بل اصل التركيب الله لا اله مدخل لا والا للحصر فالمسند اليه هو الله والمسند هو الا له

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کلمہ طیب میں خبر کی حاجت ہی نہیں ہے بلکہ اصل ترکیب یہ ہے چونکہ یہاں خدا کی معبودیت کا انحصار مقصود ہے اور ترکیب اللہ الہ اس انحصار پر دلالت نہیں کرتی اس لئے لا اور الا اس پر حصر کی غرض سے داخل کر دیا گیا ہے پس مسند الیہ حقیقۃً اللہ اور الہ اس کی خبر ہے۔

(کلمۃ الحق ص ۲۰۷)

علماءِ عرب کے نزدیک کلمے کا صحیح مفہوم:

قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا تھا۔ اس لیے عہدِ نبوی میں تمام اہل عرب کلمے کا آسانگی کے ساتھ مفہوم سمجھ لیتے تھے۔ جب اسلام عجم میں پھیل گیا تو علماءِ عرب قواعد عربیہ کے ساتھ کلمے کا مفہوم سمجھانے لگے۔ لہٰذا نحو اور بلاغت کے ذریعے اس کی تفہیم کو بہت ہی سہل کر دیا گیا۔ اس کی تلخیص یہ ہے۔

علماءِ عرب کلمے "لا الـــہ الا اللـــہ" کا اس طرح مفہوم بیان کرتے ہیں۔

اول: لَا ی نفی جنس کی خبر میں لفظ موجود کو مقدر مانتے ہیں۔

دوم: لفظ اِلٰہٌ کو مستحق عبادت ثابت کرتے ہیں۔

سوم: لفظ الاَ کو استثناء کے معنی سے ہٹا کر غیر کے معنی میں لیتے ہیں۔

پس اس صورت میں کلمہ طیبہ کے یہ معنی ہوئے۔

نہیں ہے کوئی معبود لائقِ عبادت کے موجود غیر اللہ کے

شرح جامی میں لکھا ہے عربی میں لای نفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے اور اکثر افعالِ عامہ میں سے کوئی لفظ مثل موجود یا ثابت یا کائن وہاں مقدر مانا جاتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔پس یہاں بھی لای کی خبر میں لفظ موجود مقدر مانا گیا ہے۔تو معنی یہ ہوئے کہ نہیں کوئی معبود موجود مگر اللہ۔

حالانکہ اس دنیا میں بہت سے معبود موجود ہیں۔جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں۔اس لئے علماء نے اللہ کو مستحق عبادت کے ساتھ مقید کر دیا ہے۔اب یہ معنی ہوئے کہ نہیں ہے کوئی معبود لائق عبادت کے موجود مگر اللہ۔یعنی اگر چہ معبود اور بت تو کافی موجود ہیں لیکن وہ لائق عبادت نہیں ہیں۔یہاں اِلّا جو حرف استثناء ہے جس کے معنی مگر ہیں۔اگر اِلّا کے معنی کو مگر کیلئے لیا جاتا تو یہ لازم آتا کہ معبودان مستحق العبادات کی جماعت میں سے اللہ کو مستثنیٰ کر لیا گیا ہے۔اس لئے یہاں اِلّا کو استثناء کے معنی سے ہٹا کر غیر کے معنی میں لے لیا ہے۔جس کا معنی ہے ''سوا'' تب کلمے کے یہ معنی ہوئے۔

''کہ نہیں ہے کوئی معبود لائق عبادت کے موجود اللہ کے سوا''

علماء نحو نے اِلّا کو غیر کے معنی میں قرآن کی اس آیت سے اخذ کیا ہے۔

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسد تا

وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں الٰہ جمع منکور، غیر محصور ہے اور اللہ جسے ان سے مستثنیٰ کیا جا رہا ہے وہ معرفہ ہے اس لئے یہاں اِلّا کو استثناء کے معنی سے ہٹا کر غیر کے معنی میں لیا گیا ہے اب اس آیت کا معنی یہ ہے ''اگر آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کا غیر کوئی دوسرا معبود موجود ہوتا تو یہ نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔''

(شرح کافیہ ہدایت النحو)

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

توحید کا خالص اور صحیح مفہوم

امام ابن قیم لکھتے ہیں۔

سید العارفین حضرت جنید بغدادی جو تمام اکابر اولیاء کے سرتاج تھے۔ امام ابن قیم فرماتے ہیں آپ سے پوچھا گیا حقیقی توحید کا کیا مفہوم ہے۔ آپ نے فرمایا۔

لایصح دعوی التوحید ولامقامه ولا یکون العبد موحدا الا اذا افراد القدیم من المحدث

(مدارج السالکین ص ۲۸۶ ج ۳)

''کوئی آدمی دعویٰ توحید میں کامل نہیں ہوسکتا اور نہ اس کا مقام معرفت کامل ہوسکتا ہے اور نہ وہ نظریہ توحید میں خالص موحد بن سکتا ہے۔ جب تک وہ قدیم ذات کو اس حادث کائنات سے علیحدہ نہ کرے۔''

یعنی جس طرح یہ کائنات پردہ عدم سے عالم شہود تک تخلیق کے لئے مجبور تھی اسی طرح اس کائنات کا ذرہ ذرہ اپنی بقاء کے لئے اس رب العلمین کا ہر وقت محتاج نظر آتا ہے۔

وحدۃ الشہود کی تشریح کی عدم ضرورت

ہم نے وحدۃ الشہود کی بحث کو اس کتاب میں زیادہ اس لئے نہیں چھیڑا کہ یہ نظریہ ایک وقتی ضرورت کی تکمیل تھا۔ اکبر کے دین الٰہی کے الحادی سیلاب نے اس وقت کفر و اسلام کے بنیادی فرق کو چونکہ ختم کر دیا تھا۔ اس لئے مجدد صاحب نے اس وقت وحدۃ الوجود کی ان الحادی تعبیر کی قدرے ترمیم کر کے اسے وحدۃ الشہود کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اصطلاح میں تبدیل کر دیا۔ ورنہ وہ خود وحدۃ الوجود کی اصل تعبیر سے اپنی موت تک وابستہ رہے۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی عبقات میں لکھتے ہیں۔

شیخ بدرالدین جو امامِ ربانی کے خلیفہ ہیں آپ کی سوانح ''حضرات القدس'' میں لکھتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں۔

''میرا آخری انکشاف یہ ہے کہ صورتیں جیسے آئینہ میں نظر آتی ہیں اسی طرح میں حق کے آئینہ میں وجود منبسط کو پا رہا ہوں۔

(عبقات ص ۹۰)

دیکھئے یہ وہی تعبیر ہے جس طرح اعیانِ ثابتہ کی ابن عربی نے تشریح کی ہے اس لئے میں نے اس کتاب میں جناب مجدد صاحب کے اس وقتی اور مخصوص نظریے کو زیادہ، نہیں چھیڑا۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شرح فصوص الحکم از شیخ تاجی کا حرفِ اول

ولا يختلف ابن عربي عن غيره من الصوفية في استعمال كلمة الحكمة- التي يوردها في عنوان كل فص من فصوص كتابه- إلا في أنه يرى أنها الإرث الباطني الذي ورثه جميع الأنبياء والأولياء لا عن النبي محمدً بل عن الحقيقة المحمدية، أو أنها العلم الذي أخذه هؤلاء جميعاً من مشكاة النبي- وهو لا يشيرإلى الأنبياء والأولياء بهذين الاسمين وإنما يسميهم﴿الكلم﴾ جمع كلمة معناها عنده الإنسان الكامل أي الانسان الذي حقق في وجوده كل معاني الكمال الإلهي، وتجلت فيه كل الصفات الإهلية فاصبح من اجل ذلک احق الموجودات بأن يكون خليفة الله في كونه- لا في ارضه فحسب- وليست هذه الكلم سوى الأنبياء ولأولياء وإن كان كل موجود من الموجوادت كلمة من كلمات الله لأنه المظهر الخارجي لكلمة التكوين- ﴿قل لو كان البحر مداداً لكلمات ربي لنفد البحر قبل أن تنفد كلمات ربي ولو جئنا بمثله مدداً ﴾

(س ١٨ آية ١٠٩)

والمراد ﴿بالكلم﴾ هنا وفي سائر فصول الكتاب بوجه أخص حقائق الأنبياء والأولياء لا أشخاصهم، وعلى رأسهم جميعاً ﴿الكلمة﴾ التي هي الحقيقة المحمدية- وللمؤلف نظرية خاصة في هذا الموضوع سنعرض لها في مواضعها من الكتاب-

ويذهب القيصري في شرحه على الفصوص (ص ٢) إلى أن لفظ ﴿الكلمة﴾ متصل بلفظ النفس، وكما أن الكلمات التي نتلفظ بها ليست إلا تعينات في ذات النفس الذى يخرج من أجوافنا، كذلک ليست كلمات الله إلا تعينات في النفس الرحماني الذي يطلق عليه متصوفة هذه الطائفة اسم جوهر الوجود- ولكن نظرية ابن عربي في الكلمة أعمق من هذا وأبعد غوراً، وهي كماسنرى نظرية معقدة تمت بصلات وثيقة إلى

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نـظـريـات أخـرى في الفلسفة اليونانية والرواقية واليهودية– (راجع أيضاً مـقـالتـي عـن نظريات الاسلاميين في الكلمة بمجلة كلية الآداب بجامعة فؤاد سنة ١٩٣٤ء)

ومـن خـصـائـص ﴿الـحـكـمة﴾ التـي أشـرنا إليها أنها تنزل على القلوب لا على العقول، هذا قال ﴿منزل الحكم على قلوب الكلم﴾، وفي هذا تمييز صريح لها عن الفلسفة ... ..هي نتاج عقلي صرف– فالقلب عند الـصـوفية هـو مـحـل الـكشف الإلهام وأداة مرفة والمرآة التي تتجلى على صفحتها معاني الغيب–

ثـم أراد الـمؤلف أن يذكر حكمة من هذه الحكم التي تنزل على قـلـوب الـكـلـم شـار إلـى العلم بأحدية الطريق الأمم– والطريق الأمم في مـذهبـه هـو الـطـريـق واحـد المستقيم الذي تؤدي إليه الأديان كلها مهما اختـلـفـت عـقـائـد هـا وتعددت مذاهبها، وليس هذا الطريق سوى وحدة الـوجـود و وحـدة الـمـعبـود– إذ لـيـس في وجود سوى الله وآثاره، ولا معبـودإلاهـو مـجـلـى من مـجـالي المعبود على الأطلاق، لمحبوب على الاطـلاق، الـجميل على الأطلاق وهو الله– هذا هو دين الحب الذي شار إليه ابن عربي في قوله:

أدين بدين الحب آنئى توجهت ركائبه فالدين ديني وإيماني

وفيه يقول أيضاً:

عـقد الخلائق في الاله عقائداً وأنا اعتقدت جميع ما عقدوه

﴿ممد الهمم من خزائن الجود والكرم﴾

الـمـراد بـالهـمة الارادة وهـي الاقبال بالنفس في حال جمعيتها والتـوجـه إلـى الـله التهيؤ لقبول فيضه– فأحوال الصوفية أحوال إرادية لا صلة لها بالادراك العقلي النطقي، والفيض يمدهمة الصوفي لا عقله– أما المراد بخزائن الجود والكرم فقد يكون أحد أمرين:

الآول: الـعـلـم البـاطـن اوالـغيبـي الذي قال الصوفية إنه يفيض

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عليهم من مشكاة خاتم الرسل، وبذالک يكون محمد صلى الله عليه وسلم أو الحقيقة المحمدية أو روح .....مبدأ كل كشف وإلهام ومصدر كل علم باطني، وهذه بالفعل ناحية من احي نظرية ابن عربي في الكلمة-

الثاني: أن المراد بخزائن الجود والكرم الأسماء الالهية المتجلية في الموجودات .....اختلاف أنواعها- فمحمديمد المخلوقات بها لأنه هو وحده المظهر الكامل جميعها- وبذالک استحق اسم عبدالله، والله اسم جامع لجميع الأسماء الالهية ولأن محمداً أو حقيقة محمد واسطة الخلق وحلقة الاتصال بين الذات الالهية والمظاهر الكونية- فهو بمثابة العقل الأول في الفلسفة الأفلاطونية الحديثة وبمثابة المسيح في الفلسفة المسيحية وبمثابة ﴿المطاع﴾ في فلسفة الغزالي- هذه أيضاً ناحية من نواحي نظرية المؤلف في ﴿الكلمة﴾-

(شرح فصوص الحكم فاتحة الكتاب ص ١٦، ١٧، ١٨)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

حرفِ آغاز

ملت حاضرہ میں جتنے اسلامی فرقے پائے جاتے ہیں عجمی نظریات کے اختلاط کی وجہ سے ان کے بنیادی عقائد میں کافی کمزوری پائی جاتی ہے۔ اسلام میں توحید اور نبوۃ کی تفہیم میں اس کے تقدس کو اتنا ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہ اس میں ذرہ برابر خام تاویل بھی اس کی پوری عمارت کو منہزم کر دیتی ہے۔ ہر فرقہ اپنی معظم شخصیات کا کافی احترام کرتا ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کی شخصی عظمت میں کچھ غلو بھی داخل ہو جاتا ہے۔ چونکہ عقیدت کا تعلق عوام کے اذہان سے زیادہ وابستہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی محترم شخصیات کے خلاف ایک حرف بھی برداشت نہیں کر سکتے اور یہ بھی ایک مسلّم بات ہے کہ یہ محترم شخصیات خواہ وہ کتنے ہی درجات پر فائز کیوں نہ ہوں غیر معصوم ہونے کی وجہ سے ان میں ہر قسم کی لغزش کا احتمال ہر وقت موجود رہتا ہے۔ لیکن ان کا تقدس بعض دفعہ ایسے اعزاز کا حامل ہو جاتا ہے۔ کہ بڑے بڑے صاحب علم بھی ان کی کسی اہم لغزش پر اچھی طرح گرفت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے اظہار سے بعض مصالح کی آڑ لے لیتے ہیں۔

حضرت اشرف علی تھانوی صاحب جو اپنے دور کے حکیم الامت تھے آپ نے ابن عربی کی فصوص الحکم کے بعض مقامات کی شرح لکھی ہے۔ جس کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نام "الحل الاقوم لعقد فصوص الحکم" ہے۔ابن عربی فصوص الحکم کے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ تمام رسول خاتم الاولیاء (ابن عربی) کی مشکواۃ سے علم حاصل کرتے ہیں۔ حضرت تھانوی صاحب اس مقام کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابن عربی کی اس عبارت کو نقل کرتے ہوئے بھی اور اسے پیغمبروں کی نسبت لکھنے سے بھی زیادہ ہاتھ تھراتا ہے اور دِل کانپتا ہے۔لیکن رسول کے متبع ہونے کی وجہ سے ان کو کوئی برا نہ کہے۔ہاں یہ بھی ہے کہ اس کے کلام کی حقیقت کو سمجھ کر گو قبول بھی نہ کرے۔

(الحل الاقوم لعقد فصوص الحکم ص۶۴)

قارئین حضرات انصاف کریں کہ ابن عربی کی اس تحریر میں رسولوں کی عظمت کو جس طرح زخمی کیا گیا ہے اس کے اظہار سے حضرت تھانوی صاحب کے ہاتھ بھی تھرا جاتے ہیں اور ان کا دل بھی کانپنے لگ جاتا ہے۔لیکن پھر بھی وہ ہمیں سمجھا رہے ہیں۔ گو ابن عربی کی اس بات کو کوئی قبول نہ بھی کرے لیکن اس کے باوجود اسے برا نہ کہنا چاہئے۔ دیکھئے ایک طرف انبیاء کرام کی عظمت ہے اور دوسری طرف ابن عربی کا احترام ہے۔ دیکھئے حضرت تھانوی صاحب کی علمی شخصیت ابن عربی کی اس مسموم تحریر کا کس طرح تحفظ کر رہی ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو اذہان حضرت تھانوی کی جلالت علمی سے متاثر ہوں گے وہ ابن عربی کی ہر بات کو من وعن صحیح تسلیم کرتے جائیں گے۔

بعض آئمہ اکابر کی تحقیق یہ ہے کہ اس دور میں توحید اور مقام رسالت کی صحیح تفہیم میں جو بعض سقیم نظریات پائے جاتے ہیں۔اس میں زیادہ تر ابن عربی کے نظریات کا دخل ہے۔اس کا بنیادی نظریہ وحدۃ الوجود ہے۔ابن عربی نے اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نظریے کو اتنے عویق و دقیق انداز کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ کہ بڑے بڑے متبحر اہل علم بھی اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ دیوبندیت اور بریلویت کے اکابرین کی اکثریت اسی نظریے کی چوکھٹ پر سجدہ ریز نظر آتی ہے۔ اہل حدیث جو اپنے آپ کو سلفی ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ برتر سمجھتے ہیں ان کے اکابرین کی اکثریت بھی اسی میکدے کی میخوار نظر آتی ہے۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی، ابن عربی کو خاتم ولایۃ المحمدیہ کا مقام دیتے ہیں اور سید نواب صدیق حسن جن کی شخصیت مسلک اہلِ حدیث کی پوری مرغزار ہے۔ عقائد کی مشہور کتاب التقاد الرجیح میں لکھتے ہیں۔

اعتقدنا فی الشیخ الاجل محی الدین ابن عربی و فی الشیخ المجدد الف ثانی انهما من صفوة عباد الله ولم نلتفت الی ماقیل فیهما

(التقاد الرجیح فی شرح العتقاد الصحیح ص ۱۷۹)

ترجمہ۔ ہم شیخ الاجل محی الدین ابن عربی اور حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات اللہ کے اعلیٰ مقربین میں سے تھے۔ ان دونوں حضرات کے بارے میں جو ان کے خلاف کہا گیا ہے ہم ان کی طرف قطعاً التفات نہیں کرتے۔" (انتقاد الرجیح ص ۱۷۹)

دیکھئے نواب صاحب ان حضرات کے بارے میں اپنے عقیدہ کا کس انداز کے ساتھ اظہار فرما رہے ہیں۔ حالانکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور دوسرے آئمہ اکابر نے ابن عربی کی جس طرح تغلیط اور تضلیل کی ہے۔ ان کے پورے حقائق نواب صدیق حسن کے سامنے موجود تھے۔

ہم ہوئے کہ تم ہوئے کہ میر ہوئے　　اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آپ انصاف کریں ابن عربی کی اتنی مجروح شخصیت کونواب صدیق حسن کا علمی تقدس کس انداز سے سہارا دے رہا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ اس سہارے کے ذریعے کتنے حضرات کی سلفی توحید زخمی ہوگئی ہوگی۔ افراط وتفریط کا مرض اعمال میں بھی ہوتا ہے۔ لیکن یہ مرض جب عقائد کے مرغزار میں داخل ہوتا ہے تو اس کے پورے سبزہ زار کو خاردار جھاڑیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ علامہ احمد سعید کاظمی جو اپنے دور کے غزالی زماں کہلاتے تھے۔ وحدۃ الوجود کی ان الفاظ میں ترجمانی کرتے ہیں۔

وحدۃ الوجود کا مسئلہ یہی مسئلہ تو ایمان ہے اور یہی اسلام ہے تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہمیں یہی سبق دینے آئے تھے کہ ذات کے لحاظ سے وجود ایک ہے باقی سب تعینات اور تشخصات اس کے اعتبارات ہیں بے رنگ وہی ایک ذات ہے۔ باقی اس کے رنگ ہیں۔ بے صورت ایک ہے باقی سب اس ذات کی صورتیں ہیں اور یہی ہمارا کلمہ ہے۔

(مناقب کاظمی مکتبہ اسلامیہ رضویہ ص ۱۵۱)

اس میں علامہ کاظمی نے مختصر الفاظ میں چند باتوں کی اچھی طرح تصریح کردی ہے۔

۱۔ وحدۃ الوجود کا نظریہ پورا اسلام ہے

۲۔ وحدۃ الوجود کے نظریے کی جس طرح تعبیر بیان کی گئی ہے۔ ہمارے کلمے کی تفہیم بھی وہی ہے۔

۳۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام جس توحید کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے وہ توحید یہی تھی جو ابن عربی کے نظریے میں بیان کی گئی ہے اور اسی توحید کو تمام اکابر اولیاء لوگوں میں پھیلاتے رہے تھے۔ ہم تو پہلے یہ سمجھتے تھے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ وحدۃ الوجود صرف ابن عربی کا ایک اختراعی نظریہ ہے۔ لیکن علامہ کاظمی صاحب نے ایک بڑی علمی چیز کا انکشاف کیا ہے کہ وحدۃ الوجود ایک ایسا عظیم نظریہ ہے کہ تمام انبیاء کرام اسی نظریے کی تعلیم کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ علامہ کاظمی صاحب ایک جید عالم ہیں ہم حیران تھے کہ وہ ایسی عظیم بات تنہا اپنی ذمہ داری کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس سے صرف علامہ کاظمی ہی منفرد نہیں ہیں بلکہ بعض دوسری عظیم شخصیات کا بھی یہی نظریہ ہے کہ تمام انبیاء کرام اسی نظریے کو صحیح سمجھتے تھے۔ اور کلمے کی تفہیم میں اسی نظریے کی ترجمانی کر کے اپنی امتوں کو دعوت دیتے تھے۔ علامہ محمد فضل حق خیر آبادی جو معقولات میں امامت کا درجہ رکھتے تھے اور سرزمین ہند کے اکابرین علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے نظریہ وحدۃ الوجود میں ایک علمی پایہ کی کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام الروض الموجود ہے۔ اس میں آپ لکھتے ہیں کہ

وجود باری تعالیٰ کی معرفت دعوۃ و رسالت پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ عقل صانع عالم کے مظاہر فیض وجود کی روشنی میں وجود صانع کے علم کے لئے کافی ہے لیکن معارف دینیہ اور عقائد یقینیہ ہیں۔ جن کے علم کے لئے صرف عقل کافی ہے۔ ضروری ہے کہ دلالت عقلی سے نوامیس الٰہی اور دلائل قدسیہ بھی جن کو انبیاء کرام لائے ہیں ان سے بھی مدد لی جائے۔ تاکہ عقل و نقل کے مطابق اور حکمت و شرع کے تعاون سے اطمینان قلب اور قوتِ ایمان حاصل ہو۔ قرآن مجید میں انبیاء اور رسولوں کے تذکرے میں بیان کیا گیا ہے۔ جب انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ما لکم من الہ غیرہ" اس آیت کا صریح مدلل اللہ تعالیٰ کے سوا مطلقاً ہر الٰہ کی نفی ہے چاہے وہ الہ باطل ہو یا الہ حق ہو اور یہی توحید وجودی ہے جو تشبیہ اور تنزیہ کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

درمیان جامع ہے اگر انبیاء علیہم السلام صرف تنزیہ کے قائل ہوتے اور توحید وجودی کے منکر ہوتے تو مندرجہ بالا ارشاد کی بجائے وہ امتوں کو اس طرح فرماتے مالکم من الہ حق غیرہ اور یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ انبیاء کرام نے اللہ کے سوا کسی اور الہ حق کی ہی نفی فرمائی ہے۔ خصوصا جبکہ اس آیت میں نکرہ حیّز نفی ہیں واقع ہوا ہے۔ اس لئے عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔

(الروض المجود ص۴۶)

علامہ خیر آبادی چونکہ ایک متبحر عالم تھے اس لئے ان کی اس عبارت میں بھی وہی علمی انداز پایا جاتا ہے۔ اہل علم اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ علامہ خیر آبادی اس میں چند باتیں ثابت کررہے ہیں۔

۱۔ معرفت الٰہی کے لئے صرف عقل ہی کافی ہے۔ اس کی تفہیم رسولوں کی رسالت میں موقوف نہیں ہے۔ ہاں قلبی طمانیت کے لئے ان کی حکمت وشرع کا تعاون بھی ضروری ہے۔

۲۔ ہر رسول کی دعوت میں اس طرح کہا گیا ہے۔ مالکم من الہ غیرہ جبکہ اس آیت میں نکرہ حیّز نفی میں واقع ہوا ہے۔ اور یہی توحید وجودی ہے کہ حقیقت میں ہر الہ اللہ ہے اور یہی وہ توحید ہے جس کی طرف تمام رسول دعوت دیتے رہے ہیں۔

اگر یہ حضرات اس نظریے کو صرف اکابر صوفیہ تک محدود رکھتے تو پھر بھی اتنا نقصان نہ تھا لیکن بڑے ظلم کی بات یہ ہے کہ انہوں نے اس میں تمام رسولوں کو ملوث کر کے مقام نبوت کی پوری عمارت کو ہی تباہ کر دیا ہے۔ بس یہی صدمات ہیں جو ہمیں اس نظریے کے انہزام کیلئے مجبور کررہے تھے۔ اس لئے ہم نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کوشش کر کے حقائق کے تیز نشتروں سے ابن عربی کے اس قصر آحمر کو اچھی طرح ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے　　صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

وحدۃ الوجود کے نظریے میں کلمہ طیبہ کا مفہوم

جو صوفیہ مشائخ اور اکابر علماء عقیدۂ وحدۃ الوجود کے نظریے سے منسلک ہیں وہ حضرات کلمہ طیبہ کی اپنے عقیدے کی مطابق اس طرح تشریح کرتے ہیں غزالی دوران علامہ سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں۔

وحدۃ الوجود کا مسئلہ توعین ایمان ہے تمام انبیاء کرام اور اولیاء یہی سبق دینے آئے تھے اور یہی ہمارا کلمہ ہے۔لا حرف نفی ہے۔ الـــہ منفی الا حرف مستثنیٰ مثبت اللہ استثناء مثبت جس چیز کی لانفی کر رہا ہے الا نے اس کا اثبات کیا ہے۔تو کلمہ شریف کا معنی یہ ہوا۔

(۱) لا معبود الا الله (۲) لا مطلوب الا الله. (۳) لا مقصود الا الله.

(۴) لا موجود الا الله.

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود مطلوب، مقصود اور موجود نہیں ہے۔ان میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں پہلا معنی عوام کے لئے ہے اور دوسرا معنی خواص کے لئے ہے اور تیسرا معنی خاص الخاص افراد کے لئے ہے اور چوتھا معنی مقربین کے لئے۔ایمان کا دارومدار کلمے کے پہلے مفہوم پر ہے اور اصلاح کا دارومدار دوسرے مفہوم پر ہے اور سلوک کا دارومدار کلمے کے تیسرے مفہوم پر ہے اور وصول اور تقرب کا دارومدار کلمے کے چوتھے یعنی **لا موجود الا الله** پر ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وحدۃ الوجود کا انکار کلمہ شریف کا انکار ہے امت محمدیہ ﷺ اس پر متفق اور متحد ہے صرف بعض لوگوں نے حسد اور عناد کی وجہ سے وحدۃ الوجود سے انکار کیا ہے ورنہ تمام صحابہ کرام اہل بیت عظام تمام صوفیہ اولیاء اور علماء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کا سارا خاندان اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی حتیٰ کہ تمام اکابر علماء دیوبند حضرات بھی اسی وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ (مناقب کاظمی ص ۱۵۱)

ظاہر ہے کہ عوام میں تو یہاں بوٹا، فتح دین ماشکی، عارف لوہار اور چودھری جلال سنگیڑا جیسے لوگ ہی شمار ہو سکتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ ناقص درجے میں شمار ہوتے ہیں۔ تو انہیں جس درجے کا کلمہ دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ وہ کلمہ بھی دوسروں کی نسبت کافی کم درجے کا ہوگا۔ صحابہ کرام اہل بیت عظام صوفیہ اور اکابر علماء چونکہ یہ سارے حضرات مقربین میں شامل ہیں اس لئے وہ کلمے کے چوتھے درجے لا موجود الا اللہ کے تو اہل ہو سکتے ہیں۔ لیکن جو کلمہ ناقص عوام کے لئے منتخب کیا گیا ہے یہ حضرات قطعاً اس کے مفہوم سے تقرب حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد آپ خود ہی اپنے دماغ کے دریچوں کو کشادہ کر کے دیکھیں کہ یہ حضرات کلمے کی کس توحید کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ لا موجود الا للہ کی تفہیم میں جب اللہ کے سوا تمام چیزوں کے وجود کی نفی ہو جائے گی تو پھر عابد کون ہوگا جو اس حقیقی معبود کی عبادت کرے گا اور سائل کون ہوگا جو محتاج بن کر اللہ کے آگے دعا مانگے گا ابن عربی فصوص الحکم میں کہتا ہے۔

فیا لیت شعری من یکون مکلفا وما ثم الا اللہ لیس سواہ

(فصوص الحکم)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اے کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہاں عبادت کا کون مکلّف ہے اسلئے کہ یہاں تو اللہ کے سوا کسی اور کا وجود ہی نہیں ہے۔ اختلاف کے باوجود ویسے تو ہم تمام مسالک کے اکابرین کا کافی احترام کرتے ہیں۔لیکن علامہ کاظمی صاحب کے احترام کو بعض وجوہ سے زیادہ ملحوظ رکھتے ہیں۔وہ اس لئے کہ وہ بعض علمی مقام میں کافی انصاف کے ساتھ کام لیتے ہیں۔آپ کی اس تحریر میں دیکھ لیجئے وہ اگرچہ دیوبند کے اکابرین کے ساتھ کافی اختلاف رکھتے ہیں لیکن اپنی اس تحریر میں جہاں وجودی توحید کے اعلیٰ تقرب کو بیان فرمارہے ہیں۔اس تقرب کی اعلیٰ مقام توحید میں دیوبند کے اکابرین علماء کو بھی ساتھ ہی شامل کررہے ہیں۔اس سے معلوم ہوا جب بریلوی اور دیوبندی حضرات ایمانی تقرب میں دونوں اونچے مقام کے حامل ہیں۔توان کے بعض فروعی مسائل کے اختلاف کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔اس کے بعد آپ دیکھیں کہ جس کلمے پر انسان کی ابدی نجات موقوف ہے۔ان قدسی حضرات کے نزدیک کلمہ طیبہ کا طیب مفہوم کیا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن لکھنوی نے توحید وجودی کی تحقیق میں ایک علمی کتاب لکھی ہے جس کا نام کلمۃ الحق ہے۔اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ کلمے کا اصل صحیح مفہوم وہی ہے جسے وجودی صوفیہ بیان کرتے ہیں۔جولوگ اس مفہوم کو قبول نہیں کرتے وہ حقیقت میں گمراہ ہیں۔ان کے اندازِ بیان میں چونکہ کافی شدت پائی جاتی ہے۔اس لئے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے ان کے بعض مقامات پر گرفت کی ہے اس کا نام ہے تحقیق الحق فی کلمۃ الحق اس میں آپ فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن لکھنوی فرماتے ہیں کہ پس کلمہ طیبہ میں الٰہ سے مراد ہر قسم کے اصنام

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں اس کی دلیل استغراق ہے جس میں امکان کا قرینہ پایا جاتا ہے پس لا الـہ الا اللـہ کا معنی یہ ہوا کہ نہیں کوئی شئ اصنام میں سے غیر اللہ (کلمۃ الحق)

اس کے بعد پیر گولڑوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جو اپنی کتاب میں شیخ لکھنوی کے بعض مقام پر گرفت کی ہے اس سے توحید وجودی کا ابطال نہیں ہے کیونکہ توحید وجودی تو کاملین اولیاء کی معتقد بہ ہے۔

(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق مطبوعہ گولڑہ ص ۳،۷۹)

دیکھئے اس میں گولڑوی صاحب نے سید لکھنوی کے نزدیک جو کلمہ کا مفہوم تھا اس کی بھی تصریح کر دی ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ لا الـہ الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ اصنام میں سے کوئی شئ بھی غیر اللہ نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں شیخ لکھنوی کی توحید کا واضح ابطال اس لئے نہیں کرتا کہ یہ کاملین اولیا کا ایمانی عقیدہ ہے۔ اس میں آپ حضرات خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ پیر گولڑوی صاحب اپنی تائید کے ساتھ اس کلمہ طیبہ کی وجودی تفہیم کو کس طرح قبول فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد جو ان کے متوسلین پر اثر ہوگا۔ ہم اس بارے میں کچھ بھی عرض نہیں کر سکتے۔ بس یہی کہ ہم کلمہ طیبہ کی اس وجودی تفہیم کی ہمیشہ تردید ہی کرتے رہیں گے۔

حضرت تھانوی صاحب کلمہ لا موجود الا اللہ کی وجودی تفہیم کی اس طرح تشریح بیان فرماتے ہیں۔

اگر شیخ ابن عربی نے یہ قول کیا ہے لاموجود الا اللہ تو یہ کلمہ ایسی حالت میں کہا ہوگا جب ان کی نظر میں سب کائنات مضمحل ہوگئی ہوگی اور جبکہ وہ اس وقت اپنے قلب سے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ پس وجود کے اسی اضمحلال کو عدم کے مشابہہ دیکھ کر ساری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کائنات کے وجود کی نفی فرمادی ہوگی۔

(تنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن عربی ص ۴۷)

دیکھئے حضرت تھانوی صاحب اپنے دور کے حکیم الامت کہلاتے تھے لیکن آپ جو ابن عربی کے اس قول کی تاویل فرمارہے ہیں

جی تو چاہتا ہے کہ اس سنہری تاویل کی نیاز میں ایک بکرے کی خیرات کردی جائے۔ بس ہم ان سے ادباً یہ پوچھنا چاہتے ہیں ابن عربی نے جس وقت حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ اور اس مشاہدے کے اثر سے ان کی نگاہ سے ساری کائنات مضمحل ہوگئی تھی۔

آپ یہ بتلائیں جب مشاہدہ ختم ہوگیا ہوگا پھر تو ساری کائنات اپنی سابقہ اصل حقیقت کے ساتھ موجود ہوگئی ہوگی اور اس کے بعد آپ کا یہ قول لا موجود الا اللہ بھی بے معنی ہوجائے گا۔

اس کے بعد ابن عربی کے اس محدود کشفی تخیل کو کلمہ طیبہ کے بنیادی مفہوم میں ڈھال دینا کیا یہ صریح تحریف نہیں ہے۔

دوسرا عرض یہ ہے کہ حق کے مشاہدے کے وقت جو ایک عارف کے ذہن سے ساری کائنات مضمحل ہوجاتی ہے اور اس کی زبان سے بے ساختہ نکل جاتا ہے لا موجود الا اللہ۔ پھر اس کشفی قول پر کلمے کی پوری تفہیم کو تبدیل کردیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مشاہدہ حق کے بعد کائنات کے اس اضمحلال کو کوئی کمال سمجھا جائے تو آنحضرت ﷺ جو تقرب الٰہی میں سب سے زیادہ کمال کے حامل ہیں۔ کیا مشاہدہ حق کے بعد ان کے سامنے بھی اسی طرح ساری کائنات مضمحل ہوجاتی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ بھی اسی وقت فوراً فرماتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لاموجود الا اللہ اس سے معلوم ہوا کہ جس مشاہدہ حق کے بعد ساری کائنات مضمحل ہو جاتی ہے وہ ایک نہایت ہی خام کشفی تخیل ہے جس کا درجہ شرعاً ایک خس کے برابر بھی نہیں ہے۔

کلمے کی عارفانہ تفہیم

حضرت جامی جو اپنے دور میں ثانی ابن عربی کے نام سے مشہور تھے اپنی کتاب سلسلۃ الذھب میں لکھتے ہیں۔

قال بعض کبر اء العارفین معنی لا الہ الا اللہ لیس شی مما یدعی الھا غیر اللہ

یعنی جس کسی شئ کو بھی ہم الـــہ کہتے ہیں وہ اللہ کا حقیقت میں غیر نہیں ہے۔

معنی لا الـــہ الا الـــلـــہ آں بود پیشس عارف نگاہ
کانچہ خوانند شرکان خدا گرچہ باشدز فرط جہل وعمی
نیست اں درحقیقت الآ حق کہ بود عین ہستی مطلق

(سلسلۃ الذہب جامی مطبوعہ نولکشور لکھنوص ۴۴)

ترجمہ۔ عارف حق کے نزدیک لا الہ الا اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ مشرکین اپنے جن بتوں کو الہ کہتے تھے اگرچہ وہ فرط جہل اور عمی سے ان کو ایسا سمجھتے تھے مگر درحقیقت وہ صحیح کہتے تھے۔ اس لئے خواہ ان کے بت ہوں یا اور کوئی چیز حقیقت میں اس ہستی مطلق کی عین ہیں۔ ان دونوں کے درمیان صرف تقید اور اطلاق کا فرق ہے۔

(سلسلۃ الذہب ص ۴۴)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خواجہ حافظ انور علی مجددی محمودی جو تصوف میں ایک وقیع مقام رکھتے ہیں۔اپنی کتاب ''قانون عشق'' میں لکھتے ہیں۔

صوفیہ کرام کے نزدیک دوسرا گروہ علماء ظاہر کا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ کلمہ میں الٰہ کا مطلب ہے کہ جس کی شرع نے عبادت کا حکم دیا ہو۔پس کلمہ طیبہ کے یہ معنی ہیں کہ ''اللہ کے سوا دوسرا کوئی برحق معبود نہیں ہے۔'' کلمے کے اس معنی کو اولیاء کرام کی ایک جماعت کئی وجہ سے غلط کہتی ہے۔ایک تو اس میں تاویل بعید ہے کلمے کی اصل عبارت اس مفہوم سے اِبا کرتی ہے۔کیونکہ سب سے پہلے اس کلمے کا خطاب کفار سے کیا گیا تھا اور یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ ان کو ماؤل مفہوم میں خطاب فرماتے اس سے معلوم ہوا کہ علماء ظاہر نے جو کلمہ میں الہ کا ماؤل مفہوم بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

(قانون عشق ص ۲۲۰ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا صوفیہ وجودیہ اور علماء ظاہر کے کلمے میں مفہوم کے لحاظ سے کتنا عظیم فرق پایا جاتا ہے۔اسلام کے کلمے میں معبودان باطلہ کی عبادت کو شرک فی التوحید کہا گیا ہے اور صوفیہ وجودیہ کے نزدیک کلمے کا مفہوم یہ ہے کہ ان بتوں اور اللہ کے درمیان صرف تقید اور اطلاق کا فرق ہے اس لئے ان کی عبادت بھی عین اللہ کی عبادت ہے۔محمود شبستری جو وجودی نظریات کے ایک مسلم امام ہیں۔اپنی کتاب گلشن راز میں فرماتے ہیں۔

چو کفر و دین بود قائم بہ ہستی　　شود توحید عین بت پرستی

جب کفر اور اسلام اعراض ہونے کی وجہ سے اس ہستی کے ساتھ قائم ہیں۔تو اس کے بعد بت پرستی کو بھی عین توحید سمجھا جائے گا۔ (گلشن راز ص ۵۰)

ای ایچ ون فیلڈ جو یورپ میں ابن عربی کے نظریات کے مشہور سکالر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھے گلشن راز کے ترجمے میں اس شعر کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں۔

(i) Since Infidelity and faith are both based on Being. Idol worship is essentially unification

(Page 83)

مغلق انداز اور مباحث میں معنوی اشتراک

ارباب بصیرت اچھی طرح جانتے ہیں وحدۃ الوجود کے مباحث کو نہایت ہی مغلق انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا اس کی ہر ہر جزئی بحث میں ایک دوسرے کے ساتھ گہرا معنوی اشتراک پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی کسی بحث سے صرف ایک نتیجہ نہیں نکلتا۔ بلکہ ان میں کئی عنوان یک جا جمع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان اوراق میں تالیفی اسلوب کو ملحوظ نہیں رکھ سکے بلکہ اس نظریے سے متعلق جو تحریر بھی سامنے آتی گئی ہم اسی طرح بلا ترتیب اسے ترقیم کرتے چلے آئے ہیں۔

دوسرا ہم نے اس میں تطویل کی بجائے اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ لہذا اس بحث میں اتنے ہی علمی اقتباس کافی ہیں۔ اس لئے قارئین حضرت ان عبارتوں کی تلاوت کی بجائے تفہیم کی گہری سوچ کے ساتھ مطالعہ کریں۔

ورنہ در دِسر بسیار بود

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وحدۃ الوجود کا نظریہ جس کی تردید عین فرض ہے

ابن عربی کے فلسفہ وحدۃ الوجود میں اس کائنات کو اللہ کا عین اور ھو الکل سمجھا جاتا ہے۔اس لئے اس کائنات میں جتنی مخلوق موجود ہے۔اس کی ہر نوع پر بھی اللہ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ مسیحیت اور وحدۃ الوجود کے نظریے میں صرف اتنا فرق ہے کہ مسیحی علماء اپنے نظریے میں صرف تین خدا مانتے ہیں لیکن وحدۃ الوجود کے نظریے میں اتنی وسعت ہے کہ اس کی ہر مخلوق پر خدا ہونے کا آسانگی کے ساتھ اطلاق ہوسکتا ہے۔ اس نظریے کی اس قبیح تعبیر کی وجہ سے مفسر امام ابوحیان اپنی تفسیر بحرالمحیط میں فرماتے ہیں۔

والرد علی النصاری والقائلین بالوحدۃ الوجود وھو علم من اصول الدین

(تفسیر بحرالمحیط عندقولہ تعالیٰ لقد کفر الذین.....)

مسیحیت کے نظریہ تثلیث اور وہ حضرات جو وحدۃ الوجود کا نظریہ رکھتے ہیں۔ان کی تردید کرنا دین کے اہم اصول سے تعلق رکھتا ہے۔

محدث ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

فی الواجب علی الحکام فی دار الاسلام احراق کتبھم الموالفۃ فی الوحدۃ الوجود و یتعین علی کل احد من العلماء ان مبین فساد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شقاقهم فان سكوت العلماء واختلاف الآراء صار سببا لهذ الفتنه وسائره انواع البلاء

(جلاء العینین فی محاکمۃ ا لآحمدین ص۴۵)

اسلامی مملکت کے حکام پر واجب ہے کہ وحدۃ الوجود کے نظریے میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان کو جلا دیا جائے اور ہر عالم دین پر فرض ہے کہ اس نظریے کے ضرر آمیز نتائج کو کھول کھول کر بیان کریں۔ وحدۃ الوجود کے فتنے کے پھیلنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر بڑے بڑے علماء کا سکوت اور اس بارے میں ان کی مختلف آراء اس نظریے کی اچھی طرح آبیاری کرتی رہی ہے۔

حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں۔

ولا نعلم احداً من طوائف الكفار اعتقد اعتقاد وهو لاء فان طائفة من النصارى قالت المسيح ابن الله وكفر هم القوم الاخرون وطائفة من اليهود قالت عزير ابن الله وكفرهم القوم الاخرون فلم يجعلوا الوجود عين الله.

(لطائف المنن از امام شعرانی ص۸۸ ج۲)

ہمیں معلوم نہیں ہے کہ کفار کے کسی فرقے نے ان وجودی حضرات کی طرح اپنا عقیدہ وضع کیا ہو۔ نصاریٰ صرف یہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن اللہ ہے۔ لیکن ان کے مخالفین یہود وغیرہ ان کے اس نظریے کی تکذیب کرتے ہیں۔ اسی طرح یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر ابن اللہ ہے۔ لیکن ان کے مخالفین بھی ان کے اس نظریے کی تکذیب کرتے ہیں۔ دیکھئے ان کے عقیدے میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی اللہ کے ساتھ عینیت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ثابت ہورہی ہے۔لیکن یہ کفار ابن عربی اور مشائخ وجودیہ کی طرح کائنات کو اللہ کا عین نہیں بناتے۔

(لطائف المنن)

یہی امام شعرانی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی جو تمام اکابر اولیاء کے امام مانے جاتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں۔

کان یقول الجنید لو کنت حاکما لضربت عنق من سمعة یقول لاموجود الا اللہ لان الظاھر کلامه نفی غیر الله وھدم احکام الشریعة کلھا.

(الیواقیت والجواہر امام شعرانی ص۹۳ ج۲)

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں اگر میں اس وقت ملک کا حاکم ہوتا پھر جس ولی سے سنتا کہ وہ لا موجود الا اللہ کا عقیدہ رکھتا ہے۔میں اسکا سر قلم کر دیتا۔کیونکہ لا موجود الا اللہ کے ظاہری مفہوم سے اللہ کے ساتھ ساری کائنات کی نفی ثابت ہورہی ہے اور اس عقیدے سے تو پوری شریعت کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔

(الیواقیت ص۹۳ ج۲)

شیخ محدث محمد بن ابی جمرہ فرماتے ہیں۔

لو قدرت ان اقتل من یقول لا موجود الا اللہ فعلت و من شرط الالہ ان یکون قادراً علی کل شیٔ فکیف یقول انا عین اللہ وھذا من اضل الضلال

(طبقات الکبری امام شعرانی ص۱۳۸ ج۲۰)

اگر میں طاقت رکھتا تو جو ولی لا موجود الا اللہ کہتا ہے میں اسے قتل کر دیتا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیونکہ الہ تو اس اللہ کو کہتے ہیں جو ہر چیز پر قدرت اور اختیار رکھتا ہو اور ولی یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کا عین ہوں تو اب اس ولی پر اللہ کا اختیار کہاں رہا۔ جبکہ وہ خود خدا بن رہا ہے اور یہ بد ترین عقیدہ ہے۔

تصوف اور صوفیہ کی اصطلاح اسلاف کے خلاف ہے

تصوف اور صوفیہ کے ظاہری الفاظ ترجمانی کر رہے ہیں کہ قرن اول کے پارسا لوگوں پر یہ الفاظ استعمال نہ ہوتے تھے۔

شیخ علی الخواص فرماتے ہیں۔

ولم یکن هذا الامر فی الاشیاخ الذین قبلهم انما هو زهد والورع واتباع السنة النبویة

(بحر المورود از شعرانی ص ۱۵۵)

ان صوفیہ حضرات سے پہلے جتنے صالحین لوگ گزرے ہیں ان میں کوئی صوفیہ کے نام سے مشہور نہ تھا۔ بلکہ وہ زہد و ورع اور اتباع السنۃ کی وجہ سے زیادہ مشہور تھے۔

محدث صدیق حسن لکھتے ہیں۔

وکان السلف یسمون اهل الذهد والورع والتقویٰ ثم حدث بعد ذلک اسم الصوفیة والفقراء وهذا عرف حادث

(انتقاد الرجیح ص ۳۰۰)

اسلاف حضرات میں جتنے پارسا لوگ موجود تھے وہ زہد و ورع اور تقوی کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ اس کے بعد جو لوگ زہد و ورع کے حامل ہوتے تھے ان کے لئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صوفیہ اور فقراء کی اصطلاح وضع کر لی گئی۔ یہ اصطلاح ایک جدید بدعت تھی۔ جو بعد میں کافی شہرت پکڑ گئی۔

ابتداء میں ان لوگوں کی پارسائی صرف زہد وورع کے عمل تک محدود تھی۔ جب ان لوگوں نے عجمی نظریات کے اختلاط سے توحید کے معارف میں غور وخوض کرنا شروع کر دیا۔ تو رفتہ رفتہ قرآن کے نظریہ الٰہیات سے دور ہوتے گئے۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وحدت الوجود کے بنیادی اصول

جن اصولوں پر وحدۃ الوجود کے نظریہ کی تعمیر کی گئی ہے اس کے بنیادی ستون دو ہیں

۱۔ اعیان ثابتہ ۲۔ وجودِ مطلق

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

اسلام میں جتنے باطل نظریات موجود ہیں۔ ان میں سے جس نے اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ وہ ابن عربی کا نظریہ وحدۃ الوجود ہے۔

فمن اضرها علی الاسلام الفرقه القائلة بوحدة الوجود

(مقدمہ بغیۃ المرتاد ص ۴)

جب تک علمی حقائق کے ساتھ وحدۃ الوجود کے ان دو ستونوں کو منہدم نہ کیا جائے ہم اس دور میں نظریہ توحید کا اچھی طرح تحفظ نہیں کر سکتے۔ ہم پہلے ان دو ستونوں کی مختصر تشریح کرتے ہیں اس کے بعد ان پر علمی تنقیح کریں گے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۱۔ اعیان ثابتہ

ڈاکٹر میر ولی الدین پی ایچ ڈی جو اس نظریے کے محقق سکالر ہیں وہ لکھتے ہیں:۔

ہمارا یقین ہے کہ حق تعالیٰ موجود ہیں اور وہ عالمِ مطلق بھی ہیں عالم کیلئے علم۔ اور علم کیلئے اس کا معلوم ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے افکار کے بھی عالمِ ہیں اور یہی افکار اس کے علم کے معلوم بھی ہیں علم بغیر معلومات کے ویسے ہی محال ہے۔ جیسے قدرت بغیر مقدورات کے۔ حق تعالیٰ چونکہ ازل سے عالمِ ہیں لہٰذا ان کے معلومات بھی ازلی ہیں علم حق تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے ان کی ذات سے علم کا انفکاک ناممکن ہے۔ صوفیہ وجودیہ حق تعالیٰ کے معلومات کو اعیان ثابتہ یا صور علمیہ کہتے ہیں۔ تخلیق کا تعلق ارادہ سے ہے اور تخلیق ارادے کا عمل ہے اس لئے حق تعالیٰ کا ارادہ ان کے علم کے تابع ہوتا ہے اب تخلیق نام ہے کہ حق تعالیٰ کے معلومات یا اعیان ثابتہ خارج میں منکشف ہو گئے ہیں اور جتنی چیزیں خارج میں منکشف ہو رہی ہیں وہ بحیثیت معلوم ہونے کے علم الٰہی میں ازل سے موجود ہیں ان ہی معلومات الٰہیہ کا جب خارج میں تحقق ہوتا ہے ان کا نام کائنات کی مخلوق ہے۔

(قرآن اور تصوف ڈاکٹر میر ولی الدین)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عبدالکریم جیلی لکھتے ہیں۔

والمعلوم یتعلق بالعلم الا لھی فھو قدیم لان العلم لا یکون علما الا اذا کان له معلوم

''چونکہ معلوم کا تعلق علم الٰہی کے ساتھ ہے اس لئے معلومات الٰہیہ قدیم ہیں جب تک علم کے ساتھ اس کے معلوم کا تحقق نہ ہو وہ علم۔علم نہیں ہوسکتا''

(الانسان الکامل صفحہ ۶۰)

یعنی کائنات کی وہ تمام جزئیات اور وہ تمام اشیاء جن کو سطح وجود پر ایک نہ ایک دن پیدا ہونا تھا وہ پہلے ہی سے اللہ کی صفت علم میں مکمل شکل میں ثابت اور متحقق تھیں ابن عربی کے نزدیک ان کی حیثیت ایسے اٹل قانون کی ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے بھی تو ان اعیان ثابتہ میں کوئی ردو بدل نہیں کرسکتا۔کُن کا حکم انہی اعیان ثابتہ پر ہوتا ہے اور یہی کُن کی مامورات ہیں اگر شئ معدوم محض ہے تو کن کا خطاب باطل ہوگا اس لئے ضروری ہے کہ شئ کو ثابت فی العلم مانا جائے۔

اور یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین ہونی چاہئے کہ عدم محض سے اشیاء کی تخلیق نہیں ہوسکتی کیونکہ عدم سے صرف عدم ہی ظاہر ہوسکتا ہے۔ان صوفیہ کرام کے نزدیک اعیان ثابتہ یا صور علمیہ جعل جاعل سے مجعول یا مخلوق نہیں ہے۔اور یہ بھی ہے کہ علم سے اگر اس کے معلوم کو علیحدہ کردیا جائے تو اس پر جہل ثابت ہوگا اس لئے معلوم ہوا کہ معلوم اپنے علم کا عین ہوتا ہے۔چونکہ یہ ساری کائنات معلومات الٰہیہ ہیں اسلئے کائنات کی ہر مخلوق ذات الٰہی کا عین ہے۔

(قرآن اور تصوف صفحہ ۱۲۰)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اعیان ثابتہ پر علمی تنقیح

صوفیہ وجودیہ کے نزدیک اعیان ثابتہ کی جس طرح تشریح بیان کی گئی ہے اس کا ملخص مفہوم یہ ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ چونکہ علیم ہے اس لئے اس کے علم کے ساتھ اس کے معلوم کا ہونا ضروری ہے ورنہ اس پر جہل لازم آئے گا۔ اور یہی کائنات اس کے معلومات (علم) ہیں۔ ان ہی معلومات کو اعیانِ ثابتہ یا صور علمیہ کہتے ہیں۔

۲۔ علم الٰہی چونکہ قدیم ہے۔ اس لئے اس کے علم کی معلومات بھی قدیم ہیں اس لئے کائنات بھی قدیم ہے۔

۳۔ تخلیق کا تعلق ارادہ سے ہوتا ہے۔ اور ارادہ علم کے تابع ہوتا ہے اس لئے اس کائنات کا نقشہ جو علم الٰہی میں پہلے موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ اسی نقشے کے مطابق اپنے ارادے سے ہر مخلوق کو پیدا کر رہا ہے۔

۴۔ ابن عربی کے نزدیک اعیان ثابتہ کی حیثیت ایسے اٹل قانون کی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے بھی تو اس میں ردوبدل نہیں کر سکتا۔

۵۔ یہی معلومات الٰہیہ امر کن کی مامورات ہیں ورنہ عدم محض کو امر کن کا کس طرح خطاب ہو سکتا ہے۔

۶۔ ابن عربی کے نزدیک اعیان ثابتہ یا صور علمیہ جعل جاعل مجعول یا مخلوق نہیں ہے۔

۷۔ علم چونکہ اپنے معلوم کا عین ہوتا ہے۔ اس لئے کائنات بھی معلومات

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الٰہیہ ہونے کی وجہ سے اللہ کی ذات کی عین ہے۔

دیکھئے اعیان ثابتہ کے شواہد ظاہراً کتنے مضبوط نظر آ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے اسکے سامنے وہ مشائخ جو اپنے دور کے اقطاب اور کامل ولی کہلاتے تھے اور جو ظاہری علم کے بڑے بڑے بحر العلوم تھے اپنے آپ کو جادۂ حق پر قائم نہ رکھ سکے۔ ہمارے سامنے چونکہ اختصار مقصود ہے اس لئے ہم اس نظریے کے صرف اہم مقامات پر تنقیح کریں گے۔

اعیان ثابتہ پر ایک اصولی تنقید

ابن عربی کہتے ہیں!

عالِم کیلئے علم اور علم کیلئے اس کا معلوم ضروری ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے افکار کے عالِم ہیں حق تعالیٰ چونکہ ازل سے عالِم ہیں لہٰذا ان کے معلومات بھی ازلی ہیں حق تعالیٰ کے ان معلومات کو اعیان ثابتہ اور صور علمیہ کہتے ہیں اور ان ہی معلومات الٰہیہ یا اعیان ثابتہ کا جب خارج میں تحقق ہوتا ہے ان کا نام کائنات کی مخلوق ہے۔

اور اسی موجودہ کائنات کو علم الٰہی کی معلوم ثابت کر کے ابن عربی اپنے نظریے وحدۃ الوجود کا قصر آحمر تعمیر کر رہے ہیں۔ ہم پہلے ایک اہم بحث کی توضیح کر رہے ہیں تا کہ قارئین کو اس نظریے کی بنیادی کمزوری کا تعارف ہو سکے امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے۔

لیس فی الامکان ابدع من صورۃ ھذا العالم ولو کان ممکنا ولم یفعلہ لکان بخلاً

(احیاء العلوم باب التوکل)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''موجودہ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے جس صورت پر بنایا ہے اس صورت سے دوسری کوئی صورت بھی نہ بن سکتی تھی اگر اس کا امکان ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس سے بہتر تخلیق نہ کرتے تو یہ بات اس کے بخل کے مترادف ہوتی''

چونکہ اس عبارت کی ظاہری تفہیم سے قدرت الٰہی کا عجز ثابت ہو رہا ہے۔اس لئے بعد میں آنے والے جید علماء اس کی کافی تردید کرتے رہے ہیں محدث احمد بن مبارک نے کتاب الابریز میں علماء کی ان مباحث کو اختصار کے ساتھ جمع کر دیا ہے محدث ابن ہمام جو احناف کے ایک شہیر عالم ہیں عقائد کی مستند کتاب مسائیرہ میں اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لا بمعنی انه لایمکن فی مقدورات الباری ماهوا ابدع منها کما وقع فی کتاب الاحیاء للغزالی لان العقیدة ان کلا من مقدورته تعالی و معلو ماته لا یتناهی

(مسائیرة صفحہ۶۱)

''امام غزالی نے کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے اس موجودہ کائنات سے بہتر کائنات بنانا اللہ کے مقدورات میں ممکن نہیں ہے۔حالانکہ قرآن کا مسلم عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے مقدورات اور معلومات لا متناہیہ ہیں (یعنی وہ اس موجودہ کائنات سے کروڑھا گنا بہترین جہان پیدا کر سکتا ہے۔''

(مسائیرة صفحہ۶۱)

محدث احمد بن المبارک ایک محقق عالم کا قول نقل کرتے ہیں:۔

اقول حاش لله ان یعتقد احد لیس فی الامکان ابدع فان هذا عین رعایته الصلاح والاصلح الذی وهو عین مذهب المعتزله وانما الذی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یجب اعتقاده انه تعالی فاعل بالاختیار وربک یخلق مایشاء و یختار ویخلق مالا تعلمون

(ابریز صفحہ۲۸۶)

''توبہ توبہ اللہ کی پناہ ایسے عالم سے جوعقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ اس سے بہتر کائنات نہیں پیدا کرسکتا۔ یہ عقیدہ تو معتزلہ کے نظریہ اصلح سے ماخوذ ہے ہمارے نزدیک یہ عقیدہ وجوب کا درجہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل بالاختیار ہے جیسا کہ قرآن میں ہے تیرارب جس طرح چاہے پیدا اوراختیار کرسکتا ہے اوروہ کائنات میں ایسی حیران کن چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے جنہیں تمہاری ظاہری عقلیں ادراک بھی نہیں کرسکتیں۔

(ابریز صفحہ۲۸۶)

محدث احمد بن مبارک اس کتاب کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ میں نے کافی فطین وفہیم علمی حضرات سے سوال کیا:۔

هل یقدر ربنا جل جلاله علی ایجاد مثل هذالعالم فیقولون من یتوقف فی هذا وربنا علی کل شئ قدیر وقدرته نافذة لا یعجزها شئ من الاشیاء وقلت مرة هل یقدر ربنا علی ایجاد افضل من هذ العالم فقالوا الا تسمع الی قوله تعالی "ان یشایذهبکم ویات بخلق جدید" یکونه دوننا فجاز ان یکون افضل منا وقلت لبعض الفقهاء فی قول الغزالی "لیس فی الامکان ابدع منه" فقال قد تکلم علیه الشیخ الشعرانی فقا ل ان مقدورات الله لا تتناهی فیقدر علی ایجاد افضل من هذا الخلق بالف درجة و افضل من هذا الافضل الی مالا نهایت له

(ابریز لعبد العزیز صفحہ۲۸۰)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ترجمہ: کیا ہمارا رب جل جلالہ اس جہان کے برابر دوسرا جہان بھی پیدا کرسکتا ہے؟ فرمانے لگے:۔اس بات میں کون توقف اور تردد کرسکتا ہے کیا ہمارا رب ''علی کل شیٔ قدیر'' نہیں ہے اس کی قدرت تو ہر مشکل بات پر نافذ ہوسکتی ہے اور اس کی قدرت کو کوئی مشکل امر بھی عاجز نہیں کرسکتا۔

میں نے ایک دوسرے عالم سے سوال کیا کیا ہمارا رب اس سے افضل دنیا بھی پیدا کرسکتا ہے؟ فرمانے لگے: کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا

''ان یشا یذھبکم ویا ت بخلق جدید''

''اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہیں اس جہان سے نیست و نابود کردے اور تمہاری بجائے جدید مخلوق آباد کردے''

سوال یہ ہے جب وہ ہماری بجائے جو جدید مخلوق پیدا کرے گا کیا وہ اس موجودہ مخلوق سے بہتر نہ ہوگی اور میں نے بعض فقہاء سے امام غزالی کے قول ''لیس فی الامکان ابدع منہ'' کے بارے میں سوال کیا انہوں نے فرمایا اس کے جواب میں امام شعرانی فرماتے ہیں۔

کہ مقدورات الٰہیہ لامتناہیہ ہیں اور وہ ایسا قادر ہے کہ اس کائنات سے ہزار ہا درجہ بہتر جہان پیدا کرسکتا ہے بلکہ اس افضل سے اتنے بے شمار افضل جن کی انسانی عقول احاطہ بھی نہیں کرسکتیں ۔

(ابریز لعبدالعزیز صفحہ ۲۸۰)

امام غزالی کے قول ''لیس فی الامکان ابدع منہ'' سے مقدورات الٰہیہ کی تحدید (حد بندی) ثابت ہورہی تھی ۔ محققین علماء نے علمی حقائق کے ساتھ اس کی تغلیط کرکے واضح کردیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے وہ اگر چاہے تو اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کائنات سے کروڑہا گنا افضل اور بہتر دوسرے جہان بھی پیدا کرسکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا جس طرح امام غزالی اپنے قول ''لیس فی الامکان ابدع منه'' کے تحت قدرت الٰہی کی وسعت کی تحدید کررہے تھے محققین علماء نے اس کی تغلیط کر کے ثابت کردیا ہے کہ چونکہ مقدورات باری لامتناہیہ ہیں اسلئے وہ چاہے تو اس موجودہ کائنات سے بہتر کروڑہا گنا دوسرے جہان بھی پیدا کرسکتا ہے۔ اسی طرح ابن عربی بھی صرف اس موجودہ کائنات کو اللہ کے علم کا معلوم بنا کر علم الٰہی کی وسعت کی تحدید کررہا ہے حالانکہ جس طرح مقدورات الٰہیہ لا متناہیہ ہیں اسی طرح معلومات الٰہیہ بھی لامتناہیہ ہیں اس کائنات کے علاوہ کروڑہا گنا بہتر جہانوں کے معلومات اور اعیان ثابتہ بھی اللہ کے قدیم علم میں موجود ہوسکتے ہیں۔

اعیان ثابتہ کی تغلیط کیلئے یہ ایسی قوی دلیل ہے جس نے ابن عربی کے قصر آحمر کو اچھی طرح منہدم کردیا ہے لیکن ہم اختصار کے طور پر کچھ مزید حقائق لکھ رہے ہیں تاکہ اس نظریے کی تشکیکات کو زیادہ سے زیادہ زخمی کردیا جائے۔

کائنات کی تشکیل کس طرح ہوئی

کائنات کی کثرت وتنوع کے بارے میں فلسفہ اور الٰہیات کا اہم سوال یہ ہے کہ یہ کائنات معرض وجود میں کس طرح آئی ہے مذہب کا آسان جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے محض اپنی قدرت سے کتم عدم سے نکالا اور خلعت وجود بخشا ہے یہ تصور تخلیق کے نظریے سے تعلق رکھتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ خالق اور کائنات کے مابین اچھا خاصا فاصلہ اور بُعد پایا جاتا ہے اس میں تعلق کی وہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نوعیت کارفرما ہے جو صانع اور مصنوع کے درمیان پائی جاتی ہے۔

دوسرا تصور یہ ہے کہ خالق و مخلوق میں جو فاصلہ ہے وہ تخلیق و ایجاد کا نہیں۔ بلکہ ظہور اور تمثل کا ہے یعنی خود اللہ تعالیٰ نے جو ذات بحت ہے موجودات کی مختلف شکلوں میں اس نے ظہور فرمایا ہے دونوں کا وجود ایک ہے فرق صرف تعیین اور نمود و اظہار کا ہے اس نتیجہ تک صوفیہ اور حکماء فلاسفہ منطق اور استدلال کے راستے سے نہیں پہنچے بلکہ اس سلسلے میں ان کی راہنمائی ایک نوع کے روحانی تجربہ یا ان کے وجدان نے کی ہے بعض نے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

شیخ ابوالحسن نوری ۲۹۵ھ فرماتے ہیں۔

ان اللہ لطف ذاتہ فسماہ حقاد کثفہ فسماہ خلقا

''اللہ تعالیٰ نے جب اپنی ذات کی تلطیف کی تو اس کا نام حق رکھا اور جب اس کی تکثیف کی تو اسے مخلوق کے نام سے موسوم کیا''

گویا خالق اور مخلوق میں فرق ذات و جوہر کا نہیں لطافت اور کثافت کا ہے۔

(عقلیات ابن تیمیہ صفحہ ۳۰۹)

پس وحدۃ الوجود کا سارا فلسفہ اسی تلطیف و تکثیف کے اصول پر تعمیر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاعل بالاختیار ہے
فاعل بالایجاب نہیں ہے

ابن عربی کے نظریے میں اللہ کو اتنا مجبور ثابت کیا گیا ہے کہ وہ صرف

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اعیان ثابتہ کے مطابق خارج میں مخلوق کا تحقق کرسکتا ہے اس کے علاوہ نہ وہ اس میں ردوبدل کرسکتا ہے اور نہ اسے محو کرسکتا ہے لیکن آئمہ متکلمین لکھتے ہیں:۔

ان معنی کو نه تعالی قادراً انه یصح منه ایجاد العالم وترکه لان القدرة صفته تؤثر علی وفق الاردة فلیس شئی من ایجاد العالم و ترکه لازماً لذاته وقد انکرت الفلاسفة القدرة بهذا المعنی فقالو ایجاده العالم علی النظام الواقع من لوازم ذاته فیمتنع خلوه منه

(المسامرة بشرح المسائره صفحہ۶۰)

''اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کو پیدا کرنا یا پیدا نہ کرنا یہ دونوں باتیں اس کے اختیار میں ہیں کیونکہ قدرت ایک صفت ہے وہ اپنے ارادے کے مطابق جس طرح چاہے۔ ہر بات کو اختیار کرسکتی ہے اس لئے اس کی ذات پر نہ تخلیق کائنات لازم تھی اور نہ اس کا ترک لازم تھا اللہ کی صفت قدرت کے اس مفہوم کا صرف فلاسفہ نے انکار کیا ہے''۔

وہ کہتے ہیں کائنات کی تخلیق اسی ہی نظم کے مطابق اس کی ذات کے لوازم میں داخل ہے اور اس لزوم سے اس کا خالی ہونا امر ممتنع ہے

(مسامرة صفحہ۶۰)

علم کلام کی ایک دوسری کتاب میں ہے۔

القادر بالمختار هوالذی یمکنه الفعل والترک بالنسبته الی شئ واحد والموجب هوالذی یفعل ولا یمکنه الترک

(الجواهر الاعتقادیه صفحہ۴۲)

اللہ تعالیٰ اپنے ہر اختیار پر قادر مطلق ہے وہ کسی کام کو کرے یا نہ کرے اس کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نزدیک یہ دونوں باتیں برابر کا درجہ رکھتی ہیں۔اور موجب وہ ذات ہے جو فاعل بالا یجاب ہوتا ہے فاعل بالاختیار نہیں ہوتا''

(جواھر القادریہ صفحہ۴۶)

حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں

ولما کان الارادۃ عندا لفلاسفۃ عین الذات کان الابدا ع ایجابا

(تفھیمات الٰیھہ)

''فلاسفہ کے نزدیک اللہ کا ارادہ اس کی ذات کا عین ہے اس لئے ان کے نزدیک کائنات کی تخلیق بالا یجاب ہوگی بالاختیار نہ ہوگی''

ایجاب بالاختیار کا مطلب ہے فلاسفہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو علت تامہ کہتے ہیں اور علت تامہ سے معلول کا صدور بالاضطرار ہوتا ہے اپنے اختیار سے نہیں ہوتا اور آئمہ متکلمین کے نزدیک اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اپنی مشیعت کے تحت جس طرح چاہے کرتا رہتا ہے۔

ڈاکٹر میر ولی الدین لکھتے ہیں:۔

''اعیان ثابتہ یا ماہیات اشیاء چونکہ اللہ کے علم کے معلومات میں ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اپنے معلومات کے تابع ہوگا جامی کہتا ہے

؎ حق عالم واعیان خلائق معلوم معلوم بود حاکم و عالم محکوم

اللہ تعالیٰ عالم ہیں اور کائنات کے اعیان اس کے معلوم ہیں اب معلوم حاکم ہوگا اور اس کا عالم اس کا محکوم ہوگا۔

(قرآن اور تصوف صفحہ۱۶۱)

دیکھئے فلاسفہ علتہ تامہ کے نظریے کے تحت اللہ تعالیٰ کو مسلوب الاختیار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ثابت کررہے ہیں اورابن عربی وغیرہ اعیان ثابتہ کوکائنات کا حاکم اوراللہ تعالیٰ کو اس کا محکوم ثابت کررہے ہیں دیکھئے ان دونوں فلاسفہ اورابن عربی کے نظریے میں الحاد کی کس انداز کے ساتھ آبیاری ہورہی ہے اورجبکہ آئمہ متکلمین قرآن سے ثابت کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ وہ اپنی ذات کے تحت جو چاہے ہروقت کرسکتا ہے اس لئے اس کی ذات پرکوئی چیز لازم نہیں ہوسکتی اس کائنات کواس نے اپنی مرضی کے تحت پیدا کیا ہے اگر وہ نہ چاہتا تو یہ کائنات مطلق پیدا نہ ہوتی اب سوال یہ ہے اللہ تعالیٰ اگراس کائنات کو پیدا نہ کرتا تو علم الٰہی میں جس اعیان ثابتہ کوآپ ثابت کررہے ہیں اس کے ساتھ اس کا وجود بھی بالکل معدوم ہوجاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا جب خدا اپنی مشیت سے کائنات کے وجوداوراس کے اعیان ثابتہ کوبھی محواورمعدوم کرسکتا ہے۔تو اعیان ثابتہ کا یہ موہوم وجوداس قادرمطلق خدا کواپنا کس طرح محکوم بنا سکتا ہے۔

ڈاکٹرمحسن جہانگیری لکھتے ہیں:۔

وحدۃ الوجود کے نظریئے میں اعیان ثابتہ کی ایسی مغلق تعبیر کی گئی ہے کہ ابن عربی نے اپنی کتاب انشاء الدوائر میں بڑی بے باکی کے ساتھ خدا سے اختیارکوسلب کرلیا ہے۔ (ابن عربی حیات وآثار صفحہ۴۰۲)

ابن عربی کا اعتراف اورشکست

دیکھئے یہی ابن عربی ایک دوسرے مقام پرکس طرح اعتراف کے ساتھ اپنے نظریے کی تغلیط کررہے ہیں۔ابن عربی کہتے ہیں کہ اگرحق تعالیٰ اپنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اطلاق محض کے مرتبے میں رہتے اور اعیان ثابتہ کو خارج میں ظاہر کرنے کیلئے اپنے علم الٰہی پر تجلی افگن نہ ہوتے تو اس کے بعد نہ اعیان ثابتہ ظاہر ہوتے اور نہ کائنات وجود میں آتی۔

(ابن عربی حیات وآثار از محسن جہانگیری صفحہ ۶۵۴)

ابن عربی کے اعتراف کی اصل وجہ یہ ہے کہ جس تجلی حق کے ذریعے اعیان ثابتہ کے آثار اس کائنات کی شکل میں خارجاً ظاہر ہوگئے تھے۔ یہ تجلی چونکہ اس کی ذاتی مشیت کے تحت ہوئی تھی اب یہاں ابن عربی مجبور ہوکر اعتراف کررہا ہے ''اگر حق تعالیٰ اپنے اطلاق کے مرتبے میں رہتے اور اعیان ثابتہ پر تجلی افگن نہ ہوتے تو نہ اعیان ثابتہ ظاہر ہوتے اور نہ کائنات پیدا ہوتی۔''

ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ابن عربی کی ذہنی فرعونیت کسی نہ کسی طریقے سے بحر اعتراف میں قدرے غرق تو ہوگئی ہے۔

صفت علم ابداع وایجاد کا باعث نہیں بن سکتی

محققین لکھتے ہیں تخلیق کائنات کا تعلق صرف قدرت کے ساتھ ہوسکتا ہے صفت علم کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

علامہ کمال الدین بن ابی شریف لکھتے ہیں

ان متعلق العلم اعم من متعلق القدرة فان العلم يتعلق بالواجب والممكن والممتنع والقدرة انما تتعلق بالممكن دون الواجب والممتنع

(المسامرة شرح مسائرة ص ۶۰)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''قدرت کے تعلق سے علم کا تعلق عام ہے کیونکہ علم کا تعلق واجب ممکن اور ممتنع امور کے ساتھ ہوتا ہے اور قدرت کا تعلق صرف ممکن امور کے ساتھ ہوتا ہے واجب اور امور ممتنع کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہوتا''۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے علم کا تعلق قدرت کے تعلق سے زیادہ وسعت رکھتا ہے قدرت کا تعلق صرف ممکن امور کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور علم کا تعلق ممکن امور کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور اس کے علاوہ ہزاروں قسم کے امور ممتنع اس علم کی وسعت میں موجود ہوتے ہیں اس لئے آئمہ محققین لکھتے ہیں:۔

''صفت علم کائنات کی تخلیق اور ابداع کا باعث نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کا دائرہ اثر ممتنعات تک کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہیں مثلاً ہم علم میں یاقوت کا ایک پہاڑ فرض کرسکتے ہیں اور پارہ کے سمندر کو فکر وتصور کی سطح پر ابھار سکتے ہیں اسی طرح ہماری قوۃ متخیلہ سونے کا انسان اور پتھر کا بنا ہوا ہاتھی بھی فرض کرسکتی ہے۔ اعیان ثابتہ کے قائلین کی بنیادی لغزش یہ ہے کہ تمیز علمی اور وجود ثبوت خارجی میں جو بین فرق ہے اس کو قطعاً ملحوظ نہیں رکھتے تصورات اور مدرکات کا درجہ علم میں ممیز اور محقق ہونا اور بات ہے اور ان کا اس کائنات میں ثابت وموجود ہونا دوسری بات ہے علمی تمیز وتحقق وجود شی یا ثبوت شی کو مستلزم نہیں یہ دونوں صرف وصف عالم خارجی سے متعلق ہیں''

(عقلیات ابن تیمیہ ص ۳۲۱)

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اعیان ثابتہ کی علمی تردید

علامہ محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں:

اعیان ثابتہ کا مفروضہ دراصل اس لغزش فکر پر مبنی ہے کہ یہ عالم رنگ و بو اور یہ دبستان حیات صرف جزئیات۔ افراد یا اشخاص سے تعبیر ہے جو پہلے سے عالم عدم میں فرداً فرداً ثابت اور تحقق پذیر تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ظہور واحداث کیلئے صرف اتنا ہی کیا ہے کہ ان مفرد تصورات پر اپنی تجلی کے ذریعے وجود کی ایک چادر اوڑھادی ہے اور بس حالانکہ یہ عالم صرف افراد یا جزئیات ہی سے تعبیر نہیں ہے بلکہ اس میں زمانی ومکانی علائق اور معقولات بھی شامل ہیں جن کی وجہ سے ایک شئی یا فرد اور جزئیہ صرف ایک فرد اور جزئیہ تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ ہزاروں اور لاکھوں روپ دھار لیتا ہے اور اس پر اختتام ونہایت کا تصور پیدا نہیں ہوتا جن کی وجہ سے ایک میز اور ایک کرسی تغیرات کے ذریعے لاتعداد صورتوں میں متشکل ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کی بھی شکل وصورت کو آخری نہیں کہا جاسکتا کیا یہ سب امکانی صورتیں اعیان ثابتہ میں اسی طرح موجود بھی رہتی ہیں اور متغیر شکلوں میں تبدیل بھی ہوتی رہتی ہیں؟

کائنات کے متعلق اگر یہ تجزیہ درست ہے تو پھر علم الٰہی کو ثابت وراکد ماننے کی بجائے اسے حرکی اور ترقی پذیر ماننا پڑے گا جو کہ عقلاً محال ہے۔ یاد رہے کہ افلاطون کے نظریہ ''مثل'' پر بعینہٖ یہی اعتراض پیش کر کے ارسطو نے اس بحث کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ اعیان ثابتہ کا نظریہ بدیہی حقائق کے سراسر خلاف ہے۔ (عقلیات امام ابن تیمیہ ص ۳۱۸)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا علم الٰہی کے خلاف ہوسکتا ہے

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:۔

ہم یہ تو مانتے ہیں کہ علم الٰہی کے خلاف کچھ ظاہر نہیں ہوتا مگر یہ نہیں جانتے کہ خود اس علم کا ہدف اور موضوع کون ہے کیونکہ علم کا تعلق صرف اعمال سے نہیں بلکہ اعمال مقدرہ سے ہے اور اعمال مقدرہ میں اختیار پہلے سے شامل ہے۔

ان اللہ یعلم علی ماھو علیہ فیعلمہ ممکنا مقدراً للعبد

''اللہ تعالیٰ کا علم اپنے بندوں کے بارہ میں اس نوعیت کا ہے کہ یہ اعمال ان کیلئے ممکن ہیں اور یہ کہ ان بندوں کو ان (اعمال) پر اختیار اور قابو حاصل ہے''

یعنی علم الٰہی کی حیثیت بیانیہ ہے جبر و اضطرار پر مجبور کرنے والی نہیں دوسرا علم الٰہی میں اشیاء کی ایسی قسم بھی فرض کی جاسکتی ہے جو مقدر اور معلوم تو ہوں مگر سطح وجود پر کبھی فائز نہ ہوں جیسے قیامت سے پہلے قیامت کا برپا ہونا پہاڑوں کا الیواقیت و جواہر کی شکل اختیار کرنا یہ ایسے معدومات ہیں جو علم کے دائرے میں تو باتفاق عقلاً داخل ہیں لیکن ثبوت اور وجود کے مرتبہ پر فائز نہیں یعنی اللہ تعالیٰ اگرچہ ان معدومات کے بارہ میں پوری طرح آگاہ ہے تاہم مجرد علم اس لائق نہیں کہ ان کو امتناع کی تاریکیوں سے نکال کر وجود و تحقق کی روشنی میں لے آئے اس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ کہ جو کچھ علم الٰہی میں لکھا ہوا ہے ہم اس کے مطابق کرنے پر مجبور ہیں صحیح نہیں ہے۔ اس عویق مسئلے کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔

(عقلیات ابن تیمیہ ص ۴۹۲)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اعیان ثابتہ اور اللہ کی مجبوری

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں!

ابن عربی کے نزدیک اعیان ثابتہ کی حیثیت مبداء فعال کی ہے اور کائنات کا ایک ایک ظہور مجبور ہے کہ اسی کیفیت کے ساتھ عالم ایجاد میں جلوہ گر ہو جس کیفیت کے ساتھ وہ ان اعیان کے ساتھ وابستہ ہے اس صورت میں اعیان ثابتہ کی حیثیت ایسی علت تامہ قرار پاتی ہے جس کے پائے جانے کے بعد معلومات کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے سوال یہ ہے کہ کائنات کی اس ترتیب ظہور کو جو اعیان کی شکل میں پہلے سے موجود ہے ضروری کس ہستی نے ٹھہرایا ہے اور واجب الوجود کے سوا اور کون مبداء فعال ہے جس نے اس کو ایک خاص متعین نہج اور اسلوب بخشا ہے ایسا نہج اور اسلوب جو اس حد تک ضروری اور اٹل ہے کہ خود اللہ تعالیٰ بھی مجبور ہے کہ اس ترتیب کو قائم رکھے اور اشیاء کو اسی ترتیب اور نظم و نسق کے ساتھ پیدا کرتا رہے۔

(عقلیات ابن تیمیہ ص ۳۲۰)

اعیان ثابتہ کا تعلق اور اس کی نوعیت

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں!

ابن عربی کہتا ہے کہ اعیان ثابتہ اپنے مقام پر اس درجہ مستحکم ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بھی بے نیاز ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ خود اللہ تعالیٰ بھی اپنی جلوہ گری کیلئے ان کا محتاج معلوم ہوتا ہے اگر اعیان ثابتہ کا وجود نہ ہوتا تو خود

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اللہ تعالیٰ بھی پردہ حجاب میں پڑے رہتے سوال یہ ہے کہ اعیان ثابتہ خود علم الٰہی میں کس طرح منقش ہو گئے ہیں ظاہر ہے کہ علم الٰہی تو انہیں اپنے اندر منقش نہیں کر سکتا تھا انہیں اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے اپنے علم کی سطح پر منقش کر سکتا ہے اور قدرت الٰہی کا تعلق مشیت ایزدی سے وابستہ ہے اور وہ فاعل بالاختیار ہے اگر وہ اپنی مرضی سے نہ چاہتا تو یہ اعیان ثابتہ علم الٰہی میں کبھی بھی ثابت نہ ہو سکتے تھے اور یہ بھی ہے وہ اگر چاہے تو ان اعیان ثابتہ کو محو بھی کر سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابن عربی کا یہ نظریہ بالکل کمزور ہے۔

علم کے قِدم سے معلومات الٰہیہ کا قِدم لازم نہیں آتا

آئمہ متکلمین لکھتے ہیں

فاسمع صفته تتعلق بالمسموعات والبصر صفته تتعلق بالمبصرات فیدرک بهما ادراکاتاماً ولا علی طریق تاثرحاسته ولا یلزم من قد مهما قدم المسموعات والمبصرات کما لایلزم من قدم العلم والقدرة قدم المعلومات والمقدورات

(انتقاد الرجیح فی اعتقاد الصحیح ص ۱۵۹)

''اللہ تعالیٰ سمیع ہے اس لئے اس کی صفت سمع۔ مسموعات سے تعلق رکھتی ہے اللہ تعالیٰ بصیر ہے اس لئے اس کی صفت بصر اپنے مبصرات سے تعلق رکھتی ہے وہ اپنی ان صفات سے مسموعات اور مبصرات کا پورا ادراک کر لیتا ہے وہ اس ادراک کیلئے کسی حاسہ کا محتاج نہیں ہے سمع اور بصر کے قدیم ہونے کی وجہ سے ان کے مسموعات اور مبصرات کا قدیم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہونا لازم نہیں آتا۔اسی طرح اللہ کی صفت علم اور قدرت کے قدیم ہونے کی وجہ سے ان کی معلومات اور مقدورات کا قدیم ہونا بھی لازم نہیں آتا۔

(انتقاد الرجیح)

ابن عربی کہتا ہے اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے۔اس لئے اس کے معلومات بھی قدیم ہیں اور یہی موجودہ کائنات چونکہ معلومات الٰہیہ ہے اس لئے یہ کائنات بھی قدیم ہے اوپر عربی عبارت کو بڑے غور سے پڑھیں دیکھئے اس میں آئمہ متکلمین نے اعیان ثابتہ اور اس کے قدیم ہونے کے کتنے مضبوط حقائق کے ساتھ تردید کردی ہے۔والحمد للہ علی ذلک

علم الٰہی میں موجودہ کائنات سے بہتر کائنات کا امکان

امام بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں

اگر موجودہ کائنات سے بہتر کوئی دوسری کائنات کا امکان موجود تھا تو اسے پھر کیوں پیدا نہیں کیا۔

فعلٰی هذا فاذا کان هناک ابدع من هذا العالم ولم یفعله فذلک لکمال اختیاره لا کما قاله هنا من ان ذلک بخل و عجز تعالٰی الله عن ذلک علواً کبیرا

(ابریز لعبد العزیز ص ۲۸۲)

ہاں اس کائنات سے زیادہ ابدع کے امکان تو موجود تھے لیکن انہیں سطح وجود پر نہ لانا اس سے اللہ تعالیٰ کے اختیار کا کمال ظاہر ہو رہا ہے نہ کہ اس سے اللہ کا عاجز ہونا اور بخل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ثابت ہورہا ہے۔تعالیٰ اللہ عن ذلک علو اکبیراً

(ابریز ص ۲۸۲)

عبدالکریم جیلی کا جواب:

عبدالکریم جیلی جوابن عربی کے نظریات کے عظیم شارح شمار ہوتے ہیں وہ امام غزالی کے قول ابدع منه کا جواب اس طرح دیتے ہیں۔

بان کل ماوقع فی الوجود فی العلم القدیم فلایصح ان یرقی عن رتبته عن علم القدیم ولا ان ینزل عنها فصح قول امام الغزالی لیس فی الامکان ابدع منه

(ابریز ص۲۸۳)

''اللہ کے علم قدیم میں اس موجودہ کائنات کے بارے میں جو کچھ منقش ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کے اس قدیم علم کے مرتبے پر دوسرا اضافہ صحیح نہیں ہے اس لئے امام غزالی کا قول صحیح ہے۔''

علامہ احمد بن مبارک فرماتے ہیں جیلی کے اس جواب سے چونکہ علمِ الٰہی کی تحدید ہورہی ہے اس لئے یہ جواب صحیح نہیں ہے۔

وجود کے دو مرتبے

شیخ علی الخواص جو حضرت شعرانی کے پیر ہیں وہ فرماتے ہیں وجود کے دو مرتبے ہیں۔

۱۔ مرتبہ قدیم ۲۔اور مرتبہ امکان

پہلا مرتبہ اللہ کا ہے اور دوسرا مرتبہ مخلوق کا ہے یہ کائنات چونکہ مرتبہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

امکان میں داخل ہے اس لئے اس مرتبے میں ہر قسم کی تغییر ہو سکتی ہے۔اس لئے علم الٰہی میں بھی اس کائنات کے جو اعیان داخل ہیں یہ اعیان ابدی نہیں ہو سکتے بلکہ اس میں ہزاروں تغیرات کے امکان موجود ہیں۔

(کتاب الجواھر والدرر ازعلی الخواص. ص ۲۷۳)

اعیان ثابتہ اور معدومات کی بحث

یہ بحث بہت ہی عویق ہے ذرا سمجھنے کی کوشش کریں علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ابن عربی جن معلومات الٰہیہ کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں ان کی حیثیت منطقی طور پر ایسے مدرکات کی ہے جنہوں نے عالم خارجی کی بو نہیں سونگھی اور جن میں وجود کی خصوصیات نہیں ابھری ہیں اس صورت میں انہیں ثابت و موجود کہنا محض تحکم ہے جب ہم یہ کہتے ہیں فلاں شئی موجود ہے تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ ایک شئی عالم خارجی میں پائی جاتی ہے سوال یہ ہے کیا اعیان ثابتہ کا وجود اسی نوعیت کا حامل ہے بالکل صحیح نہیں ہے کونی نقطہ نظر سے معدومات وجود نہیں رکھتے وجود کا اطلاق ان اشیاء پر ہوتا ہے جو محسوس ہیں یا جو متعین خارجی ممیّزات سے متصف ہیں اگر ہم معدوم کو بھی از راہ تفلسف وجود کے کسی نہ کسی مرتبہ پر فائز قرار دیتے ہیں تو کھلے ہوئے تناقض کے شکار ہیں۔

(عقلیات ابن تیمیہ ص ۳۱۶)

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معدوم ثابت ہے یا غیر ثابت اور کن فیکون کا معلوم

معدوم ثابت اور متحقق ہے اس نظریئے کو اول اول فلاسفہ معتزلہ اور شیعہ متکلمین نے پھیلایا۔ وہ کہتے ہیں اگر معدوم کو ثابت نہ مانا جائے تو پھر اس کو قصد وارادہ کا ہدف کس بنا پر ٹھہرایا جائیگا۔ تمیز وارادہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ شئی جسے ہم عالم خارجی کے اعتبار سے معدوم قرار دیتے ہیں علم وادراک کے دائرے میں ثابت اور متحقق ہے۔

فلاسفہ اور ابن عربی کے نظریہ معدومات میں یہ بین فرق ہے کہ فلاسفہ اور معتزلہ ان معدومات ممکنہ کو ابن عربی کی طرح ذات حق کا عین قرار نہیں دیتے وہ صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ماہیات اشیاء اور اشیاء موجود میں فرق ہے اور ماھیات غیر مخلوق ہیں۔

تخلیق کائنات سے پہلے تمام اشیاء کا تفصیلی علم اللہ تعالیٰ کے سامنے تھا اس علم کی جزئیات کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں جب حق تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا کرنا چاہا تو اپنی ان معلومات یا اعیان ثابتہ کو حکم دیا کن ہو جا فیکون۔ پس وہ ظاہری وجود کے ساتھ موجود ہو گئے اس لئے ابن عربی کہتے ہیں اگر معدومات کو ثابت اور متحقق نہ مانا جائے تو کن فیکون کے قصد وارادہ کا ہدف کس کو بنایا جائے گا۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کن فیکون کا مفہوم اور خطاب الٰہی کا جواب

حضرت شاہ ولی اللہ عقیدۃ السنیہ میں فرماتے ہیں:۔

کن فیکون بمعنی ان یقول لشیٔ کن فیکون لا بمعنی التسبب العادی الظاهری کما یقال شفی الطبیب المریض فهذا غیره وان اشتبه فی اللفظ فان التصرف بالارادة الذی یعبر عنه بکن فیکون من الصفات المحضته بالله تعالی (عقیدۃ السنیۃ ص۲۲)

''اللہ تعالیٰ جس چیز کو امر کن فرماتے ہیں اور وہ چیز موجود ہو جاتی ہے اس حکم میں امور عادیہ کے اسباب کا دخل نہیں ہوتا جیسے ہم کہتے ہیں اس مریض کو طبیب نے شفا دی اگر چہ اللہ اور طبیب کے شفا دینے میں لفظی اشتباہ تو پایا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کن فیکون کے جس ارادے سے کسی چیز پر تصرف کرنا چاہتے ہیں تو یہ ارادہ صفات الٰہی کے ساتھ مختص ہے اس سے معلوم ہوا طبیب جب کسی مریض کی شفا کا ارادہ کرتا ہے اس کے ارادے میں اسباب عادیہ کا دخل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی مریض کو شفا دینے کا ارادہ فرماتے ہیں اس میں اسباب عادیہ کا دخل نہیں ہوتا''

(عقیدۃ السنیۃ ص۲۲)

امام علی الخواص فرماتے ہیں:۔

فمعنی قول الحق کن ای اظهر من علمنا الخاص بنا الی عالم الشهادة ولا یلزم من قدم کن من الحق قدم المکون

(درر الغواص علی فتاوی علی الخواص ص۱۲۰)

''اللہ تعالیٰ کے قول کن کا معنی یہ ہے کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ کے علم خاص سے ظاہر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوکر عالم شہادت میں موجود ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے امر کن کے قِدم سے اس کے مکون کا قِدم لازم نہیں ہوتا"

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ابن عربی کے نزدیک معدوم قابل وجود ایک متحقق شی ہے اور اس کی ماہیت بھی ازل میں ثابت ہے لیکن آئمہ اہل السنتہ اور عامہ عقلاء آدم خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ اس کے قائل ہیں کہ معدوم فی نفسہ نیست ہوتا ہے اور اس کی قرآن سے بھی تائید ہوتی ہے اللہ تعالیٰ زکریا علیہ السلام کو فرماتے ہیں:۔

وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئاً (۱۹:۹)

"یعنی میں نے تجھے پیدا کیا حالانکہ تو اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا"

اور انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

اولا یذکر الانسان انا خلقنه من قبل ولم یک شیئاً (۱۹:۶۷)

"کیا انسان کو یہ بات نہیں معلوم کہ میں نے اسے اپنے حکم سے پیدا کیا حالانکہ وہ اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا"

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور انسان اپنی تخلیق سے قبل معدوم الوجود تھے اور اللہ نے اپنے امر کن سے ان کو موجود کر دیا۔

ولم یک شیئاً سے ثابت ہو رہا ہے معدوم فی نفسہ نیست ہوتا ہے اور کن فیکون کا مفہوم یہ ہے امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وقوله تعالی انما قولنا لشیٔ اذا اردناه ان نقول له کن فیکون قد استدل به من قال المعدوم شیٔ وهو حجة علیه لانه اخبر انه یرید الشیٔ وانه یکونه وعندهم انه ثابت فی العدم والقرآن قد اخبران نفسه تراد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ومکون .

''ابن عربی کہتا ہے کن فیکون کے خطاب سے ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کو کن کہا جارہا ہے وہ معدوم ایک ثابت شی ہے لیکن یہ دلیل ان کے خلاف جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمانا یہ ہے کہ وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے نہ کہ اس کی تکوین کرتا ہے اور یہ لوگ اسے عدم میں ثابت قرار دیتے ہیں جس میں اس چیز کی صورت کا ارادہ کیا جاتا ہے اور قرآن کہتا ہے کہ عین وہی شی مراد اور وہی مکون ہے۔''

(حقیقة مذهب الاتحاد بين ص ۱۴)

اور ماہتیہ کے ثبوت کی تردید کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:۔

قال الذی علیه اهل السنته ان الماهیات مجعولة وان الماهیة کل شی عین وجوده وانه لیس فی وجود الشی قدراً زائد اعلی ماهیة بل لیس فی الخارج الا الشی الذی هوا لشی وهو عینه ونفسه ولیس وجوده وثبوته فی الخارج زائداً علی ذلک واولئک یقولون الوجود قدرّزائد علی الماهیة والماهیات غیر مجعولة ووجود کل شی زائد علی ماهیة

(حقیقة مذهب الاتحاد بين ص ۱۵)

''آئمہ اہل السنۃ کا مسلک یہ ہے کہ ماھیات مجعول اور مخلوق ہیں اور ہر شی کی ماہیت ہی اس کا عین وجود ہوتی ہے اور یہ کہ اپنے وجود پر ماہیت کی حیثیت کسی قدر زائد کی نہیں ہوتی اور خارج میں جو چیز پائی جاتی ہے وہی خود شی بھی ہے اور اپنا عین نفس اور حقیقت بھی اور خارج میں اس کا وجود اور ثبوت اس سے زائد کچھ بھی نہیں ہے۔''

(حقیقةمذهب الاتحاد بين ص ۱۵)

ابن عربی ان معدومات ممکنہ کی ماہیات کو ذات حق کا عین قرار دیتا ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۔لیکن فلاسفہ اور معتزلہ اشیاء موجود اور ان کی ماھیات میں فرق کرتے ہیں اور ان کے نزدیک ماھیات غیر مخلوق ہیں اور انہیں خدا کا عین نہیں مانتے۔

خالق ومخلوق کی وحدت

ابن عربی اپنے فلسفہ میں سارا زور اس بات پر دیتے ہیں کہ خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے جب تک اس فرق کو حقائق کے ساتھ واضح نہ کیا جائے ہم وحدۃ الوجود کے نظریے کی اچھی طرح تغلیط نہیں کر سکتے حقیقت یہ ہے کہ ابن عربی اللہ تعالیٰ اور مخلوق میں فرق واختلاف کے جو حدود ہیں ان کی ذات جوہر اور اصل وجود سے متعلق نہیں سمجھتے بلکہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ اختلاف کے یہ حدود اس طرح کے ہیں جس طرح دریا مثلاً اپنی سطح پر موج وحباب کو ابھار دے یا ایک درخت شاخوں پتوں اور پھولوں میں تقسیم پذیر ہو جائے اس نظریے سے دیکھئے گا تو واقعی موج وحباب کی بوقلمونیوں کے باوجود دریا ایک ہی رہے گا اور برگ وبار کے تنوع کے باوصف حقیقت شجریہ میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوگا امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:۔

''وحدت الوجود کے حامی اس حقیقت کو نہیں سمجھ پائے کہ ہر ہر مقید چیز اپنی خصوصیات وجود میں اس درجہ منفرد ہے کہ اس کے افراد کے مابین کوئی حقیقة کلیه یا ماهية مشترکہ پائی نہیں جاتی یہ محض ذہن انسانی کی کرشمہ سازی ہے کہ وہ موج وحباب میں خواہ مخواہ ایک مطلق دریا کا تصور قائم کر لیتا ہے ورنہ یہاں کا ہر تعین اور اس کا عالم رنگ وبو کا ہر تقید اپنے اپنے ممیزات اور خصوصیات کا تنہا حامل ہے''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ظاہر اور مظاہر میں حقیقی تغایر ہے

ابن عربی کے نزدیک کائنات کی ہر چیز اسماء الٰہیہ کے کسی نہ کسی اسم کی مظہر ہے اس لئے ظاہر و مظہر کے درمیان حقیقی عینیت پائی جاتی ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:۔

اس سلسلہ میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ظاہر اور مظاہر میں نسبت تغائر ہے یا نہیں اگر یہ دونوں باہم متغائر ہیں تو پھر ان میں کثرت اور تعدد ثابت ہوا اور اگر ان دونوں میں نسبت تغائر نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اس میں تجلی کا مفہوم متعین نہیں ہوسکا اس طرح ظاہر اور مظاہر کی دوخانوں میں تقسیم باطل ہو جاتی ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فان قالوا المظاهر غير الظاهر لزم تعدد وبطلت الوحدة وان قالوا المظاهر هى الظاهر لم يكن قد ظهر شئ فى شئ ولا تجلى شئ فى شئ

(الحجج العقليه والنقليه ص ۲۵)

''اگر یہ کہیں کہ مظاہر اپنے ظاہر کا غیر ہیں تو اس سے تعدد لازم آتا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان وحدت باطل ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ کہیں کہ مظاہر عین ظاہر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا نہ کوئی شی کسی شی میں ظاہر ہوئی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کسی دوسری چیز کے وجود میں جلوہ گر ہوئی ہے۔''

(الحجج العقليه)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ظاہر و مظہر کی عینیت پر جس طرح امام ابن تیمیہ نے اعتراض کیا ہے اس سے ابن عربی کا وہ نظریہ جس میں وہ خالق اور مخلوق کے درمیان وحدت ثابت کرتا ہے اس کی پوری عمارت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ والحمدللہ علی ذلک

مغائرت کی نفی سے اللہ کا تقرب حاصل نہیں ہو سکتا

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے جو عبد کے ساتھ اپنا تقرب بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔ ایاک نعبد ۔ ہم تجھے اپنی ہر عبادت میں اپنا حقیقی معبود بناتے ہیں اس میں عابد اور معبود کے درمیان جب تک مغائرت ثابت نہ کی جائے مسلمان کی کوئی عبادت بھی صحیح نہیں ہو سکتی اور لاموجود کے تصور میں جب عبادت کرنے والے کی مغائرت کی نفی ہو جاتی ہے تو پھر اس سے ہر قسم کی عبادت بھی معطل ہو جائے گی اور عبادت کے اس تعطل سے تقرب الٰہی کے تمام مقامات بھی معطل ہو جائینگے۔

علامہ اقبال کے ذہن پر ابن عربی کے اثرات

پروفیسر یوسف سلیم چشتی جو علامہ اقبال کے انتہائی قریبی رفیق ہیں اور آپ کی تمام کتابوں کے عظیم شارح ہیں علامہ اقبال کے نظریات میں جو عقیدۃً کافی تضاد پایا جاتا ہے۔ عصر حاضر میں ارباب علم کو اس سے کافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ چونکہ ہماری یہ مختصر تحریر ابن عربی کی تقبیحات پر لکھی گئی ہے اس لئے ہم پروفیسر چشتی کی تحریر سے اس اشتباہ کو دور کر رہے ہیں۔ کہ علامہ اقبال آخر میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابن عربی کے الحادی نظریے کی طرف کیوں راغب ہو گئے تھے وہ لکھتے ہیں:۔

علامہ اقبال نے اپنی مشہور کتاب جاوید نامہ کا بنیادی تصور بواسطہ رومی ۔ جامی ۔ عراقی اور ابن عربی کے فلسفے سے مقتبس کیا ہے۔ بعض اصحاب کو میرا یہ قول عجیب سا معلوم ہوگا وہ یہ کہیں گے کہ علامہ اقبال تو ایک جگہ یہ لکھ رہے ہیں:۔

''جہاں تک مجھے علم ہے فصوص الحکم میں سوائے الحاد اور زندقہ کے اور کچھ نہیں ہے''

ارباب علم کو یہ غلط فہمی اس لئے لاحق ہوتی ہے کہ علامہ اقبال کے ذہنی ارتقاء کی مکمل تصویر ان کے سامنے نہیں ہوتی۔

اس کا مختصر جواب یہ ہے۔

۱۔ علامہ اقبال آغاز میں صف اول کے کانگرسی اور وطن پرست تھے ۱۹۰۵ء میں انہوں نے یہ نظم لکھی تھی

؎ سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

۲۔ ۱۹۱۱ء میں علامہ اقبال مرزائیت کی طرف راغب ہو گئے تھے کیونکہ انہیں ٹھیٹھ اسلام کا نمونہ صرف قادیان میں نظر آتا تھا ۱۹۲۲ء میں انہوں نے وطن پرستی سے اور ۱۹۲۵ء میں انہوں نے احمدیت سے قطع تعلق کر لیا تھا۔

۳۔ ۱۹۱۲ء میں جب علامہ اقبال نے امام ابن تیمیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو وہ ابن عربی سے بدظن ہو گئے انہوں نے ۱۹۱۵ء میں ابن عربی کیلئے نادانستہ طور پر سخت الفاظ استعمال کئے لیکن جب ۱۹۲۸ء میں علامہ اقبال نے بطور خود فصوص الحکم کا مطالعہ کیا تو وہ ابن عربی کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جلالت شان کے معترف ہو گئے پھر اس کے بعد اپنی بقیہ عمر میں اسی عقیدے پر جمے رہے۔ چنانچہ انہوں نے لندن میں مجلس افکار ارسطو پر جو خطبہ ۱۹۳۳ء میں پڑھا تھا۔ اس میں جب وہ کانٹ کے نظریے پر تنقید کرتے ہیں تو وہاں اس خطبہ میں فصوص الحکم کو اپنا مستدل بناتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"شی کما ھو اور شی کما ظھر کے متعلق کانٹ نے جو نظریہ پیش کیا ہے اس کی بدولت مابعد الطبیعات کے امکانات کے مسئلہ کی نوعیت بڑی حد تک متعین ہو گئی لیکن میں کہتا ہوں اگر ہم اس موقف کو معکوس کر دیں تو دنیا کے عظیم المرتبت فلسفی ابن عربی نے کس پتہ کی بات لکھی ہے کہ حق تعالیٰ مشہود ہے اور عالم معقول۔

(فلسفہ الٰہیات کی تشکیل جدید ص ۱۸۳)

(شرح جاوید نامہ از پروفیسر چشتی ص ۲۳۸)

علامہ اقبال کی اس متضادہ روش کے بعد بہتر یہی ہے کہ ارباب علم آپ کی کسی تحریر کو بھی کسی بات کیلئے بطور استدلال استعمال نہ کریں بس ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھیں کہ وہ ایک مجذوب قلندر تھے انہوں نے جس میکدے میں بھی قدم رکھا۔ ان کے کسی جام کو بھی سیدھا کر کے نہیں پیا۔

چار آدمیوں کا طلسم اور شنکر اچاریہ کا فلسفہ

پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں

علامہ اقبال نے مجھ سے ایک دفعہ فرمایا تھا چار آدمی ایسے گزرے ہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۔اگر کوئی شخص ان کے طلسم میں گرفتار ہو جائے تو اس کی رہائی بہت ہی مشکل ہے وہ چار یہ ہیں۔

۱۔ ابن عربی ۶۳۸ھ م ۲۔میرزا بیدل ۱۱۵۴ھ ۳۔شنکر اچاریہ وفات ۱۸۳۶ء
۴۔ ہیگل وفات ۱۸۳۱ء

شنکر اچاریہ وہ ہے جس نے گیتا کی تشریح وحدۃ الوجود کے رنگ میں کر کے ہندو قوم کو عمل سے بیگانہ بنا دیا ہے۔شنکر اچاریہ اتحاد الوجود کا قائل ہے یعنی خدا بشکل کائنات جلوہ گر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہندو صوفیہ نے خدا کو اس قدر پست کر دیا ہے کہ ہر شی خدا ہو گئی ویدانتی کہتا ہے کہ برہما خود سنسار بن گیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خدا غائب ہو گیا ابن عربی کہتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی موجود نہیں ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عالم غائب ہو گیا۔

(شرح اسرار خودی علامہ اقبال ص ۱۹۰)

آخر میں علامہ اقبال خود ابن عربی کے طلسم میں گرفتا ہو گئے تھے آپ فرماتے ہیں

؎ چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں

(شرح اسرار خودی ص ۱۸۲)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سرمد اور ابوالکلام آزاد کی الحادی عقیدت

مولانا آزاد لکھتے ہیں۔

جب علماء نے مجمع میں سرمد کو لباس پہننے کیلئے کہا تو اس نے انکار کر دیا تو اورنگ زیب نے کہا کہ محض برہنگی وجہ قتل نہیں ہو سکتی اس سے کہا جائے کہ کلمہ پڑھے سرمد کی عادت تھی کہ کلمہ لا الہ سے آگے کچھ نہ پڑھتا تھا۔ علماء نے سرمد سے کلمہ پڑھنے کی خواہش کی تو اس نے اپنی عادت کے مطابق صرف لاالہ پڑھا کہ جملہ نفی ہے اس پر علماء نے شور مچایا تو اس نے کہا میں ابھی تک نفی میں مستغرق ہوں مرتبہ اثبات تک نہیں پہنچا اگر الا اللہ کہوں تو جھوٹ ہوگا علماء نے کہا ایسا کہنا کفر ہے اگر توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔

یہ علماء ظاہر پرست نہیں جانتے تھے کہ سرمد اس سے بہت اونچا ہے کہ اسے کفر و ایمان کی بحثیں سنائی جائیں اور وہ قتل و خون کے حکم سے مرعوب ہو۔ یہ کفر ساز علماء تو مدرسہ و مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر سوچتے تھے کہ محراب کی کرسی کتنی اونچی ہے اور سرمد اس منارہ عشق پر تھا جہاں دیوار کعبہ اور مندر بالمقابل نظر آتے ہیں اور جہاں کفر و اسلام کے علَم ایک ساتھ لہراتے ہیں اس کے بعد سرمد کو قتل کر دیا گیا ابراہیم بدخشانی راوی ہے کہ سرمد کے سر کشتہ سے کلمہ پڑھنے کی آواز آتی تھی۔

(ارمغان آزاد ص ۲۶۲)

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وحدۃ الوجود کے فلسفے کی بنیادی غلطی

ابن عربی کے فلسفے میں جس بات کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کائنات میں دوسرا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس لئے اس نظریے کو وحدۃ الوجود کہتے ہیں۔ یہ ایسا نظریہ ہے کہ اس کے باوجود خود ابن عربی اپنی ایک تحریر سے اس کی تغلیط کر رہے ہیں فتوحات مکیہ کے باب ۳۶۷ میں لکھتے ہیں۔

اجتمعت روحی بھارونؑ فقلت لہ یا نبی اللہ کیف قلت فلا تشمت بی الاعداء ومن الاعداء حتیٰ تشھدھم والواحد منا اجل الی مقام لا یشھد فیہ الا اللہ فقال ھارون علیہ السلام صحیح ماقلت فی مشھد کم ولکن اذالم یشھداحدکم الا اللہ فھل زال العالم فی نفس الامر کما ھو فی مشھد کم ام العالم باق لم یزل وفحبتم انتم عن شھودہ لعظم ما تجلی مقلوبکم فقلت لہ العالم باق فی نفس االامرلم یزل وانما حجبنا نحن عن مشھودہ فقال ھارون علیہ السلام قد نقص علمکم باللہ فی ذلک المشھد بقدر مانقص من شھود العالم فانہ کلہ آیات اللہ فافاذنیؑ علماً لم یکن عندی

(الیواقیت والجواہر امام شعرانی ص ۶۴ ج ۱)

''ابن عربی لکھتے ہیں ایک مکاشفے میں میری روح حضرت ہارونؑ کے ساتھ جمع ہوگئی میں نے عرض کی یا نبی اللہ آپ نے یہ کیسے کیا۔ ''فلا تشمت بی الاعداء ۔ مجھے دشمنوں کی شماتت سے محفوظ رکھئے''

یہاں اعداء کون ہیں جن کا آپ مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ہم لوگ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تو ایسے مقام پر پہنچے ہوئے ہیں۔ کہ ہم اس کائنات میں اللہ کے سوا دوسرے کسی کو بھی موجود نہیں مانتے۔ حضرت ہارونؑ نے فرمایا تم اپنے مشاہدے کے مطابق صحیح بات کہہ رہے ہو۔

لیکن جب تم اپنے مشاہدے میں اللہ کے سوا دوسرے کسی کو موجود نہیں سمجھ رہے تھے۔ کیا اس وقت یہ کائنات حقیقت میں زائل ہوگئی تھی یا یہ کائنات اپنے مقام پر جوں کی توں موجود تھی۔ حالانکہ یہ قلبی تجلی تھی جو تمہیں اس کے شہود سے محجوب کر رہی تھی میں نے کہا واقعی یہ کائنات اسی طرح اپنے مقام پر قائم اور دائم تھی لیکن ہم اس کے مشاہدے سے اس وقت محجوب تھے اس کے بعد حضرت ہارونؑ نے فرمایا!

شہود کے اس مقام میں تمہارا علم اللہ کے ساتھ ایسا ہی ناقص تھا۔ جس طرح کائنات کے مشاہدے میں تمہارا کشفی علم ناقص تھا۔ حالانکہ اس کائنات کے حسی وجود کے ذریعے تو اللہ کے موجود ہونے کی دلیل ثابت ہو رہی ہے۔ اس کے بعد ابن عربی کہتے ہیں۔

حضرت ہارونؑ نے مجھے ایک ایسی حقیقت سے متعارف فرمایا جس کا مجھے پہلے علم ہی نہ تھا"

(الیواقیت والجواہر از امام شعرانی ص ۶۴ ج ۱)

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک جلیل القدر ولی کے قول سے عینیت کا نفیس جواب

امام شعرانی فرماتے ہیں۔

بعض عارفین دعوی کرتے ہیں کہ ان کے شہود میں کائنات کا وجود منعدم ہوجاتا ہے حضرت علی الخواص فرماتے ہیں:

فهو صدق منهم لانهم مازادو ا على مااعطا هم من ذوقهم ولكن انظرهل زال من العالم فازال عندهم

(الجواهر والدرر ص ۳۱۶)

"وہ یہ بات اپنے نظریے کے مطابق صحیح کہتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں اس معاملے میں جتنا کشفی ذوق حاصل ہوتا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن بات یہ ہے جب وہ اپنے ذوقی کشف میں کائنات کے منعدم کا مشاہدہ کرتے ہیں آپ یہ بتلائیں کیا اس وقت خارج میں ساری کائنات اپنے مقام سے واقعی زائل ہوجاتی ہے؟"

(الجواهر والدرر ص ۳۱۶)

کائنات تو حساً خارجاً ہر وقت موجود رہتی ہے۔ عارف کے ذہن میں صرف اس کا تصور موجود ہوتا ہے نہ کہ حساً کائنات کا مادی وجود اس کے ذہن میں موجود ہوتا ہے اس لئے وہ صرف اپنے ذہنی کشف میں کسی چیز کو موجود بھی کر سکتے ہیں اور معدوم بھی لیکن خارجاً کسی موجود وجود کو منعدم نہیں کر سکتے۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عیسائیوں کے نزدیک وجودی صوفیہ کا مقام

حضرت علی الخواص فرماتے ہیں مجھے ایک عیسائی عالم نے کہا:

نحن اقل شرکا باللہ تعالٰی منکم نحن جعلنا مع اللہ الھاً آخر وانتم جعلتم الھۃً مع اللہ لا تحصٰی فقلت ماھی قال تقومون بالوھیۃ کل شئی. فعلیک یا اخی باتباع العلماء العاملین من السلف وانخلف وایاک ماانتحلہ غلاۃ الصوفیہ

(الجواھر والدرر ص ۳۲۵)

''جتنا تم اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہو ہم اس سے قلیل مقدار میں بھی شرک نہیں کرتے کیونکہ ہم تو صرف اللہ کے ساتھ ایک دو الـہ بناتے ہیں اور تم لوگ تو اللہ کے ساتھ بے شمار الـہ بناتے ہو۔ حتی کہ مخلوق کی ہر چیز پر الوھیت کا اطلاق کرتے ہو۔ اس کے بعد بطور وصیت فرماتے ہیں اے میرے بھائی تمہیں صرف اسلاف اور اخلاف کے محققین علماء کی اتباع کرنی چاہئے۔ اور ان غالی صوفیہ سے دور رہنا چاہئے جن کا عقیدہ ہے مخلوق کی ہر چیز اللہ کا عین ہے اور ان پر اللہ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

حضرت تھانوی لکھتے ہیں:

''ایک انگریز نے وحدۃ الوجودی صوفی کو کہا تھا کہ تم لوگ ہم پر تین خدا کہنے پر اعتراض کرتے ہو اور تم لوگ خود ہر چیز کو خدا کہتے ہو یہ مسئلہ وحدۃ الوجود کا ناس مارا ہے جاہل صوفیہ اس کی حقیقت تو سمجھے نہیں بس ہر چیز کو خدا کہنے لگ گئے۔

(اشرف الجواب ص ۳۴ ج ۲)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کشفی مشاہدے کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت

صوفیہ کرام کائنات کی پوشیدہ چیزوں کا کس طرح مشاہدہ کرتے ہیں۔ شیخ عبدالعزیز دباغ لکھتے ہیں:۔

فیشا هد الولی الارضین السبع وما فیهن والسموات السبع وما فیهن وکذلک یشاهد الامور المستقبلة لایری ذلک ببصره وانما یراه ببصیرته التی لا لیجبها سترو لا جدار واهل الحق و الباطل فی هذا الفتح علی حد سواء ولذایقال الکشف اضعف درجات الولایته ای لانه یوجد عند اهل الحق ویوجدعند اهل الباطل و صاحبه لایائن علی نفسه من القطیعة

(ابریز عبدالعزیز ص ۳۰۳)

ولی اپنے کشف کے ذریعے سات زمینوں اور سات آسمانوں کی تمام چیزوں کا مشاہدہ کرلیتا ہے۔اسی طرح مستقبل کے واقعات کو بھی اپنے کشف کے ذریعے معلوم کرلیتا ہے اس کا یہ مشاہدہ ظاہری آنکھ سے نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی کشفی بصیرت کے ساتھ ہر چیز کو معلوم کرلیتا ہے یہ ایسا مشاہدہ ہے جسے نہ کوئی دیوار اور نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے۔

اس وجدان اور مشاہدے میں اہل حق اور اہل باطل دونوں برابر ہیں اسلئے محققین کہتے ہیں کشف والہام ولایت کا نہایت ہی ادنیٰ درجہ ہے کیونکہ جس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرح مسلمان ولیوں کو کشف ہوتا ہے اسی طرح ہنود کے رشیوں اور عیسائیوں کے راہبوں کو بھی یہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ وہ بھی کشفاً کافی پوشیدہ امور کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔

عقائد کی تمام مسلمہ کتابوں میں لکھا ہے۔

ان الا لهام و الكشف ليس بحجة

''ولی کا کشف اور الہام شریعت میں حجت نہیں ہے''

اس سے معلوم ہوا کشف ایک ذہنی تخیل ہے جو مجاہدوں کی مزادلت کے بعد ہر کافر اور ہر مسلمان کو یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے۔

ابن عربی بھی اسی کشف کے ذریعے اپنے ذہنی تخیل میں کائنات کو معدوم تصور کرتا ہے حالانکہ اس کے اس کشفی تخیل کی وجہ سے کائنات خارجاً مستقل طور پر موجود رہتی ہے۔

؎ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

☆☆☆

کائنات کی عینیت کی ایک باطل دلیل

امام شعرانی لکھتے ہیں!

وجودیہ صوفیہ کہتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ قسم اس چیز کی کھائی جاتی ہے۔ جو بہت ہی عظمت کی حامل ہو۔

ولا يصح ان يقسم تعالى مما ليس هو لان المقسوم به هو الذى ينبغى له العظمة فما اقسم بشى ليس هو.

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''کیونکہ مقسوم بہ میں اس کی عظمت کوملحوظ رکھا جاتا ہے۔اس لئے قرآن میں جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے وہ چیزیں عظمت کی وجہ سے غیر اللہ نہیں ہوسکتیں۔

(الجواهر والدرر)

وهو بشير الى العارف بالله ما اقسم حقيقة الابريه لا نه اذا قرن الحادث بالقديم لم يبق للحادث اثر بخلاف غير العارف بالله فليس له ان يقسم بشئى من المخلوقات

(الجواهر والدرر ص ۱۹۰)

اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ عارف باللہ بھی مخلوق کی قسم کھا سکتا ہے کیونکہ حادث جب قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس وقت حادث کے وجود کا اثر زائل ہو جاتا ہے اور وہ چیز عین اللہ بن جاتی ہے۔ہاں جو حضرات معرفت کے اس مقام کے حامل نہیں ہیں وہ غیر اللہ کسی مخلوق کی بھی قسم نہیں کھاتے''

(الجواهر والدرر)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ قرآن فہمی میں کتنے جاہل ہیں ان کو یہ معلوم بھی نہیں ہے قرآن میں ان قسموں کا صحیح مفہوم کیا ہے۔

(امام ابن قیم کی کتاب اقسام القرآن میں ان قسموں کی بہترین تشریح کی گئی ہے اہل علم وہاں مراجعت کر سکتے ہیں)

دوسرا اس میں ایک ایسی چیز بیان کی گئی ہے جس سے شریعت اور قرآن کی پوری عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔کہ جب حادث کا قدیم کے ساتھ اقتران ہو جاتا ہے تو حادث کی ہر چیز عین خدا بن جاتی ہے اور اسی نکتے پر ہی وحدۃ الوجود کے نظریے کی بنیاد رکھی گئی ہے اس نظریے کے مطابق جب عابد و معبود کا فرق ختم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہو جائے گا تو اس کے ساتھ عبادت کا وجود بھی ختم ہو جائے گا دوسرا اس میں ہے کہ وجودی عارف ہر مخلوق کی قسم کھا سکتا ہے اور اسلام میں ہے۔ کہ حلف لغیر اللہ شرک کے مترادف ہے جس نظریے میں شرک کو بھی عین توحید سمجھا جا رہا ہو تو پھر دوسری چیزوں کی تحلیل و تحریم میں کیا فرق باقی رہ جائے گا۔

ایک شبہ کا ازالہ

جب ان حضرات کے نزدیک شرک اور بت پرستی بھی عین توحید ہے اور عابد و معبود کے درمیان حقیقی مغائرت ختم ہو جاتی ہے پھر یہ لوگ نماز و روزہ اور حج کے ارکان کی ہر پابندی کے ساتھ کیوں عمل کرتے ہیں عبادت کی ظاہری صورت سے عبادت کی اصل حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی بلکہ ہر عبادت میں اس کے سامنے اس کے معبود کے تصور کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ امام ابن حاج فرماتے ہیں اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کے وقت یہ تصور کرے کہ میں فلاں حسین عورت کے ساتھ مباشرت کر رہا ہوں تو اس کی یہ شرعی مجامعت زنا کے مترادف بن جائیگی۔

(مدخل الشرع)

دیکھئے مجامعت کی یہ حلال صورت اس فاعل کے غلط تصور کی وجہ سے کس طرح گناہ میں تبدیل ہو گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر عبادت اور نیکی کے بعد دیکھا جائے گا کہ اس عبادت کا فاعل اللہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا ہے اس کے بعد اس کی ہر نیکی کی حقیقت سامنے آ جائیگی۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اقتران الحادث بالقدیم کا جواب

حضرت علی الخواص اس نظریے کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

ان المجود المستفاد هو على اصله ماانتقل عن امكانه فكيف قلتم انه ماثم الاوجود الحق فقال حكم الممكن باق وعينه وماهو عين الاشياء على ذو انتهابل هو هو والاشياء شياً

(در رالغواص علی فتاوٰی سید علی الخواص ص۱۹۰)

یہ کائنات جو خارجاً موجود ہے۔اپنی اصل پر قائم ہے وہ اپنے امکان کی حقیقت سے خارج ہوکر دوسری کسی حقیقت میں منتقل نہیں ہوسکتی تمہارا یہ کہنا کہ یہاں اللہ کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے بالکل غلط ہے اس کے بعد فرمایا۔

ممکن ہر وقت اپنے امکانی مقام پر باقی رہتا ہے اور وہ اپنی حقیقت پر ثابت رہتا ہے اللہ جو واجب الوجود ہے وہ ممکن کائنات کا عین نہیں بن سکتا۔

بل هوهو والاشياء شيئاً

(درر الغواص)

واجب اور ممکن کی اتحادی عینیت کا نقص اور اس کی تردید

علم کلام کی کتاب جواہر الاعتقادیہ میں لکھا ہے

ان الواجب لواتحد بغيره لكان ذلک الغير اماواجبا او ممكن فان كان واجبا لزم تعدد الواجب وهو محال وان كاممكنا فالحاصل بعد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الاتحاد وان كان واجبا صار الممكن واجبا وان كان ممكنا صار الواجب ممكنا وكلاهما خلاف وباطل

(الجواهر الاعتقاديه ص۶۸)

اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اگر واجب ذات اپنے سوا کسی دوسرے کے ساتھ متحد ہوگی تو جس کے ساتھ وہ متحد ہوگی یا وہ واجب ہوگا یا ممکن اگر واجب ہوگا تو واجب کا واجب کے ساتھ متحد ہونے سے تعدد الوجباء ثابت ہو جائے گا۔ جو کہ عقلاً محال ہے اگر وہ ممکن ہوگا تو ان دونوں کے اتحاد کے بعد یہ نتیجہ نکلے گا اگر آپ واجب اور ممکن کے اتحاد کو وجوب کا درجہ دیں گے تو پھر اس اتحاد کی وجہ سے ممکن کو بھی واجب میں تبدیل ہونا پڑے گا۔ اگر آپ اس اتحاد کو ممکن کا درجہ دیں گے تو پھر واجب کو اتحاد کی مشارکت کی وجہ سے ممکن میں تبدیل ہونا پڑے گا۔ کیونکہ دو چیزوں کے درمیان عینیت۔ اتحاد یا مشارکت تب ثابت ہو سکتی ہے جب دونوں کے درمیان مابہ الاشتراک کوئی وصف ضرور موجود ہو۔

علامہ محمد اویس ندوی عقیدۃ السنیہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ولا يتحد بغيره يقول يعقوبيته النصارى ان اللاهوت والناسوت اختلطا وامتزجا كا خلاط اللبن بالماء وهو قول من وافق هؤ لاء من غاليته المنتسبين الى الاسلام

(عقيدة السنية ص۳۳)

''اللہ کی ذات کسی کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتی عیسائیت کے فرقہ یعقوبیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کا حضرت عیسیٰ ؑ کے ساتھ اس طرح اتحاد ہے۔ یعنی وہ دونوں آپس میں اس طرح مل گئے ہیں جس طرح دودھ میں پانی مل جاتا ہے۔ اس قسم کا عقیدہ بعض غالی مسلمان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صوفیہ میں بھی پایا جاتا ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ مخلوق کا عینی اتحاد ہوسکتا ہے۔"

(عقیدة السنیة)

دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ممکن وجود کے حامل ہیں عیسائی حضرات ان کا اللہ کے ساتھ اتحاد اور عینیت ثابت کررہے ہیں پھر اس کے جواز میں جو مثال دی جارہی ہے اس سے ان کی صریحاً کم عقلی ثابت ہورہی ہے کیونکہ دودھ او رپانی دونوں ممکن اور محسوس وجود کے حامل ہیں پھر ان دونوں کے مائع ہونے میں مابہ الاشتراک صفت بھی ثابت ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہیں اور حضرت عیسیٰؑ ممکن الوجود ہیں۔ان دونوں کے اتحاد میں دودھ اور پانی کی مثال کیسے درست ہوسکتی ہے اسی طرح کائنات ممکن الوجود ہے اس کا واجب الوجود کے ساتھ عینی اتحاد ثابت کرنا کتنی حماقت کی بات ہے۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجوب الوجود
اتحاد اور عینیت کے منافی ہے

علامہ طوسی لکھتے ہیں:

ان وجوب الوجود ینا فی الاتحاد ولان وجوب الوجود یستلزم الوحدة فلو اتحد بغیرہ لکان ذٰلک الغیر ممکنا فیکون الحکم الصادق علی الممکن صادقا علی المتحد بہ فیکون الواجب ممکنا

(شرح تجرید الاعتقاد ص ۲۲۷)

اللہ تعالیٰ چونکہ واجب الوجود ہے اس لئے اس کے ساتھ نہ کسی کا اتحاد ثابت ہوسکتا ہے اور نہ عینیت کیونکہ واجب الوجود وحدۃ کو مستلزم ہے اگر اللہ تعالیٰ کی کسی کے ساتھ اتحاد اور عینیت ثابت کی جائے تو جس کے ساتھ اتحاد ہوگا وہ ممکن الوجود ہوگا اور ممکن کیلئے ضروری ہے کہ اس کا متحد بہ بھی ممکن ہو۔ اس لئے اس اتحاد میں واجب الوجود بھی ممکن الوجود کے مقام میں تبدیل ہو جائے گا۔ امام ابوالجعفر محمد بن الحسن الطّوسی لکھتے ہیں:

ولا یجوز علیہ الاتحاد لغیرہ لانہ لا یخلو ان یکون الاتحاد واجبالہ او جائزا ولو کان واجبا لوجب ذلک فی الازل وذلک یوجب وجود مایتحدبہ فی الازل وفی ذلک القدم المحال.

(الاعتقاد الھادی الی طریق الرشاد ص ۴۰)

اللہ تعالیٰ کی کسی کے ساتھ اتحاد اور عینیت نہیں ہوسکتی یہ بات اس امر سے خالی نہیں ہوسکتی یا یہ اتحاد اس کیلئے واجب ہوگا یا جائز اگر واجب ہوگا تو یہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اتحاد پھر ازل میں ہوتا اور ازل میں اتحاد کیلئے ضروری ہے کہ جس کے ساتھ ہوتا وہ بھی ازل میں موجود ہوتا اور یہ بات عقلاً محال ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ متحد بہ ازل میں موجود ہوتا تو وہ بھی قدیم ہوتا۔۔

''ایک قدیم کا دوسرے قدیم کے ساتھ موجود ہونا تعدد بالوجباء کی وجہ سے صریحاً محال ہے۔''

آئمہ متکلمین کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی کے ساتھ بھی اتحاد نہیں ہوسکتا۔ کسی کے ساتھ متحد ہونا یا دو وجودوں کا آپس میں عین ہونا یہ دونوں باتیں برابر ہیں ان کے باطل ہونے کی وجہ جو آئمہ متکلمین نے بیان فرمائی ہے اس کی ملخص تفہیم یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات چونکہ واجب الوجود ہے صفت وجوب کے ساتھ صرف ایک ہی ذات موصوف ہوسکتی ہے دو ذاتوں پر اس صفت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ ورنہ دوسری ذات بھی قدیم ثابت ہو جائے گی جو کہ عقلاً محال ہے جب ہم اللہ کے ساتھ کسی کی عینیت یا اتحاد ثابت کریں گے تو لازماً وہ چیز واجب تو نہ ہوگی بلکہ وہ ممکن ہوگی اور ممکن ذات کے ساتھ واجب ذات کا اس وقت اتحاد ہوسکتا ہے کہ اس ممکن کو بھی ازل میں ثابت کیا جائے تا کہ دونوں کے درمیان اتحاد کی صفت صحیح ہو سکے اگر اتحاد کیلئے ممکن کو ازل میں ثابت کیا جائے جب تک ممکن کو واجب نہ بنایا جائے ان دونوں کے درمیان نہ اتحاد ثابت ہوسکتا ہے اور نہ اس کے ساتھ عینیت۔ دوسری صورت یہ ہے اگر اتحاد کیلئے ممکن کو اپنے اصل مقام پر قائم رکھا جائے تو پھر اس کا واجب الوجود کے ساتھ اس طرح اتحاد ہوسکتا ہے کہ واجب کو ممکن کی صفت میں تبدیل کر دیا جائے اور یہ بات عقلاً محال ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اگر واجب ذات ممکن میں تبدیل ہو جائے تو پھر اس سے وجوب کا وجود ہی ختم ہو جائے گا فلاسفہ بھی اسی لغزش کا شکار ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو کائنات کی علت موجبہ مانتے ہیں۔ اس لئے اس علت کی معلول کائنات کو بھی وہ قدیم کہتے ہیں۔ اس لئے کہ معلول اپنی علت سے منفک نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح ابن عربی بھی یہی کہتا ہے کہ کائنات اللہ کے قدیم علم کی معلوم ہے۔ اس لئے جب اللہ کی صفت علم قدیم ہے اور یہ کائنات جو اس قدیم علم کی معلوم ہے وہ بھی لازماً قدیم ہو گی ہم اس کا پچھلے صفحات میں اچھی طرح رد کر چکے ہیں کہ علم الٰہی کی معلومات چونکہ لامتناہیہ ہیں۔ اس لئے صرف یہی کائنات اس کے معلوم کی تحدید نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کی لامتناہیہ معلومات میں ممکنات کثیرہ کے علاوہ دوسرے لاتعداد امور ممتنعات بھی داخل ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس محدود کائنات کو ہم الٰہی کا معلوم ثابت کر کے اس کی علمی تحدید نہیں کر سکتے دوسرا یہ کائنات چونکہ خارجاً موجود ہونے کی وجہ سے حادث اور ممکن ہے اس لئے ہم اس کا واجب الوجود کے ساتھ نہ عینیت ثابت کر سکتے ہیں اور نہ اتحاد قرآنِ پاک میں ہے۔

کل شیٔ ھالک الا وجھہ

قیامت کے قریب کائنات کی ہر چیز فنا ہو جائے گی اس وقت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی اور موجود ہو گی۔

ابن عربی کہتا ہے۔ کائنات چونکہ علم الٰہی کی معلوم ہے۔ اس لئے کائنات معلوم ہونے کی وجہ سے اللہ کی ایک صفت ہے۔ سوال یہ ہے اگر کائنات معلوم الٰہی ہونے کی وجہ سے اللہ کی صفت ہوتی۔ صفت تو موصوف سے علیحدہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں ہوسکتی جب اس آیت کے مطابق ساری کائنات فنا اور معدوم ہوجائے گی۔تو کیا اس وقت اعیان ثابتہ علم الٰہی میں موجود رہیں گے یا علم الٰہی سے محو ہوجائیں گے اگر آپ کہیں کہ وہ موجود رہیں گے تو پھر یہ موجودہ کائنات جوان اعیان ثابتہ کی عین ہے قیامت کے قریب کس طرح فنا ہوکر معدوم ہوجائے گی اگر آپ کہیں کہ اعیان ثابتہ بھی اس وقت محو ہو جائیں گے تو آپ کے قول کے مطابق اگر اعیان ثابتہ علم الٰہی سے محو ہو گئے۔تو کیا اس سے علم الٰہی کا جہل ثابت نہ ہو جائیگا۔دوسرا آپ کہتے ہیں کہ یہ کائنات جو معلومِ الٰہی ہے۔ازل سے علم الٰہی میں اعیانِ ثابتہ کی صورت میں منقش ہے۔آپ بتلائیں اعیانِ ثابتہ کے اس منقش نقشہ میں انواع کی جتنی مختلف شکلیں موجود ہیں ان شکلوں کو پہلے کس نے مدون کیا تھا یا یہ خود بخود علم الٰہی میں پیدا ہوگئیں تھیں اگر آپ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے سے انہیں علم الٰہی میں داخل کر دیا تھا اس طرح دو چیزیں ثابت ہوئیں جب علم الٰہی میں اعیان ثابتہ کی تدوین ارادہ الٰہی پر موقوف ہے تو پھر کائنات کی تدوین کو اللہ کے ارادے پر کیوں نہیں موقوف سمجھتے وہ چونکہ خالق بالا اختیار ہے وہ اگر چاہتا تو اس کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا۔جب پیدا نہ کرتا تو یہ اعیانِ ثابتہ بھی موجود نہ ہوتے۔فاعل بالاختیار ہونے کی وجہ سے وہ جس طرح معدوم سے موجود کرسکتا ہے اسی طرح وہ موجود کو معدوم بھی کرسکتا ہے جس طرح وہ قیامت کے قریب اس ساری کائنات کو معدوم اور فنا کردے گا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی قدرت حاکم ہے جو اپنے ارادے سے جس طرح چاہتا ہے کرسکتا ہے ابن عربی کہتا ہے کہ اللہ کا ارادہ محکوم ہے اور اس کا علم حاکم ہے لیکن ان دلائل کے بعد معلوم ہوا کہ اللہ کی قدرت حاکم ہے وہ اپنے علم کے ہر معلوم کو باقی بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رکھ سکتا ہے اور اسے محو بھی کر سکتا ہے۔

ابن عربی بھی ایک جگہ مجبور ہو کر لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ اگر اپنے اطلاق محض کے مرتبہ میں رہتے اور تجلی فگن نہ ہوتے تو اعیان ثابتہ بھی علم الٰہی میں ظاہر نہ ہوتے نتیجتاً یہ کائنات اپنے ظاہری وجود سے محروم ہو جاتی۔

(محی الدین ابن عربی حیات و آثار از ڈاکٹر محسن جہانگیری ص ۳۵۵)

دیکھئے اس میں ابن عربی صاف لکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنی مرضی سے جلوہ افگن نہ ہوتے تو نہ اعیان ثابتہ ظاہر ہوتے اور نہ کائنات ظاہر ہوتی۔ سوال یہ ہے اعیان ثابتہ جو علم الٰہی کے معلوم ہیں جب اعیان ثابتہ ظاہر نہ ہوتے تو پھر علم الٰہی میں جہل لازم آتا وہ اس کا جواب تا قیامت نہیں دے سکتے۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مادی اور محسوس چیزوں کی مثال سے وحدۃ الوجود کی تشریح

وحدۃ الوجود کی تشریح میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اس کی توضیح کیلئے جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں چند مثالیں زیادہ مشہور ہیں ایک مثال دریا اور اس کی امواج کے ساتھ اس طرح بیان کرتے ہیں دارہ شکوہ جو اس نظریے کے مشہور متکلم ہیں لکھتے ہیں۔

توحید بگویم ار بفہمی بادا　　موجود نہ بود ہیچ گہ غیر خدا
آنہا کہ تو مے بینی و میدانی غیر　　در ذات ہمی یکیست و در نام جدا

''اگر تو فہم رکھتا ہے تو میں تمہیں توحید کی حقیقت سمجھاتا ہوں اس کائنات میں اللہ کے سوا دوسرا کوئی بھی موجود نہیں ہے۔اس کائنات میں تو جن چیزوں کو اپنے مشاہدے اور عقل سے غیر محسوس کر رہا ہے ان تمام چیزوں کی ذات صرف خدا ہے اور اس میں جتنی چیزیں موجود ہیں یہ اللہ کے جدا جدا نام ہیں''۔

دارہ شکوہ اس کے بعد اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں:۔

پانی جب تک جمتا نہیں ہے اس کی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور نہ کوئی رنگ جب وہ جم جاتا ہے تو کبھی یخ کی صورت پکڑ لیتا ہے اور کبھی برف بن جاتا ہے کبھی ژالہ باری کی صورت میں بارش کے ذریعے زمین پر برستا ہے۔دیکھئے پانی ایک ہے۔لیکن مختلف صورتوں میں ظاہر ہو رہا ہے۔جب یہ چلتا ہوا ہو تو پھر وہی پانی اس کا نام رکھا جائے گا۔ جب کسی تالاب میں ایک جگہ ساکن ہو جاتا ہے۔تو یہ بھی پانی ہے اس طرح ہر دیکھنے والی آنکھ پانی کے تمام مراتب و کیفیات

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کو اچھی طرح پہچان لیتی ہے۔ جامی کہتا ہے۔

دریا است وجود صرف ذات وہاب ارواح ونقوش ہمچو نقش اند در آب
بحرے ست کہ موج میزند اندر خود گہ قطرہ گہ است موج گاہے ہست حباب

''وہ ذات ایک بحر کی طرح ہے کہ اس کے اندر موجیں اٹھتی رہتی ہیں۔ کبھی قطرہ کی صورت میں کبھی لہروں کی شکل میں اور کبھی حباب بن کر ابھرتا ہوا نظر آتا ہے''۔

اس کی توضیح کیلئے دوسری کافی مثالیں موجود ہیں۔ جیسا کہ نقش' لفظ اور معنی سب سیاہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جس درخت کی جڑ' پتے' شاخیں' پھول اور ثمر یہ سب اس کی گٹھلی سے نکلتے ہیں۔ لیکن اس کثرت کا وجود ۔ وحدت کا مانع نہیں ہے۔

واحد متکثر نشود از اعداد دریا متجزی نشود از امواج

''جیسے ایک کا عدد تمام اعداد میں ایک ہی رہ جاتا ہے اور دریا جس طرح اپنی موجوں کے ذریعے مختلف ٹکڑوں میں تقسیم نہیں ہو جاتا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تمام کائنات کی کثرت میں ظاہر ہو کر اپنی ذات میں ایک رہتا ہے''

(اردو ترجمہ حق نما از دارہ شکوہ ص ۲۸)

وحدت الوجود کی تمام معتبر کتابوں میں یہی مثالیں درج ہیں جن کی ظاہری تمثیلات انسانی فہم اور عقل کو آسانگی کے ساتھ متاثر کر لیتی ہیں۔

سید مظفر علی شاہ دائرۃ المعارف جواہر غیبی میں لکھتے ہیں:۔

''سریان وجود واحد مطلق در کثرات کونیہ ہمچو سریان واحد است در اعداد چہ کثرت مراتب اعداد بحقیقت غیر از تکرار واحد نیست''

''اکوان عالم کی کثرت میں وجود واحد مطلق کا سریان اس طرح ہوا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔جس طرح عدد واحد کا سریان اعداد کثیرۃ میں ہے۔تمام اعداد میں جس طرح صرف واحد کا تکرار معلوم ہوتا ہے۔اسی طرح کائنات کی کثرت میں بھی اسی ذات واحد کا مظاہر کی صورت میں تکرار معلوم ہوتا ہے۔حضرت جامی فرماتے ہیں:۔

گر طالب شرود گر کاسب خیر　　گر صاحب خانقاہ وگر صاحب دَیر
از روئے تعین ہمہ غیر اند نہ عین　　واز روئے حقیقت ہمہ عین اند نہ غیر

(جواہر غیبی ص ۲۲ ص ۳۲)

اس دنیا میں جو برائی کرر ہا ہے یا کوئی نیکی کرر ہا ہے اسی طرح اگر ولی خانقاہ میں ذکر الٰہی کرر ہا ایک پجاری مندر میں بیٹھ کر بتوں کو پوج رہا ہے۔ہم ان تمام کو تعینات کی وجہ سے تو اللہ کا غیر کہیں گے لیکن حقیقت کی وجہ سے ہم کافر اور مسلمان کو اللہ کی ذات کا عین کہیں گے۔ (جواہر غیبی ص ۲۲)

دیکھئے ان مختصر الفاظ میں وحدت الوجود کے فلسفے کی کس طرح آسان مثال اور سہل عبارۃ میں تشریح کی گئی ہے۔اگر آپ اپنی عقل کے دبیز پردوں کو تھوڑی دیر کیلئے ہٹا دیں تو ان الفاظ کے آئینے میں اس نظریے کی پوری تصویر سامنے آ گئی ہے۔شیخ صدرالدین قونوی جو ابن عربی کے خاص تلمیذ ہیں وہ لکھتے ہیں

كظهور المجمل فی المفصل ولواحد فی الكثيرة والنواة فی الشجرة

(جواہر غیبی ص ۵۱)

اللہ تعالیٰ کائنات میں اس طرح ظاہر ہے جس طرح مجمل کا مفصل میں ظہور ہوتا ہے۔یا جس طرح واحد کا اعداد کثیرۃ میں اور گٹھلی کا درخت کی شاخوں پتوں اور ثمر میں ظہور ہوتا ہے۔ (جواھر غیبی)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اللہ تعالیٰ کی معرفت کا وجوب اور باطل عقائد کی تردید کی اہمیت

تمام آئمہ متکلمین کا اتفاق ہے کہ انسان کی تخلیق کا بنیادی مقصد چونکہ عبادت ہے اسلئے اسے جب تک معبود حقیقی کی صحیح معرفت حاصل نہ ہوگی اس کی کوئی عبادت بھی صحیح نہیں ہوسکتی۔شرح عقائد عضدیہ میں ہے

ان عبادة الله واجبة بالاجماع لا يتصور العبادة بدون معرفة تعالى فمعرفةالله تعالى مقدمة الواجب المطلق

''اللہ تعالیٰ کی عبادت بالاجماع ہر انسان پر فرض ہے جب تک انسان کو اللہ کی صحیح معرفت حاصل نہ ہوگی۔اس کی کوئی عبادت بھی درست نہیں ہوسکتی۔''

(ملاجلال دوانی شرح عقائد عضدیہ ص۱۷۵)

اس لئے عقائد کے آئمہ لکھتے ہیں جہاں سے قصر کی مسافت شروع ہوتی ہے آبادی کے اتنے ہر فاصلے پر ایک محقق عالم کو مقرر کیا جائے۔تاکہ وہ آبادی کے اس ماحول میں لوگوں کو اسلامی عقائد کی تعلیم دیتا رہے۔

(مرام الکلام فی عقائد الاسلام ص۲)

ملاجلال دوانی لکھتے ہیں۔

والى الله المشتكى من زمان انطمس فيه معالم العلم والفضل وعمر فيه مرابط الجهل وتصدى برياسة اهل العلم والتميز بينهم من عرى عن العلم والتميز متوسلافى ذلک بالحوم حول الظلمة والانخراط فى مسلک اعوانهم وخدامهم والسعاية الباطلة سعيا لتحصيل مرامهم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خذلهم الله ودمرهم تدميرا واوصلهم الى جهنم.

(ملا جلال علی شرح عضدیہ ص۱۷۵ج ۱)

اہل علم ان الفاظ کو ذرا غور سے پڑھ کر اندازہ کریں کہ ہمارے اسلاف اسلام کی اس کمزوری پر کتنے درد کے ساتھ خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔اس میں زیادہ تر ارباب ثروت، خانقاہی مشائخ اور علماء کا زیادہ دخل ہے۔ہم ان کے حق میں بھی وہی کہتے ہیں جس طرح علامہ دوانی نے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے۔

خذلهم الله ود مرهم تدميرا وا وصلهم الى جهنم

''اے اللہ جن لوگوں نے اللہ کی صحیح معرفت کو برباد کر رکھا ہے۔ان کی زندگی کو آفات اور پریشانیوں کی آماجگاہ بنائے رکھ اور ان کے باطل نظریات اور مخدوش عزائم کو ریزہ ریزہ کردے اور موت کے بعد انہیں جہنم کے اعلیٰ طبقات میں تادیر مقید کردے۔''

اس کے بعد علامہ دوانی لکھتے ہیں۔

آغاز اسلام میں چونکہ وہ لوگ صحیح فطرت کے حامل تھے اور نہ اس وقت ان پر عجمی نظریات اثر انداز ہوئے تھے اس لئے وہ توحید کی سادہ الفاظ میں بھی تشریح سمجھ لیتے تھے۔عہد نبوت کے بعد جب فتوحات اسلامیہ کے تحت عجمی قومیں مسلمان ہوگئیں تو ان کے موروثی نظریات بھی اسلامی عقائد میں گھل مل گئے۔اس لئے علماء علم کلام کو مدون کر کے ان کی تشکیکات کو ہر دور میں رفع کرتے رہے۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اہل علم کی موجودہ روش پر چند آنسو

ہمارے دور میں دینی مدرسوں میں جو عربی نصاب پڑھایا جاتا ہے وہ اتنا کمزور ہے کہ ان سے فارغ شدہ علماء لکھے ہوئے ترجمہ کے بغیر قرآن کی ایک آیت کا بھی صحیح ترجمہ نہیں کر سکتے۔ علامہ تفتازانی کی شرح عقائد علم کلام کی اعلیٰ ترین کتاب ہے۔ یہ کتاب چونکہ عویق انداز میں لکھی گئی ہے۔ اس لئے اس کے فلسفیانہ دلائل کو طلباء کے سقیم اذہان اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے پس امتحان میں انہیں چند اعزازی نمبر دے کر پاس کر دیا جاتا ہے۔ اسلئے وہ علم کلام میں کمزور ہوتے ہیں۔ قرآن کی تفہیم کے لئے سورۃ بقرۃ کے چند رکوع تبرکاً بیضاوی وغیرہ سے پڑھادئے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں احناف کی اکثریت ہے۔ ان کے مقابلے میں اہل حدیث کے مدرسے ہیں۔ دونوں حضرات اپنے اپنے مدرسوں میں مشکوٰۃ اور صحاح ستہ کا دورہ کرواتے ہیں۔ چونکہ ان دونوں حضرات کے درمیان تقلید، سورۃ فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر وغیرہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسلئے وہ حدیث کے اس سارے نصاب میں ان ہی مسائل کی تردید اور تائید پر زور لگاتے رہتے ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد جن کے گلے میں کچھ مٹھاس ہوتی ہے۔ وہ واعظ بن جاتے ہیں۔ اگر تقریر میں کچھ شاطرانہ روش بھی رکھتے ہوں تو مناظر بن جاتے ہیں۔ اگر کچھ ذہنی ذکاوت رکھتے ہوں تو تدریس کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر وہ کسی خاص قابلیت کے حامل نہ ہوں تو حاجی بوٹا کی مسجد میں امام بن جاتے ہیں۔ دین کے ان تمام شعبوں میں معاشی ضروریات کو زیادہ مقدم رکھا جاتا ہے۔ چونکہ علماء کی معاشی ضروریات کو عوامی چندوں کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ذریعے پورا کیا جاتا ہے اس لئے چندہ کی وصولی میں حرام وحلال کا امتیاز بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ چندوں میں بینک کی سودی رقم بھی وصول کر لیتے ہیں۔ اہل علم جب ایسے حرام مال کو استعمال کرتے ہیں تو اس کی تاثیر سے ان کے علم و اخلاق میں تقویٰ کا نور ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے۔ جب دین کے معاملے میں ایسے حالات جمع ہو جائیں تو ان میں رازی، غزالی، تفتازانی، زمخشری اور جرجانی جیسے ذی علم کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔ پھر اس کا نتیجہ یہی تو نکلے گا۔ بلھے شاہ اور خواجہ فرید کے مجازی کلام کو معارف الٰہیہ کا اعلیٰ مقام سمجھا جائے گا۔

بس توحید کے اس پورے ماتم کدے میں ہمارے اتنے ہی آنسو کافی ہیں۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کائنات میں وجود کی قسمیں اور صوفیہ وجودیہ کا انکار

علامہ عبدالعزیز فرہاروی لکھتے ہیں

الکلام فی الوجود والعدم مفہومیہا بدیہی و اکثر الفلاسفۃ والمتکلمین علی ان الوجود مشترک بین الموجودات وقال الاشعری وجود کل شیٔ عنہ والاشتراک لفظی فلہم ان مفہوم العدم واحد اجماعا قال اکابر الحکماء المتکلمون ان اصول حقائق الاشیاء ثلاثۃ الوجوب والا متناع والامکان لان الشئی معنی ما یعلم ویخبر عنہ والا یخلو اما ان یقتضی وجودہ اوعدمہ اولا یقتضی شیئا منہا فالاول الواجب والثانی والممتنع والثالث الممکن الخاص

(کلمۃ الحق ومرام الکلام فی عقائد الاسلام ص ۷)

وجوداورعدم کامفہوم بدیہی ہے فلاسفہ اورآئمہ متکلمین کہتے ہیں کہ تمام موجودات میں وجود مشترک ہے لیکن امام اشعری فرماتے ہیں کہ ہر چیز اپنا ایک ذاتی وجود رکھتی ہے۔ ان کے درمیان جو اشتراک پایا جاتا ہے وہ لفظی ہے۔ معنوی نہیں ہے ان سب آئمہ کے نزدیک عدم کا ایک ہی مفہوم ہے۔ اکابر حکماء اور متکلمین فرماتے ہیں اشیاء کے حقائق کے تین اصول ہیں۔

۱۔ وجوب ۲۔ امتناع ۳۔ ممکن۔

کیونکہ چیز اسے کہتے ہیں جس کے ذریعے وہ معلوم ہو سکے اور اس کے ذریعے کسی دوسرے کو آگاہ کیا جاسکے اس لئے وہ تین باتوں سے خالی نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوسکتی۔ یا وہ چیز اپنے وجود کی مقتضٰی ہوگی۔ اسے واجب الوجود کہتے ہیں یا وہ عدم کی مقتضٰی ہوگی اسے ممتنع الوجود کہتے ہیں۔ تیسری وہ چیز جس کا موجود ہونا یا نہ ہونا ضروری نہ ہو اسے ممکن الوجود کہتے ہیں۔

(مرام الکلام)

دیکھئے تمام فلاسفہ اور متکلمین کے نزدیک ان تینوں کا مفہوم بدیہی ہے۔ بدیہی مفہوم اسے کہتے ہیں جس کا انکار عقلاً محال ہو لیکن وجودی صوفیاء ایسے بدیہی حقائق کا بھی صریحاً انکار کرتے ہیں۔ ان کے انکار کی مثال یہ ہے جیسے کوئی دن میں اپنی آنکھوں سے سورج کو بھی دیکھ رہا ہو دیکھنے کے بعد وہ یوں کہے کہ آسمان پر سورج موجود نہیں ہے بلکہ یہ میرا وہم ہے جس کی وجہ سے میں اپنے ذہن میں سورج کو موجود سمجھ رہا ہوں۔ شیخ عبدالرحمٰن لکھنوی جو وجودی نظریے کے عظیم شارح ہیں وہ لکھتے ہیں

اختلاف جمیع الموجودات من السماء والارض وما بینهما من البسائط والمرکبات اختراعی محض کسراب بقیة یحسبه لظمان ماء

(کلمة الحق ص ۱۹)

آسمان اور زمین اور جنتی مخلوق ان دونوں کے درمیان از قبیل عناصر بسیط و مرکبہ موجود ہے۔ ان چیزوں کے درمیان جو آپ کو حسی اختلاف نظر آتا ہے۔ وہ اختلاف محض ذہنی اختراع ہے، جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پیاسا دور سے جنگل میں ریت کے میدان کو سورج سے چمکتا ہوا دیکھتا ہے اور اسے دھوکا ہوتا ہے کہ شاید یہاں پانی بہہ رہا ہے۔ موجودہ کائنات کی تمام چیزوں کی مثال بھی ایسی ہے کہ ان کا وجود سراب کی مانند ہے اور ہم اپنے مشاہدہ کے دھوکے سے اسے حقیقت سمجھے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں۔

(کلمۃ الحق ص ۱۱)

اس وجودی شیخ کی ایک دوسری دلیل بھی سن لیجئے جس سے وہ کائنات کی تمام چیزوں میں حسی مغائرت کی نفی کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

''جو تعدد اور فرق از روئے حواس خمسہ موجودات کے درمیان محسوس ہوتا ہے۔ یہ تغایر قطعاً حقیقی نہیں ہے کیونکہ دو چیزوں میں اسی وقت غیریت حاصل ہوتی ہے جبکہ امر ثالث بھی ان دونوں متغایر اشیاء میں یا ان دونوں میں سے ایک میں ضم کر دیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی شے کبھی بہ نفس خود یعنی اپنی حقیقت میں منضم نہ ہوگی۔ پس اس امر ثالث کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ۱۔ یا تو وجود ہوگا۔ ۲۔ یا عدم محض ہوگا۔ اگر وجود ہوگا تو وہ اپنے نفس کے ساتھ ضم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس صورت میں اجتماع شئ واحد میں لازم آتا ہے اور اگر عدم محض ہوگا تو یہ بھی نفسِ وجود کے ساتھ کبھی ضم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس سے اجتماع نقیضین لازم آتا ہے۔ پس وہ امر ثالث جس کے سبب سے تغایر نظر آتا ہے۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو محض انتزاعی اور اختراعی ہے جس کا خارج میں وجود ہی نہیں ہے صرف اسے فرضی طور پر مان لیا گیا ہے۔

فظهر انه تفارق بين الوجود والموجود الا لفظا فثبت وحدة الموجودات وامتناع تعدد ها

پس اس سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ جو کچھ وجود اور موجود کے درمیان فرق محسوس ہوتا ہے وہ از روئے لفظ ہے، از روئے معنی نہیں ہے۔ پس اس سے موجودات کی وحدت بھی ثابت ہوگئی اور مابین تعدد کا امتناع بھی ثابت ہوگیا۔ (کلمۃ الحق ص ۱۸)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دو متغایر چیزوں کا وجود ایک ہے تو ان دونوں کے درمیان جو حسا تغایر معلوم ہو رہا ہے۔ وہ محض انتزاعی اور اختراعی ہے۔ حقیقی نہیں ہے۔ اس بحث کو ہم دوسرے مقام پر وضاحت کے ساتھ بیان کریں گے۔ دوسری عرض یہ ہے کہ ہم ان اوراق میں کسی بحث کو تالیفی انداز کے ساتھ جمع نہیں کر سکے بلکہ جو جو اہم حوالے سامنے آتے گئے اسی ترتیب کے ساتھ ہم اس کتاب میں جمع کرتے گئے ہیں۔ اس لئے کتاب پر صرف نظر اول ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ متعدد مرتبہ مطالعہ کر کے آپ اس سے اچھی طرح مستفید ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عصر حاضر میں کلمے کے مفہوم میں اختلاف

اس امت کی نجات کا مدار کلمے کی صحیح تفہیم پر رکھا گیا ہے۔ لیکن ابن عربی کے مسموم نظریات کی وجہ سے بڑے بڑے اہل علم اور اکابر مشائخ کی اکثریت جادۂ حق سے کافی دور ہو چکی ہے۔ کلمے کے پہلے جزو میں توحید کی صحیح تفہیم بیان کی گئی ہے۔ اور اس کے دوسرے جزو میں مقامِ رسالت کی تشریعی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن عصر حاضر میں اس کلمے کی صحیح تفہیم کو بالکل مسخ کر دیا گیا ہے۔

ہم حقائق کے ساتھ چند مثالیں پیش کر رہے ہیں۔ فیصلہ ارباب بصیرت پر چھوڑتے ہیں۔

علامہ احمد سعید کاظمی جو اپنے دور کے غزالی زمان تھے۔ آپ فرماتے ہیں

''حضرت محمد ﷺ کو خدا کہنا یہ عقیدہ درست ہے اور اس کا مبنیٰ وحدۃ الوجود ہے۔ مقدمہ دیوان محمدی میں علامہ کاظمی کا پورا جوابی مکتوب درج ہے اہل علم اصل کتاب سے مراجعت کر سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ اپنے عم بزرگوار [illegible] رضا محمد کے حالات میں لکھتے ہیں۔

آپ عین القضاۃ ہمدانی کی اس رباعی کی اس طرح تشریح فرماتے ہیں

اے پسر لاالــہ الا الــلــہ — خود ز شرک خفی است آئینہ دار

چیست شرک جلی رسول اللہ — خویش را ازیں در شرک برآر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آپ نے اس کی تاویل میں فرمایالا الہ الا اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور معبود کے لئے عابد کا ہونا ضروری ہے اور اس میں دوئی کا تصور نمایاں ہے جو کہ اصل شرک ہے اور شرک خفی اس میں اس طرح پوشیدہ ہے کہ عابد عبادت میں مذکور نہیں ہے۔ اور محمد رسول اللہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ یہاں اس میں شک نہیں ہے کہ مضاف جو رسول ہے وہ مضاف الیہ یعنی اللہ کا غیر ہے اور یہ شرک جلی ہے۔ جب تو وحدت کی حقیقت کو پالے گا اور تعینات کی غیریت کو اعتباری جانتے ہوئے رسول کو بھیجنے والے کا مظہر سمجھے گا تو ان تمام شرک کی قسموں سے نجات پالے گا۔

(انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ ص ۲۱۹)

آپ اس کی باریکی کو سمجھنے کی کوشش کریں جب رسولؐ کی غیریت کو اعتباری سمجھا جائے گا تو آپؐ کا مقام رسالت بھی حقیقت سے خارج ہو کر موہوم اعتباری درجے میں داخل ہو جائے گا۔ آپ بتلایئے پھر اس موہوم رسالت پر ایمان لانے کی اسلام میں کیا اہمیت باقی رہ جاتی ہے۔

دوسرا وہ کہتے ہیں کلمے میں اگر اللہ کو معبود حقیقی سمجھا جائے تو معبود کے لئے عابد کا ہونا بھی لازمی ہے اور اس سے اللہ کے ساتھ عابد کا غیر ہونا ثابت ہو رہا ہے اور غیریت شرک کے مترادف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ان الفاظ کے ساتھ کلمہ پڑھے گا وہ خفی اور جلی شرک سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس نظریے سے آپ اندازہ لگائیں کہ ان حضرات کے نزدیک اللہ کی صحیح توحید کا کیا مفہوم ہے۔

ہم اگر عرض کریں گے تو بے ادبی ہوگی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شیخ عبدالرحمٰن لکھنوی جو اپنے دور میں ابن عربی کے نظریات کے عظیم شارح تھے اور علامہ بحرالعلوم لکھنوی کے شاگرد تھے آپ اپنی عربی کی کتاب ''کلمۃ الحق'' میں ثابت کرتے ہیں کہ اس امت کے اکابر جو اس کلمے کا مفہوم بیان کرتے ہیں سراسر گمراہی کے مترادف ہے۔ کلمے کا صحیح مفہوم وہ ہے جو ہمارے صوفیہ حضرات بیان کرتے ہیں۔ جس کی بنیاد وحدت الوجود کے مٹیریل سے تعمیر کی گئی ہے۔ چونکہ ان کی اس کتاب میں پوری امت مسلمہ کی تضلیل اور تکفیر کی گئی ہے۔ اسلئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے ''فتاوی عزیزیہ'' میں اس کتاب کے بعض مقام پر گرفت بھی کی ہے لیکن ان کے سامنے ان حضرات کی عظمت ملحوظ تھی دوسرا ان کا اپنا سارا علمی گھرانہ بھی اسی نظریے سے عقیدۃً ملوث تھا۔ اسلئے آپ اس شیخ کی صریحا تضلیل نہ کر سکے کہ بس دلجمعی کے لئے چند حروف کالے کر دئے ہیں۔ اس کے بعد سرزمین ہند میں کافی علمی شخصیات موجود تھی وہ سب کے سب احتراماً یا مداہنت کے طور میں اس شیخ کی قبیح تعبیر کو نظر انداز کرتے رہے۔ اس کے بعد پیر مہر علی شاہ گولڑوی صاحب نے ''کلمۃ الحق'' کا رد لکھا ہے جس کا نام ''تحقیق الحق'' ہے۔ حضرت تھانوی صاحب نے بھی اس کتاب کی تعریف کی ہے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی صاحب چونکہ اس نظریے کے خود عظیم شارح تھے۔ اس لئے انہوں نے اس تردید سے کچھ خام لوگوں کو مطمئن بھی کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی وہ شیخ عبدالرحمٰن لکھنوی کی عظمت کا بھی تحفظ کرتے رہے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔ ان سطور کی تحریر کا باعث چونکہ حق کا اظہار مقصود تھا نہ کہ توحید وجودی کا ابطال مقصود تھا۔ اسلئے کہ یہ تو کاملین اولیاء کا بنیادی عقیدہ ہے۔ (تحقیق الحق ص ۷۹)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مفتی محمد حسن صاحب جو حضرت تھانوی کے اجلہ خلفاء میں شمار ہوتے ہیں وہ لکھتے ہیں جب مہر علی شاہ گولڑوی سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ نے اس تردید میں بعض اہم مقامات پر گرفت کیوں نہیں کی تو آپ نے فرمایا کہ میرا اس تردید میں حصر مقصود نہ تھا۔

(حسن العزیز ص ۱۴۴)

اس سے آپ اندازہ لگالیں علماء کے اس تساہل کی وجہ سے ابن عربی کے الحادی نظریات کی کس طرح آسانگی کے ساتھ آبیاری ہوتی رہی ہے اب ہم شیخ لکھنوی کی اصل کتاب ''کلمۃ الحق'' سے چند تحریریں نقل کر رہے ہیں تا کہ آپ معلوم کرسکیں کہ ایسے عقیدے کے حاملین مشائخ اور اہل علم حضرات توحید کی حقیقی تعبیر کو کس انداز سے مسخ کر کے پیش کر رہے ہیں۔ یہ بات ہر ایک کے نزدیک واضح اور تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کلمہ اور قرآن عربی زبان میں نازل کئے گئے ہیں۔ عربی زبان کی تفہیم کے لئے ہر جگہ لغت عرب، بلاغت اور قواعد عربیہ کے اصولوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ لیکن شیخ عبدالرحمٰن لکھنوی اپنی کتاب ''کلمۃ الحق'' میں کلمے کی تفہیم کے لئے کلام عرب کے کسی اصول کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ جگہ جگہ مفسرین، متکلمین اور نحو و بلاغت کے علماء کی تغلیط اور ان کے حق میں تحقیر کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اب ان کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمایئے آپ لکھتے ہیں۔

الاکابر من العلماء شرقا و غربا مطلقا من المحدثین والمفسرین والفقهاء والمتکلمین قد اولوا فی الکلمة وان تلقوه لسانا فکتهم نبذوه ورائهم ظهر باقلبا من حیث لم یحسبوا بان التاویل والتحریف بحکم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اوھامھم وتلقوا بالقبول بالکلمة الباطلة فی الاشراک وھی الخبیثة لا الہ الا غیر اللہ قلبا من حیث لم یشعروا. وما لو الی الکلمة الخبیثة کالیھود فانھم ایضا یحرفون الکمة عن مواضعه

(کلمة الحق ص۲۳۸)

اس امت کا یہ حال ہے کہ مشرق سے مغرب تک اس دنیا میں جتنے محدثین، مفسرین، آئمہ فقہاء اور متکلمین حضرات اب تک گذرے ہیں کلمے کے مفہوم میں تاویل اور تحریف کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ یہ حضرات اپنی زبان سے تو کلمے کا اقرار کرتے ہیں لیکن اس کے اصل مفہوم کو پشت کے پیچھے پھینک دیا ہے اور انہوں نے اس بات کا خیال نہ کیا کہ یہ تاویل اور تحریف ان کے خام اوہام کی پیداوار ہے اس طرح انہوں نے کلمے کے شرکیہ اور باطل مفہوم کو اپنا عقیدہ بنالیا اور وہ کلمہ خبیثہ لا الہ الا غیر اللہ ہے۔ یعنی زبان سے تو لا الہ الا اللہ کہتے رہے لیکن دل میں لا الہ الا غیر اللہ کا عقیدہ رکھتے رہے۔ ان اکابر حضرات کی مثال یہودیوں جیسی ہے۔

جس طرح انکے علماء تورات کے کلمات میں معنوی اور لفظی تحریف کردیتے تھے۔

(کلمۃ الحق ص ۲۳۸)

ہم نے کافی ضبط کر کے اس عبارت کو یہاں نقل کردیا ہے۔ آگے آپ کی مرضی ہے۔ آپ ان کی بزرگی کو جتنے احترام کے ساتھ چومتے چاٹتے رہیں گے۔ آپ اتنے ہی دنیا میں ماجور بنتے جائیں گے۔ اس عبارت میں اس غالی ولی کا مقصد یہ ہے اگر کلمے میں صرف اللہ ہی کو معبود مستحق سمجھا جائے تو پھر دنیا کے دوسرے تمام الہ، اللہ کے غیر ثابت ہو جائیں گے اور ان کے نزدیک کسی کو اللہ کا غیر سمجھنا شرک ہے۔ اگر کلمے میں اللہ کو ہی مستحق عبادت نہ سمجھا جائے تو پھر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مشرکین اپنے عقیدے میں جس بت اور صنم کو الٰہ مانتے ہیں ان کی عبادت عین اللہ کی عبادت سمجھی جائے گی اس سے ان بتوں کا اللہ کے ساتھ ارتفاع بھی ثابت ہو جائے گا ان وجودی مشائخ کی توحید میں صرف عینیت اور غیریت کا تصادم ہے۔ باقی ان کے نظریے کی بنیاد میں غلیظ ریت اور کیچڑ بھرا ہوا ہے۔

آپ سابقہ سطور میں حضرت شاہ ولی اللہ کی عبارت بھی پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اگر قابل عبادت سمجھا جائے تو عبادت کیلئے لازمی عابد کی بھی ضرورت ہوگی۔ چونکہ عابد کا یہ تصور اللہ کے ساتھ غیریت ثابت کر رہا ہے اس لئے لا الـہ الا اللـہ کلمہ شرک ہے اور علامہ کاظمی کی عبارت کا بھی یہی مقصد ہے۔ اگر حضرت محمد ﷺ کو بشری جنس سے رسول مانا جائے تو رسول کی یہ منفرد حیثیت اللہ کی غیر بن جائے گی اگر اس کے تعین کو مرتفع کر کے انہیں خدا مانا جائے تو پھر رسول کا وجود اللہ کا عین بن جائے گا۔ پھر اس نظریے کے مطابق آپؐ کو جو خدا مانے گا اس کا یہ عقیدہ عین اسلام ہے۔

؎ قدر شناس نہ ء دلبرا خطا ایں جاست

اب ہم شیخ لکھنوی کی ایک اور عبارت نقل کر رہے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

والامة الـمرحومة كلها الا واحدة من الصوفية الصافية زعموا ان لا مـدلـول لـلـكـلـمة الطيبة الا انه سبحانه واحد ومستحق العبادة وليس الامر كذلك

(كلمة الحق ص۲)

"صوفیہ صافیہ کے علاوہ باقی تمام امت مرحومہ کا عقیدہ ہے کہ کلمہ طیبہ کا معنی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صرف یہی ہے کہ اللہ ایک ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے حالانکہ کلمے کا یہ مفہوم صحیح نہیں ہے۔"

دیکھئے اس میں واضح تصریح کردی گئی ہے کہ ساری امت مرحومہ اور صوفیہ صافیہ کے کلمے کی تفہیم میں یہی بنیادی فرق ہے۔ کہ تمام امت مسلمہ اللہ کو ایک مانتی اور اسی اللہ کو ہی مستحق عبادت مانتی ہے ان کا یہ عقیدہ صریحاً غلط ہے اور صوفیہ صافیہ اللہ کو معبود واحد ماننے کے بجائے موجود واحد مانتے ہیں جس سے عابد اور معبود کی غیریت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اسلئے کلمے کا صحیح معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے بس صوفیہ صافیہ کا یہی عقیدہ ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

صوفیہ کے تمام سلاسل میں لا الہ الا اللہ کے ذکر کی کثرت سے تلقین کی جاتی ہے۔ پھر اس ذکر سے وہ ولایت کے مدارج علیا طے کرتے جاتے ہیں وہ ذکر تے وقت اس کلمے کے اس مفہوم کو ہی مدنظر رکھتے ہیں۔ پیر مہر علی گولڑوی فرماتے ہیں۔

طالب صادق کو لازم ہے کہ کلمہ نفی میں اپنے خیال میں کائنات کے موہوم وجود کی نفی کرے اور لا الہ الا اللہ کے اثبات میں صرف اللہ کا وجود ہی ثابت کرے۔

"طالب را باید کہ اولا نفی وجود موہوم بہ تکرر نفی اثبات۔"

ان اذکار کی تفصیل کشکول کلیمی میں تفصیل کے ساتھ درج ہے۔

(تحقیق الحق فی کلمۃ الحق ص ۱۲۷)

دیکھئے یہ صوفیہ حضرات جس کلمے کے ذکر سے غوث اور قطب بن

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جاتے ہیں اس کلمے کی تفہیم ہی سرے سے غلط ہے۔ کیونکہ کلمے میں جنس الٰہ کی نفی کا ذکر ہے کہ کائنات میں اللہ کے سوا کوئی بھی قابل عبادت (الٰہ) نہیں ہے۔ لیکن یہ الٰہ کا معنی وجود موہوم کر رہے ہیں الٰہ کا یہ معنی نہ لغت عرب کے مطابق صحیح ہے اور نہ اس کی شرعی تصریح قرآن کے مطابق ہے اس سے معلوم ہوا کہ صوفیہ کے جس جس سلسلے میں کلمے کا اسی مفہوم کے ساتھ ذکر کرایا جاتا ہے ایسا ذکر کرنے والے جادۂ حق سے کافی دور ہو چکے ہیں۔ دیکھئے وحدۃ الوجود ایک ایسا خطرناک نظریہ ہے کہ اس نظریے کے مطابق جو حضرات ذکر کرتے ہیں وہ اس دنیا میں غوث اور قطب تو بن جاتے ہیں۔ لیکن بصیرت کے ساتھ انصاف کریں کیا ایسے لوگوں کی اخروی نجات خطرے میں نہیں ہے؟

؎ صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

قرآن پاک میں اس کا جواب یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

''میں نے جن اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری معرفت حاصل کر کے میری عبادت کرتے رہیں۔''

جب انسان کی تخلیق کا مقصد ہی عبادت ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کا عابد بنانا چاہتے ہیں اور اپنی ذات کو اس عبادت کے لئے معبود حقیقی کا مقام دینا چاہتے ہیں۔ لیکن ان صوفیہ صافیہ کی توحید کا یہ حال ہے کہ وہ کلمے میں الٰہ (اللہ) کو اپنا معبود اسلئے نہیں بناتے کہ اس میں عابد کے تصور میں اللہ کے ساتھ غیریت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک کلمے میں اللہ کو معبود برحق ماننا شرک کے مترادف ہے۔ پیر مہر علی شاہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گولڑوی لکھتے ہیں کہ قرآن کی ایسی آیات سے چونکہ اللہ کے ساتھ غیریت ثابت ہوتی ہے اس لئے کشف صریح و ذوق صحیح اباعی می کنند از غیریت ذاتیہ فہو عین العالم" چونکہ ایسی تصریحات میں غیریت ذاتی کا ثبوت پایا جاتا ہے اس لئے صوفیہ حضرات کا کشف صریح اور ذوق صحیح ایسے حقائق کا انکار کرتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ عین عالم ہے۔" (تحقیق الحق فی کلمۃ الحق ص ۱۰۷)

اس سے معلوم ہوا ان کے نزدیک اصل دین ان کے کشف پر موقوف ہے اس کے لئے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔

"امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں شیخ تلمسانی جو ابن عربی کے خصوصی حلقہ سے تعلق رکھتا ہے اس سے کسی نے کہا کہ تمہاری فصوص الحکم کی تعلیم تو قرآن کے صریحا مخالف معلوم ہوتی ہے اس نے جواب دیا قرآن تو سارا شرک سے بھرا ہوا ہے۔ توحید تو صرف ہماری فصوص الحکم میں موجود ہے۔

(الفرقان بین الاولیاء الشیطان و اولیاء الرحمٰن ص ۹۰)

اس کے بعد آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ یہ لوگ حقیقت میں کونسی دہریت کی آبیاری کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس سے تو ساری شریعت کا ابطال ثابت ہوتا ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں اگر دین اور توحید کی بنیاد صرف کشف و الہام پر رکھی جاتی تو پھر انبیاء علیہم السلام کو اس دنیا میں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر یہ صوفیہ اپنے اپنے معابد میں بیٹھ کر کشف و الہام کے ذریعے لوگوں کو تعلیم دیتے رہتے اور اس میں مادھولال، پیر بلھے شاہ اور خواجہ فرید کے کلام کو صبح و شام تلاوت کے طور پر پڑھا جاتا۔

؎ بہتا علم پڑھیں نہ یار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اللہ تعالیٰ کی امر کن سے تخلیق اور کائنات کے قِدم کا رد

ابن عربی کا نظریہ ہے ساری کائنات چونکہ اللہ کے علم کا معلوم ہے اس معلوم الٰہی کو اعیان ثابتہ یا صورِ علمیہ کہا جاتا ہے۔ یہ اعیان ثابتہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے قدیم علم میں ازل سے موجود ہیں اس لئے یہ موجودہ کائنات بھی علم الٰہی میں موجود ہونے کی وجہ سے قدیم ہے اور اس کائنات میں ہر وقت جن جن چیزوں کی تخلیق ہو رہی ہے۔ اسی اعیان ثابتہ کے نقشے کے مطابق ان کا ظہور ہو رہا ہے۔ بلکہ اعیان ثابتہ کی ہر چیز اپنے اپنے اقتضاء ظہور کے لئے اللہ کو مجبور کر رہی ہے اسلئے اعیان ثابتہ میں جو چیزیں لکھیں ہوتی ہیں۔ وہ عین رضائے الٰہی کے مطابق اس دنیا میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ اس طرح جن انسانوں کے وجود سے کفر اور معصیت کا اس دنیا میں صدور ہو رہا ہے۔ یہ بھی عین اللہ کی رضا کے مطابق پردہ شہود پر ظاہر ہو رہی ہیں۔ اس نظریے سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ جس طرح اللہ کا علم قدیم ہے اسی طرح یہ کائنات جو علم الٰہی کی معلوم ہے وہ بھی قدیم ہے۔

۲۔ دوسرا اس نظریے میں کفر و معصیت کو عین اللہ کی رضا ثابت کیا گیا ہے۔ تو اس سے سزا و جزا کا اخروی قانون بھی معطل ہو جاتا ہے۔

جب ہر کافر اور ہر بدکار اللہ کی عین رضا کے مطابق کفر اور گناہ کر رہا ہے تو پھر اس پر سزا کا قانون مرتب کرنا سراسر عدل کے خلاف ہے۔ یہ ایسا نظریہ ہے جس سے پوری شریعت معطل ہو جاتی ہے۔ امام ابن حزم اندلسی جو متقدمین میں بڑے اونچے مقام پر فائز تھے۔ اپنی مشہور کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''امام ابوالحسن اشعری جو اشعریہ عقائد کے مشہور امام ہیں وہ کہتے ہیں اس کائنات میں جتنی چیزیں پیدا ہونے والی تھیں اللہ نے علم ازل میں انہیں ایک ہی دفعہ کن فرمادیا تھا لیکن تمام اشیاء اسی وقت ظاہر ہوئیں جب ان کے موجود ہونے کا اس دنیا میں ایک وقت مقرر تھا امام ابن حزم فرماتے ہیں امام اشعری کی یہ بات صحیح نہیں ہے اور قرآن کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ قرآن میں ہے۔

انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون (۳۶:۸۲)

''اس کی شان یہی ہے وہ جس وقت کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہوجا اس کے بعد وہ چیز فوراً اپنے وجود کے ساتھ اس دنیا میں موجود ہوجاتی ہے''

اللہ تعالیٰ اس میں صاف طور پر فرمارہے ہیں کہ وہ جس وقت جس چیز کی تخلیق کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے کہتے ہیں ''ہوجا'' پھر وہ ہوجاتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ وہ امر ''کن'' اس وقت فرماتے ہیں۔ جب کسی چیز کے اس دنیا میں موجود کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں پھر وہ چیز فوراً بغیر وقفے کے ہوجاتی ہے قرآن لغت عرب میں نازل ہوا ہے اور سب آئمہ نحو اور لغت جانتے ہیں کہ عربی زبان میں حرف ''فا''، تعقیب اور تاخر زمانی کے لئے آتا ہے۔ ایسے لوگ اس آیت کی اس دونوں خبروں کی تکذیب کررہے ہیں۔ ایک تو انہوں نے اس کائنات کے ازلی ہونے کو ثابت کردیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جب ازل سے ہونے والی چیز کو کن فرمارہا ہے ہیں تو پھر ہر چیز کی تکوین بھی ازل میں ثابت ہوجائے گی اور یہ محض دہریت ہے۔ (الملل والنحل امام ابن حزم ص ۲۴۵ ج ۳)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اگر آپ کچھ علمی بصیرت رکھتے ہیں تو امام ابن حزم کی اس عبارت سے امر کن کی غلط تفہیم اور اعیان ثابتہ کی ازلی معلوم کی اچھی طرح تغلیط ہو جاتی ہے۔ اس کا آسان مطلب یہ ہے کہ یہ اعیان ثابتہ علم ازل میں قطعاً موجود نہ تھے۔ بلکہ ہر چیز کی تکوین اللہ کے ارادے کے تابع تھی۔ جس جس چیز کا جس جس زمانے میں پیدا کرنا مقصود تھا وہ اسی وقت امر کن کے ذریعے اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے۔ ''فا'' تعقیب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو جس زمانے میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ''فا'' پس وہ چیز اس کے فوراً بعد پیدا ہو جاتی ہے۔ ''فا'' تعقیب سے مراد امر کن کے بعد اس چیز کا زمانی ظہور مقصود ہے اس سے امام اشعری کے قول کی بھی تغلیط ہو گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں امر کن تو ازل میں ایک ہی دفعہ کہہ دیا تھا۔ لیکن ان چیزوں کا ظہور اپنے اپنے وقت میں یہاں وجود کی صورت میں ہوتا رہا۔ دوسرا اس میں ابن عربی کے اس قول کی بھی اچھی طرح تکذیب ہو جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ امر کن میں جن چیزوں کو ظہور کے لئے خطاب کیا گیا تھا اس سے وہ چیزیں مراد ہیں جو اعیانِ ثابتہ کی صورت میں اللہ کے قدیم علم میں موجود تھیں ورنہ امر کن کے خطاب میں وہ کونسی چیزیں سامنے تھیں جو اس خطاب کے بعد منصۂ شہود پر آتی رہی ہیں۔

امر کن کے تخاطب کا جواب سابقہ اوراق میں بھی قدرے اجمال کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ اب ہم اعیان ثابتہ کی تدفین کا بدیہی دلائل کے ساتھ دوسرا جواب شروع کر رہے ہیں ارباب بصیرت سے انصاف کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معلومات الٰہیہ کے قدیم ہونے کا جواب

یہ ایک بہت ہی اہم سوال ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے کیا یہ سب کچھ علم الٰہی میں پہلے ہی لکھا ہوا موجود تھا؟

تقدیر کا مسئلہ ہو یا جبر و قدر کا یا وحدت الوجود میں اعیان ثابتہ کا اسی ہی ایک نازک سوال نے سب کو ایک وسیع الجھن میں مبتلا کر رکھا ہے ہمارے نزدیک پرویزی نیچریت ہو یا دہریت کی کی تشکیکات ہوں وہ بھی اسی ہی الجھن کے شاخسانے ہیں۔ ہم پہلے مستند شواہد کے ساتھ لکھ چکے ہیں یہ موجودہ کائنات دوسری مقدرہ کائناتوں کے مقابلے میں بہت ہی مختصر اور محدود کائنات ہے اور اللہ تعالیٰ کی معلومات لا متناہیہ ہیں۔ اس لئے ہم اس مختصر اور محدود کائنات کو معلومات الٰہیہ کا آخری درجہ نہیں دے سکتے اب ہم تصریح کرنا چاہتے ہیں کہ آئمہ متکلمین اس عویق مسئلے کی کس طرح توضیح کرتے ہیں۔

امام سعدالدین تفتازانی اپنی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھتے ہیں۔

اللہ کی صفات ازلیہ کا مفہوم

صفاته الازلية العلم وهى صفته ازلية منكشف المعلومات عند تعلقها بها والقدرة وهى صفة ازليه تؤثرفى المقدورات عند تعلقها بها والحيوة وهى صفة ازلية توجب صحة العلم والقوة وهى بمعنى القدرة والسمع وهى صفة تتعلق بالمسموعات والبصر هى صفة تتعلق بالمبصرات فتدرک بهما ادراکاتاما. (شرح عقائد نسفی ص ۲۲۷)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ میں ایک صفت ازلی علم الٰہی ہے اور یہ ایک ایسی ازلی صفت ہے جس سے معلومات منکشف ہوتی ہیں جب اس صفت کا معلومات الٰہیہ کے ساتھ تعلق قائم ہوتا ہے تو وہ معلومات منکشف ہو جاتی ہیں اللہ کی دوسری صفت قدرت ہے اور یہ ایک ایسی ازلی صفت ہے جو مقدورات میں مؤثر ہوتی ہے۔ جبکہ ان مقدورات کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہوتا ہے۔ اور اللہ کی تیسری صفت حیواۃ ہے۔ یہ ایک ایسی ازلی صفت ہے جو علم کی صحت اور امکان کا باعث ہوتی ہے اور ایک صفت قوۃ ہے یہ قدرت کے ہم معنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چوتھی صفت سمع ہے یہ ایسی صفت ہے جس کا تعلق مسموعات کے ساتھ ہے اور ایک صفت بصر ہے جس کا تعلق مبصرات کے ساتھ ہوتا ہے پس ان دو صفتوں کے ساتھ ان کے متعلقات کا مکمل انکشاف ہوتا ہے۔

(شرح عقائد نسفی)

بعض اکابر اہل علم لکھتے ہیں علامہ نسفی کی تحریر میں کافی تعقید پائی جاتی ہے اس لئے ان کی ہر تحریر کو سمجھنے کے لئے ذہن پر کافی زور دینا پڑتا ہے۔ اس لئے ہم اس عبارت کی قدرے توضیح کرتے ہیں۔

علم الٰہی سے مراد اللہ کی ایک ایسی ازلی صفت ہے جب اس کا تعلق معلوم ہونے والی چیزوں کے ساتھ قائم ہوتا ہے تو ان چیزوں کی پوری حقیقت اس کے سامنے منکشف ہو جاتی ہے۔ علم کی صفت ازلی ہونے کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے۔ علم الٰہی ازل میں اگر اس بات سے متعلق تھا کہ زید گھر میں موجود ہے جب وہ گھر سے باہر چلا جائے گا تو خلاف واقع ہونے کی وجہ سے جہل لازم کرے گا۔ کیونکہ ازل میں نہ زید کا وجود تھا اور نہ اس کے گھر کا۔ اگر علم الٰہی کا تعلق اس بات سے تھا کہ زید گھر میں داخل ہوگا تو علم الٰہی اس بات سے متعلق ہوگا کہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زید گھر میں داخل ہے اور گھر سے باہر نکل جانے کے بعد اس سے متعلق ہوگا کہ زید گھر میں موجود نہیں ہے۔ اس طرح علم الٰہی میں تغیر لازم آتا ہے اور تغیر صفتِ حدوث کو مستلزم ہے جو ازلیت کے سراسر منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے مثلاً آئینہ کا تعلق کبھی سامنے والے زید کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس وقت اس کی صورت کا عکس آئینہ میں نظر آتا ہے اور کبھی اس کا تعلق گذرنے والے ایک حیوان کیساتھ ہوتا ہے۔ اس وقت اس حیوان کی صورت آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ تغیر آئینے کے متعلق میں ہے کہ کبھی اس کے سامنے زید کا عکس موجود ہوتا ہے اور کبھی گذرنے والے حیوان کا عکس سامنے آجاتا ہے مگر آئینے کے وجود میں کوئی تغیر نہیں آیا کہ وہ اپنے ہر تعلق کے بعد اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تغیر صرف علم کے متعلقات میں ہوتا ہے۔ اور یہ تغیر علم کے تغیر کو مستلزم نہیں ہے۔ (بیان الفوائد فی حل شرح العقائد ص ۲۲۸ ج ۱)

قدرت کا اپنے مقدورات میں مؤثر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قدرت صفت مصححہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے کسی شے کے وقوع کو اس کی قدرت آسان اور ممکن بنا دیتی ہے اور اللہ کا ارادہ صفت مرجح جو شئ کے وجود کو اس کے عدم پر ترجیح دیتی ہے۔ (نبراس)

اللہ کا علم اور اس کی قدرت قدیم ہے ان دونوں کے قدم سے اس کی معلومات اور مقدورات کا قدم لازم نہیں آتا

جس اہم ستون پر ابن عربی کے نظریے کی بنیاد رکھی گئی ہے کہ جب اللہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا علم قدیم ہے تو لازماً اس کی معلومات بھی قدیم ہوں گی۔ اگر معلومات کو قدیم نہ مانا جائے تو پھر ازل میں علم الٰہی کے لئے جہل لازم آئے گا اور ایسا ہونا بالکل محال ہے۔ اس لئے جس طرح اللہ کا علم اس کا عین ہے اسی طرح اس کے علم کا معلوم بھی اللہ کا عین ہے اسلئے علم سے اس کا معلوم کسی صورت بھی اس سے منفک نہیں ہوسکتا۔ علم اور معلوم کی یہی توجیہہ ہے جس نے ملت اسلامیہ کی اکثریت کو جادۂ حق سے کافی دور کر دیا ہے۔ وجودی مشائخ کہتے ہیں کہ ابن عربی کی اس دلیل کا کوئی عظیم سکالر بھی جواب نہیں دے سکتا۔ ہم بھی تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لیتے ہیں کہ واقعی اس دلیل کی ظاہریت کافی مضبوط معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کے نتائج میں چونکہ کافی مسموم نظریات پوشیدہ تھے اس لئے آئمہ متکلمین نے قوی دلائل کے ساتھ اس دیوار کو اچھی طرح گرا دیا ہے۔

امام تفتازانی عقائد نسفی میں فرماتے ہیں

ولا یلزم من قدم السمع والبصر قدم المسموعات والمبصرات کما لایلزم من قدم العلم والقدرة قدم المعلومات والمقدورات لانها صفات قدیمة لها تعلقات بالحوادث

(شرح عقائد نسفی ص۲۲۷)

ترجمہ: اللہ کی صفت سمع اور بصر کے قدیم ہونے کی وجہ سے ان کے مسموعات اور مبصرات کا قدیم ہونا لازم نہیں آتا اس طرح اللہ کی صفت علم اور قدرت کے قدم سے بھی ان کی معلومات اور مقدورات کا قدیم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ سب قدیم صفات ہیں حوادث کے ساتھ ان کے تعلقات حادث ہیں۔

(شرح عقائد)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صفت کے وجود کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس کا کسی چیز سے تعلق بھی ہو مثلاً جس وقت خارج میں کوئی آواز نہیں ہوتی اس وقت بھی ہمارے اندر صفت سمع کامل طور پر موجود ہوتی ہے حالانکہ اس وقت اس کا کسی مسموع سے تعلق نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ صفات باری ازل سے موجود ہیں مگر ازل میں ان کا کسی چیز سے کوئی تعلق بھی نہ تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت بھی اپنی صفات کاملہ کے ساتھ موجود تھا جبکہ یہ ساری کائنات پیدا بھی نہ ہوئی تھی جیسے وہ ازل میں قدیر تھا۔ لیکن اس کی قدرت کے اظہار کے لئے ازل میں کوئی چیز بھی موجود نہ تھی۔ جب کائنات پیدا ہوگئی تو قدرت کے اظہار کے لئے اس کی مقدورات بھی اس دنیا میں متعین ہوگئے۔ اسی طرح وہ ازل میں علیم تھا لیکن اس وقت اس کے معلومات موجود نہ تھے۔ جب یہ ساری دنیا پیدا ہوگئی تو اس کے علم کے اظہار کے لئے اس کے معلومات بھی اس کائنات میں متعین ہوگئے۔ اب دیکھئے قرآن میں بار بار آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر پوشیدہ چیز کو جانتا ہے یہ سارے انسان عملاً جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔ یعنی اللہ کے علم کے تعلق کی اس دنیا میں اچھی طرح توضیح ہو رہی ہے۔ یعنی اللہ اپنے علم سے جانتا ہے۔ وہ اس دنیا میں جن جن چیزوں کو جانتا ہے یہ اس کے علم کے معلومات ہیں اور یہ سارے معلومات اس حادث دنیا میں موجود ہیں نہ کہ یہ معلومات اس کے علم ازل میں موجود تھے۔ اگر اس کے ازلی علم میں اس کے معلومات بھی ازل سے موجود تھے تو پھر اس کی صفت سمع اور بصر کیلئے اس کے مسموعات اور مبصرات کو ازل میں موجود ماننا پڑے گا۔ اس لئے علامہ تفتازانی فرما رہے ہیں ''جس طرح اللہ ازل میں سمیع اور بصیر تھا لیکن ازل میں ان کے مسموعات اور مبصرات موجود نہ تھے اسی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرح اللہ ازل میں علیم اور قدیر تو تھا لیکن ازل میں ان کے معلومات اور مقدورات موجود نہ تھے۔'' جب کائنات پیدا ہوگئی تو ان قدیم صفات کا کائنات کی حادث چیزوں سے تعلق وابستہ ہوگیا۔

لانها صفات قديمة لها تعلقات بالحوادث

''اللہ کی صفات تو قدیم ہیں لیکن ان کا تعلق کائنات کے حوادث کے ساتھ ہوتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے علم کے لئے اس کے معلومات کو قدیم کہنا بالکل غلط ہے دیکھئے اس تحقیق کے بعد اعیان ثابتہ کے سنہری ستون بالکل ریزہ ریزہ ہوجاتے ہیں اور جو حضرات اس نظریے کو معرفت الٰہیہ کی اعلیٰ معراج سمجھے ہوئے تھے ان کے اس عقیدے کی وقعت بھی اچھی طرح بے وقعت ہوگئی ہے۔اب ہم اس بحث کے دوسرے حصوں کو سجدہ ریز کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ کا ارادہ اور اس کی مشیئت کی تشریح

اس بات کو کافی شہرت حاصل ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب کچھ پہلے علم الٰہی میں لکھا ہوا موجود ہے جس جس کے مقدر میں جو کچھ ازل میں لکھا جا چکا ہے اسی کے مطابق ہر انسان عمل کرتا رہے گا۔ابن عربی فصوص الحکم میں لکھتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ مومن کے نیک عمل پر راضی ہے اسی طرح کافر کے کفر پر بھی اسی طرح راضی ہے۔اسلئے کہ یہ دونوں ازل میں اپنے لکھے ہوئے نوشتے کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔ابن عربی ازل میں اس قدیم نوشتے کو اعیان ثابتہ اور معلومات الٰہیہ کہتا ہے:

ڈاکٹر میر ولی الدین پی ایچ ڈی اپنی کتاب ''قرآن اور تصوف'' میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لکھتے ہیں

حق تعالیٰ ازل سے علیم ہیں صفت علم سے متصف ہیں اور علم بغیر معلومات کے ممکن نہیں عالم کو کسی معلوم ہی کا علم ہوگا لہذا حق تعالیٰ کے ان تین اعتبارات عالِم، علم، معلوم میں ابتداء ہی سے تمیز قائم کی جاسکتی ہے۔اب معلومات الٰہیہ کیا ہیں؟ یہ ذوات اشیاء ہیں۔حق تعالیٰ ان کے خالق ہیں مخلوقات کو وہ جان کر پیدا کرتے ہیں پیدا کر کے نہیں جانتے ورنہ جہل لازم آئے گا۔مخلوقات کو جو ازل سے حق تعالیٰ کے علم میں ہیں یعنی ازل سے حق تعالیٰ کے معلومات ہیں جن کے مطابق اشیاء کی تخلیق ہوتی ہے انہیں اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ ان ہی کے مطابق خارج میں تخلیق ہوتی رہتی ہے۔یہ حق تعالیٰ کے علم میں ثابت ہیں۔ان کو کبھی بھی وجود خارجی نصیب نہیں ہوتا۔ابن عربی ان کے متعلق فرماتے ہیں

"ماشمت الاعیان برائحة الوجود"

ان اعیان ثابتہ نے وجود کی بو بھی نہیں سونگھی۔انہیں فنا نہیں ہے کیونکہ ان کے فنا ہونے سے علم الٰہی فنا ہو جائے گا یہ ازلی اور ابدی ہیں۔

صوفیہ کرام کے نزدیک اعیان ثابتہ یا صور علمیہ جعل جاعل سے مجعول یا مخلوق نہیں ہیں اعیان ثابتہ حق تعالیٰ کے وجود کا آئینہ ہیں اور عالم خارجی وہ عکس ہے جو اس آئینہ کے ذریعے ظاہر ہو رہا ہے اعیان ثابتہ کو حق تعالیٰ کے وجود کا آئینہ قرار دیا گیا ہے۔قاعدہ ہے جیسا آئینہ ہوتا ہے ویسا ہی اس کے عکس میں نمایاں ہوتا ہے اگر آئینہ میں کجی ہے تو عکس میں بھی کجی نظر آئے گی۔اگر آئینہ طویل یا چھوٹا ہوگا تو اس کا عکس بھی طویل یا چھوٹا ہوگا اب دیکھو اعیان ثابتہ جو حق تعالیٰ کے صور علمیہ ہیں آئینہ کے مانند ہیں جن میں حق تعالیٰ کا وجود مع "بقائه علی ما هو علیه کان" ان کی قابلیت ذاتی کے مطابق نمودار ہو رہا ہے۔جس طرح وہ شخص جو آئینہ کے روبرو ہوتا ہے جوں کا توں اپنے حال پر قائم رہتا ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آئینہ کی کجی اور طوالت کا اس پر کوئی اثر نہیں ظاہر ہوتا اسی طرح حق تعالیٰ ویسے کے ویسے رہ کر بلاتغیر وتبدل صفت نور کے ذریعے صور معلومات یعنی اعیان ثابتہ سے خود ظاہر ہو رہے ہیں خود حق تعالیٰ کا وجود ان اعیان ثابتہ یا صور علمیہ کی صورتوں سے ظاہر ہو رہا ہے جو کچھ عیب ونقصان وجود میں نظر آ رہا ہے وہ سب ان آئینوں کی ذاتیات ہیں یعنی اعیان ثابتہ کی قابلیت کا اظہار ہے۔

(قرآن اور تصوف ص ۱۱۹)

حق تعالیٰ کا حکم اپنے معلومات کے تابع ہے

ڈاکٹر میر ولی الدین اس کی توضیح کے لئے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

اعیان ثابتہ دراصل معلومات حق ہیں اور حق تعالیٰ کا حکم اپنے معلومات کے تابع ہوگا جامی فرماتے ہیں

حق عالِم واعیان خلائق معلوم　　معلوم بود حاکم و عالِم محکوم
برموجب حکم تو کند با تو عمل　　گر تو بمثل معذبی در مرحوم

یعنی تخلیق کائنات عین ثابتہ کے اقتضا آت کے تابع ہے اس لئے جامی فرما رہے ہیں کہ معلومات الٰہیہ حاکم ہیں اور اللہ جو ان کا عالِم ہے وہ ان کا محکوم ہے۔

(قرآن اور تصوف ص ۱۶۱)

آپ ڈاکٹر میر ولی الدین کی اس عبارت کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں آپ نے اس میں اعیان ثابتہ (معلومات الٰہیہ) اور وحدت الوجود کی تعبیر کو بڑے ہی احسن طریقے سے یہاں جمع کر دیا ہے۔ جس کا ملخص مفہوم یہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے علم کے لئے چونکہ اس کا معلوم ضروری ہوتا ہے اس لئے اعیان ثابتہ جو معلومات الٰہیہ ہیں اللہ کے علم میں ہر وقت موجود رہتے ہیں ان کے انفکاک سے علم الٰہی پر جہل لازم آئے گا۔ اب اللہ تعالیٰ اس کائنات میں جو کچھ پیدا کرنا چاہے گا تو اس کا حکم اپنے معلومات کے تابع ہوگا۔ نہ وہ اپنے اختیار سے ان معلومات کے خلاف کچھ تبدیلی کرسکتا ہے اور نہ اسے محو کرسکتا ہے۔ دیکھئے اس میں جس طرح انسان اپنے لکھے ہوئے میں مجبور ثابت ہو رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی اس میں مسلوب الاختیار ثابت کیا جا رہا ہے۔ یعنی وہ اپنے معلومات کے خلاف اپنا ذاتی ارادہ بالکل استعمال نہیں کرسکتا۔ آپ انصاف کریں اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا کفر بھی ہوسکتا ہے۔

اب ہم اللہ کے آزاد و اختیار کی علمی توضیح بیان کرتے ہیں۔

اللہ کا ارادہ بھی اس کی قدیم صفت ہے

آئمہ متکلمین لکھتے ہیں جس طرح اللہ کا علم اور اس کی قدرت اس کی ازلی صفات ہیں اسی طرح اللہ کا ارادہ اور اس کی مشیت بھی اس کی ایک علیحدہ ازلی صفت ہے۔ جس طرح اللہ کی قدرت اور علم کے متعلقات میں جدا جدا انفرادیت پائی جاتی ہے اسی طرح اللہ کی صفت ارادہ اور مشیت کے تعلق میں بھی ایک خصوصی انفرادیت پائی جاتی ہے۔ اس میں توحید کے مقام کی ایک ایسی ارفع توضیح بیان کی گئی ہے ہمارے نزدیک اس کے عوض اگر دنیا کے تمام خزانے بھی تقسیم کردئے جائیں تو اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا یہ ایک ایسی نفیس بحث ہے کہ مسئلہ تقدیر، جبر و قدر، خیر و شر، دہریت، نیچریت اور وحدت الوجود میں جتنی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تشکیکات پائی جاتی ہیں اس کے ذریعے ان سب کا قلع قمع ہوجاتا ہے اور ربط بین الحادث والقدیم کے بارے میں جس الجھن نے ہزاروں برس سے حکماء اور فلاسفروں کو پریشان کر رکھا ہے ارادہ الٰہی کی اس تعبیر سے اس کی بھی کافی تسہیل ہوجاتی ہے۔

امام المتکلمین علامہ تفتازانی شرح عقائد میں لکھتے ہیں۔

والارادة والمشیئة وهما عبارتان صفة فی الحی توجب تخصص احد المقدورین فی احد الاوقات بالوقوع مع استواء نسبة القدرة الی الکل وکون تعلق العلم تابعا للوقوع.

(شرح عقائد نسفی ۳۳۰)

ترجمہ: اور اللہ کی چھٹی قدیم صفت اس کا ارادہ اور مشیت ہے اور ان دونوں سے مراد زندہ میں ایک ایسی صفت ہے جو قدرت کا تعلق سب کے ساتھ برابر ہونے اور علم کا تعلق وقوع کے تابع ہونے کے باوجود دو مقدروں میں ایک کو کسی ایک وقت میں واقع ہونے کے ساتھ خاص کرنے کے لئے مقتضٰی ہوتی ہے۔

(شرح عقائد)

عربی عبارت میں چونکہ تعقید پائی جاتی ہے اسلئے تفہیم کے لئے اس کی تشریح ضروری ہے۔ مولانا نجیب اللہ قاسمی اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی تفہیم کے لئے پہلے چند تمہیدی مقدمات ذہن میں رکھئے۔

۱۔ پہلا مقدمہ: قدرت ایک ایسی صفت کا نام ہے جس کی وجہ سے فعل کرنا یا نہ کرنا دونوں ممکن ہوتے ہیں۔ پس قدرت کا تعلق فعل وترک دونوں کے ساتھ برابر ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۲۔دوسرا مقدمہ: یہ ہے کہ علم کا تعلق احد المقدورین کے وقوع کے تابع ہوتا ہے۔

۳۔تیسرا مقدمہ: کہ احد المقدورین کا وقوع اپنے مرجح اور مخصص کے تابع ہوتا ہے۔

اس کے بعد ارادہ کی تعریف ایک تمثیل کے ساتھ یوں سمجھئے۔اللہ تعالیٰ زید کو لڑکا دینے پر قادر ہے۔اگر چاہے تو دے اگر نہ چاہے تو نہ دے پھر دینے کی صورت میں وہ اسے دن میں بھی دے سکتا ہے اور رات میں بھی اب اس کا لڑکا رات کو پیدا ہو گیا۔اب اس پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے لڑکا دینے یا نہ دینے ان دو باتوں پر قادر تھا تو پھر لڑکے کے دینے کو کیوں اختیار کیا اور نہ دینے کو کیوں نہ اختیار کیا۔دوسرا یہ کہ جب زید کو یہ لڑکا دن کو بھی دے سکتا تھا اسے رات کو کیوں دیا۔ان دونوں سوالوں کا جواب یہی ہے کہ اس میں اللہ کی مرضی کارفرما تھی۔اس نے جب چاہا دے دیا۔یعنی لڑکا دینا اور نہ دینا۔ اسی طرح دن میں دینا اور رات میں نہ دینا وہ ان دونوں باتوں پر پوری قدرت رکھتا تھا۔مگر اللہ کے ارادے نے دینے کو نہ دینے پر اور رات میں دینے کی بجائے دن کے دینے پر ترجیح دی۔اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ الٰہی ایک ایسی صفت ہے جو ایک وقت کو چھوڑ کر دوسرے وقت میں احد المقدورین کے وقوع کو ترجیح دیتی ہے اور جب ارادہ صفت مرجحہ ہے تو لازماً قدرت کا مغائر ہوگا کیونکہ قدرت کا تعلق ضدین کے ساتھ برابر ہوتا ہے۔وہ دونوں میں سے کسی کے وقوع کے لئے مرجح نہیں ہوتا ہے اسی طرح جب اللہ کا ارادہ احد المقدورین کے وقوع کو ترجیح دینے والی صفت کا نام ہے تو پھر احد المقدورین کا وقوع لازماً اپنے مرجح

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے تابع ہوگا۔

اسی طرح اللہ کا ارادہ بھی اس کے علم کے عین نہ ہوگا بلکہ اس کے مغائر ہوگا اس لئے کہ علم کا تعلق کسی چیز کے وقوع کے ہمیشہ تابع ہوتا ہے۔

وکون تعلق العلم تابعا للوقوع (نسفی)

(بیان الفوائد فی حل شرح العقائد ص ۲۳۲)

اگرچہ سابق تشریح میں خود شارح نے اچھی تفصیل کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن پھر بھی اس سے صرف خواص ہی مستفید ہو سکتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اسے کچھ عام اذہان والے حضرات بھی سمجھ سکیں تا کہ وہ بھی اس کے ذریعے معلوم کر سکیں کہ وحدت الوجود کا سارا فلسفہ قرآن کے سراسر خلاف ہے۔ اس لئے اس کی تسہیل اور تفہیم کے لئے کچھ دوسری شروحات سے بھی کچھ نقل کر رہے ہیں۔

علامہ عبید الحق جلال آبادی نشر الفوائد جلالی میں لکھتے ہیں۔

''اللہ کا ارادہ اور مشیت ان دونوں سے مراد وہ صفت ہے جس سے کسی مقدور کو موجود یا معدوم کرنے میں جس وقت اور جس طرح چاہتا ہے اسے ایک متعین شکل میں خاص کر لیتا ہے۔ یہ صفت قدرت اور علم کے علاوہ ایک مستقل صفت ہے کیونکہ قدرت کی نسبت مقدور کی ہر جہت کے ساتھ برابر ہوتی ہے اور اس کے ذریعے مقدور کے وجود و عدم اور زمان و مکان کی خصوصیت میں سے کسی کو ترجیح نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اللہ کی صفت علم بھی کسی امر کی مرجح اور مخصص نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ علم شئ کے وقوع کے تابع ہوتا ہے یعنی جیسے چیز واقع ہونے والی ہے علم بھی اسی کے مطابق ہوگا پس نفس کے وقوع کے لئے صفت علم کیسے مرجح ہو سکتی ہے۔''

(نشر الفوائد جلالی شرح عقائد نسفی ص ۹۷)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

علامہ نجم الغنی لکھنوی تہذیب العقائد شرح عقائد نسفی میں لکھتے ہیں۔

''چونکہ قدرت کو سب اشیاء اور سب اوقات کے ساتھ مساوی نسبت ہوتی ہے جو اس کے مقدورین کو ایک صورت میں متعین کرتی ہے پس اسی صفت مخصص کا نام اللہ کا ارادہ ہے اور صفت علم اس واسطے کسی چیز کے لئے ارادہ نہیں بن سکتی۔ کیونکہ کسی شے کے وقوع کا علم تو اس وقت ہی آئے گا کہ وہ شئ واقع بھی ہو جائے اور جب یہ صورت ہے تو پھر وقوع علم کا کیسے تابع ہو سکتا ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ جو کام ارادے سے ہو سکتا ہے وہ علم سے نہیں نکل سکتا۔

(تہذیب العقائد ص ۲۸)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی قدرت اتنی وسیع ہے کہ ہر امکان کی تخلیق کر سکتی ہے۔ جیسا وہ ہر رحم میں بچہ پیدا کر سکتی ہے۔ لیکن وہ بچہ لڑکا ہو یا لڑکی، خوبصورت ہو یا ساہ رنگ کا ہو۔ اس کی تخصیص قدرت نہیں کرتی بلکہ اللہ کا ارادہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ کا علم جس کے معلومات لا متناہیہ ہیں۔ اس کا کام یہ ہے کہ جب کوئی بات واقع ہوگی تو علم کے ذریعے اس کے وقوع کی ساری حقیقت سامنے آجائے گی۔ جیسے قرآن میں آتا ہے کہ

ثم الی مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون

''پھر تم سارے انسان قیامت میں میری عدالت میں جمع ہو جاؤ گے۔ پھر میں تمہاری زندگی کے ہر عمل کو تمہارے سامنے نمایاں کر دوں گا۔''

دیکھئے انسانوں کے وہ اعمال جو اس دنیا میں پہلے واقع ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے وقوع کے بعد اپنے علم سے انہیں قیامت میں آگاہ کر رہا ہے۔ دیکھئے عمل پہلے ہوتا ہے اور علم اس عمل کے وقوع کی بعد میں تفصیل بیان کر دیتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کے اعمال میں اللہ کے ارادے کا دخل تو ہوتا ہے۔اس کے علم کا دخل نہیں ہوتا ارادہ ہر عمل کی نوعیت کی تخصیص کرتا ہے۔اور اس کا علم اس عمل کی تخصیص کے بعد اس کے وقوع کی تفصیل بیان کر دیتا ہے۔

اللہ کی قدرت تخلیق کرتی ہے اور اس کا ارادہ تخصیص کرتا ہے اور علم وقوع کی خبر دیتا ہے

امام غزالی جو علم کلام کے ایک مشہور امام ہیں اپنی مشہور کتاب ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں اللہ کے ارادہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ جو کام کرتے ہیں اپنے ارادے سے کرتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ فرض کرو مثلاً خدا نے آج زید کو پیدا کیا ہے حالانکہ زید کا اس دن سے پہلے یا اس کے بعد بھی پیدا ہونا ممکن تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ زید کی بجائے عمر کو پیدا کیا جاتا اور اب یہاں کوئی چیز ضرور ہوگی جو زید کے خاص وقت میں پیدا ہونے کا سبب بنی تھی۔جب ہم اس کی تلاش کرتے ہیں تو اس میں صرف خدا ہی کی مرضی سامنے آتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ زید کی اس تخلیق میں عمر کی بجائے زید کی جو تخصیص پائی جاتی ہے۔اس تخصیص میں نہ قدرت کا دخل ہے اور نہ اللہ کے علم کا۔'' کیونکہ قدرت کو تمام چیزوں سے برابر نسبت ہے جیسے اس کو اس وقت میں زید کے پیدا کرنے کی قدرت ہے ویسے عمر وغیرہ کے پیدا کرنے کی بھی اس کو قدرت حاصل ہے۔

اسی طرح علم میں بھی یہی بات ہے کہ علم اپنے معلوم کے تابع ہوتا ہے جس طرح معلوم کا وقوع ہوگا علم بھی اس کے مطابق ہوگا علم کو اس بات سے کوئی دخل نہیں ہے کہ آج کے روز ایک شے پیدا ہونے کا باعث ہو اور کل دوسری چیز کے پیدا ہونے کا موجب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بن جائے دنیا کی جس قدر چیزیں ممکن ہیں وہ زید کے ساتھ اس امر میں برابر ہیں کہ زید موجود نہ ہو بلکہ اس کی بجائے کوئی دوسرا موجود ہو۔اس میں علم الٰہی کوئی تغیر پیدا نہیں کرسکتا۔ جب قدرت اور علم ان میں سے کوئی مرجح ثابت نہ ہوسکا۔تو ثابت ہوا کہ اس بات کا مرجح خدا کا ارادہ ہے۔ جب ایک کام کو ایک وقت میں کرنے کے لئے خدا ارادہ کرتا ہے تو اس کام کی تعیین کے ساتھ اس کا علم بھی فوراً متعلق ہو جاتا ہے۔ کسی چیز کے ایک خاص وقت میں پیدا کرنے کی علت خدا کا ارادہ ہوتا ہے اور علم اس کے ساتھ تابع کا حکم رکھتا ہے۔

(اقتصاد فی الاعتقاد ص ۹۷)

اس میں امام غزالی نے اللہ کی قدرت، علم اور اس کے ارادے کے متعلقات کی بڑے اچھے انداز میں توضیح کی ہے۔اور اس میں ''العلم تابعاً للوقوع'' کی بھی اچھی طرح تشریح کردی گئی ہے۔اللہ کا ارادہ ان کے متعلقات کی کس طرح تخصیص کرتا ہے اس کو بھی احسن طریقے سے حل کردیا گیا ہے۔ ارادہ قدرت کے احد المقدرین کی تخصیص کرتا ہے اور علم اپنے وقوع کے تابع ہوتا ہے علم کلام کی ان مباحث کو ابن عربی بھی اپنے درسوں میں پڑھتا رہا ہے۔امام غزالی، عبدالقاہر بغدادی اور امام ابن حزم یہ سارے حضرات ابن عربی سے پہلے گزرے ہیں اور یہ مشہور متکلمین ہیں۔ابن عربی ان حضرات کی تمام کتابوں پر اچھا خاصا عبور رکھتا تھا۔اس کے بعد پھر بھی اس کا یہ کہنا کہ اللہ اپنے معلوم کے بعد تخلیق کے لئے اس کے اقتضا آت کی تکمیل کیلئے مجبور ہے۔اور اس کا ارادہ اس کی معلوم کے تابع ہے بڑی جرأت کی بات ہے۔

شیخ جامی جو اپنے دور میں ابن عربی کا ثانی سمجھا جاتا تھا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اپنے معلومات کے تابع ہوتا ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

؎ حق عالمِ واعیان خلائق معلوم معلوم بود حاکم و عالمِ محکوم (لوائح جامی)
(قرآن اور تصوف ص ۱۶۱)

وحدت الوجود کا نظریہ اللہ اور انسان کو مجبور ثابت کرتا ہے

ابن عربی کے نزدیک اس کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز جس طرح یہاں موجود ہے اسی طرح اللہ کے قدیم علم میں بھی پہلے موجود تھی۔ یعنی یہ کائنات اسی معلومات الٰہیہ کا ایک عکس ہے۔ اب اللہ تعالیٰ جس چیز کی تخلیق کا ارادہ فرماتے ہیں یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے امر کن کے ذریعے اسے معدوم سے پیدا کرتے ہیں بلکہ علم الٰہی میں جو چیزیں پہلے درج ہو چکی ہیں ضرورت کے مطابق امر کن کے ذریعے ان کو حسی وجود کی صورت میں یہاں بھیجتے رہتے ہیں۔ یعنی یہ چیزیں عدم سے پیدا نہیں ہوتیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہیں۔ اعیان ثابتہ یا معلومات الٰہیہ کی یہ چیزیں اللہ سے ہر وقت تقاضا کرتی ہیں کہ انہیں لازماً منصہ مشہود پر لایا جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے اقتضا آت کی تکمیل کے لئے انہیں اس دنیا میں لانے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ یہ پہلی مجبوری ہے جس کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے۔ دوسری مجبوری مخلوق کے متعلق ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ازلی علم میں جس طرح ہر انسان کا عمل مقدر کر دیا تھا اب جو جو انسان تخلیق کی صورت میں وہاں سے منتقل ہو کر یہاں آئیں گے تو علم الٰہی کی اسی سابقہ عملی تشکیل کے مطابق تا زندگی عمل کرتے رہیں گے۔ یعنی یہاں جو انسان کفر کر رہا ہے، چوری کر رہا ہے، زنا کر رہا ہے، حرام کھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رہا ہے، نماز پڑھ رہا ہے، یا عدل کر رہا ہے یہ سب اپنے سابقہ لکھے ہوئے فطری تقاضوں کی تکمیل کر رہے ہیں۔ اس کے بعد کوئی انسان بھی ان مقدر شدہ تقاضوں میں اپنے ارادے سے تغیر نہیں کر سکتا۔ ابن عربی فصوص الحکم میں لکھتے ہیں۔

لایمکن بعین ان یظهر فی الوجود ذاتا وصفته وفعلاً الابقدر خصوصیته واهلیته والاستعداده الذاتی (فصوص الحکم)

''یعنی اعیان ثابتہ جو معلومات حق ہیں اور حق تعالیٰ ان کے عالم ہیں۔ اپنی خصوصیات وقابلیات اور استعدادات کے موافق اس کائنات میں ظاہر ہو رہے ہیں یعنی مخلوق کے افعال کی تخلیق عین ثابتہ یا ماہیت شئ کے بالکل مطابق ہو رہی ہے۔'' شیخ شبستری جو اس نظریے کے مشہور شارح ہیں اپنی کتاب گلشن راز میں کہتے ہیں

ہر چہ از زین و شین شما است بر سر مقتضائے عین شما است
ہر چہ عین شما تقاضا کرد جود فیض من آں ہویدا کرد

شیخ جامی کہتا ہے

احکام قضا چو بود در وے بدرج حق کرد باحکام کتاب تو عمل

(قرآن اور تصوف ص ۱۶۱)

ہم نے وحدۃ الوجود کے اکابرین کی اصل اشعار نقل کر دیے ہیں اہل علم ان کا ترجمہ خود ہی کر لیں جس میں واضح طور پر لکھ دیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ علم الٰہی کے نقشے کے مطابق مخلوق کو پیدا کرنے میں مجبور ہے اسی طرح ہر انسان بھی اس دنیا میں اپنے سابقہ مقدر پہ عمل کرنے کے لئے مجبور ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قدرت کی تخلیق اور ارادے کی تخصیص کا قرآن میں بیان

علماء متکلمین نے جس طرح اللہ کی قدرت علم اور اس کے ارادہ کی تشریح کی ہے۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ خود قرآن اس کی کس طرح توضیح بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ثم جعلنه نطفةً فی قرار مكين ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا مضغة عظما فكسونا العظم لحما ثم انشانه خلقا آخر فتبٰرک الله احسن الخالقين

(مومنون ۱۴)

ترجمہ:۔ اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے بنایا۔ پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو کہ ایک مدت معین تک ایک محفوظ مقام یعنی رحم میں رہا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا۔ پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنادیا۔ پھر ہم نے اس بوٹی کے بعض اجزاء کو ہڈیاں بنادیا۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ ہم نے اس میں روح ڈال کر اس کو ایک دوسری طرح کی ہیئت میں تبدیل کر دیا۔ سو اللہ کی کتنی بڑی شان ہے کہ اس کی صناعی کا دوسرا کوئی کاریگر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس آیت کے ترجمے کو ذرا غور سے پڑھیں اس میں صرف بچے کی تخلیق کے لئے جن اسباب مادیہ کی تشکیل کرنی پڑتی ہے یہاں ان کے مدارج کی ترتیب بیان کی گئی ہے۔ کہ رحم مادر میں بچے کو اپنی تکمیل کے لئے کن کن ارتقائی منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس تخلیق میں اللہ اپنی قدرت کے تصرف کو بیان

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فرمارہے ہیں کہ ہماری اس صناعی کا دوسرا کوئی صانع بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔لیکن اس میں نطفہ، علقہ، مضغہ اور کسوۃ عظام کے جن جن مدارج کو یہاں بیان کیا جارہا ہے۔ اس میں ہمیں یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ اس میں کس انسان کی تخلیق ہورہی ہے۔اس لئے کہ تخلیق کے ان مدارج سے ہر انسان کو یکساں طور پر گزرنا پڑتا ہے۔قرآن میں دوسرے مقام پر اس بات کی تشریح کی گئی ہے۔ کہ جب رحم مادر میں نطفہ، علقہ، مضغہ کے تخلیقی مدارج تو ہر انسان کے یکساں ہوتے ہیں۔تو پھر کیا وجہ ہے کہ کسی ماں سے حضرت یوسف علیہ السلام جیسے حسین پیغمبر کی ولادت ہورہی ہے اور کسی ماں سے حضرت آسیہ جیسی باکمال لڑکی پیدا ہورہی ہے۔اور کہیں حضرت آمنہ کے بطن اقدس سے ہادیٔ کائنات ﷺ کی تولید ہورہی ہے۔اور کہیں کسی کھاتے پیتے آدمی کی چار بیویاں ہیں لیکن گھر میں نہ لڑکا ہوتا ہے نہ لڑکی اور کہیں بچوں پر بچے جنم لے رہے ہیں اور رفتار تھمنے پر نہیں آتی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رحم مادر میں بچے کے تخلیقی مدارج میں صرف ہماری قدرت کا تصرف کام کررہا ہے۔اور تولید کے ان مدارج میں جن انسانوں کی نوعی تخصیص ہورہی ہے۔اس میں ہماری مشیت اور خصوصی ارادے کی شفقت کا اظہار ہورہا ہے۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انسان کی عمومی تخلیق میں نوعی تخصیص کس طرح ہوتی ہے؟

قرآن میں ہے کہ انسان کی عمومی تخلیق قدرت کے تصرف سے ہوتی ہے۔ اور اس بچے کی نوعی تخصیص اللہ کے ارادے سے ہوتی ہے۔ اس آیت کو دیکھئے۔

للہ ملک السمٰوات والارض یخلق ما یشاء یھب لمن یشاء اناثا و یھب لمن یشاء الذکور اویزو جھم ذکرانا واناثا ویجعل من یشاء عقیما انہ علیم القدیر (شوریٰ : ۴۹)

ترجمہ: ''تمام آسمانوں اور زمینوں میں صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہے۔ وہ اپنی اس کائنات میں جو چاہتا ہے۔ بناتا رہتا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے یا اپنی عطاء میں بیٹیوں اور بیٹوں کو جمع کر دیتا ہے۔ اور بعض دفعہ ایسا کرتا ہے کہ مرد و عورت دونوں تنومند ہوتے ہیں لیکن وہ انہیں اپنے ارادے سے بے اولاد بنا دیتا ہے۔ بیشک وہ اللہ بڑا جاننے والا اور بڑی قدرت کا مالک ہے۔''

دیکھئے جہاں بچے کی عمومی تشکیل بیان کی گئی ہے۔ وہاں تشکیل کے ہر درجے کے ساتھ خلقنا کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔ خلقنا النطفة، خلقنا المضغة، خلقنا العلقة یعنی ہم اپنی قدرت سے، نطفہ، مضغہ اور علقہ تخلیق کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تخلیق کا تعلق چونکہ قدرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے ہر بچے کی عمومی تشکیل کو خلقنا کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے اور جب وہ بچہ تولید کے وقت لڑکا یا لڑکی بن کر پیدا ہوتا ہے۔ تو اس بچے کے عمومی ڈھانچے کو اللہ کا ارادہ لڑکے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یا لڑکی کی شکل میں مصور کر دیتا ہے۔ اب دیکھئے بچے کی جہاں تذکیر اور تانیث کی شکل میں تقسیم ہو رہی ہے۔ وہاں اس آیت میں لفظ یشاء کو بیان کیا گیا ہے۔

یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشاء الذکور

اس سے معلوم ہوا کہ رحم مادر میں بچے کی عمومی تشکیل قدرت کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن اس تخلیق کے بعد وہ بچہ جب لڑکا یا لڑکی کی صورت میں پیدا ہوتا ہے تو اس کی تعیین اور تخصیص اللہ اپنے ارادے سے کرتے ہیں۔ یعنی ڈھانچے کی تخلیق اللہ کی قدرت کرتی ہے اور اس کی نوعی تخصیص اللہ کے ارادے سے ہوتی ہے۔ آئمہ متکلمین اسے علم کلام میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

والارادۃ والمشیۃ توجب تخصیص احد المقدورین فی احدا لاوقات للوقوع مع استواء القدرۃ الی الکل و کون تعلق العلم تابعاً للوقوع

(شرح عقائد نسفی ص ۲۳۰)

اللہ کی ایک ازلی صفت اس کا ارادہ اور مشیت ہے جو قدرت کا تعلق سب کے ساتھ برابر ہونے اور علم کا تعلق وقوع کے تابع ہونے کے باوجود دو مقدوروں میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص کرنے کا مقتضی ہوتی ہے۔

یعنی اللہ کی قدرت کسی ڈھانچے کی تخلیق کرتی ہے اور اس کا ارادہ اس تخلیق شدہ ڈھانچے کو ایک مخصوص صورت میں متعین کر دیتا ہے اور اس فعل کے وقوع کے بعد اس کا علم اس وقوع کی تشریح بیان کر دیتا ہے۔

قرآن کے ان شواہد اور آئمہ متکلمین کی اس تشریح کے بعد ابن عربی کا نظریہ اعیان ثابتہ ہمیشہ کے لئے اپنے مدفن میں دفن ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن عربی کے اس نظریے نے اس امت کے کتنے قدسی نفوس کو جادۂ حق

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے ہٹا دیا ہے۔ یہ اللہ کا ایک خصوصی فضل ہے۔ جس نے اس عاجز کے قلم سے آئندہ آنے والے مسلمانوں کو اس وادی میں گرنے سے بچنے کا سامان کر دیا ہے۔

ارادہ الٰہی مکونات میں کس طرح تخصیص کرتا ہے اور فلاسفہ کی تردید

امام تفتازانی نے شرح عقائد میں ارادہ الٰہیہ کی بحث کو دوبار بیان کیا ہے اس تکرار کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

والارادة صفة الله تعالیٰ ازلية قائمة بذاته كرر ذٰلک تاكيداً لاثبات صفة قديمة الله تعالیٰ مقتضیٰ تخصيص المكونات بوجه دون وجه وفی وقت دون وقت لاكما زعمت الفلاسفة من اله تعالیٰ موجب بالذات لافاعل بالارادة والاختيار والنجارية من اله مريد بذاته لا بصفته وبعض المعتزله من انه مريد بارادة حادثة لا فی محل والكرامية من ان ارادته حادثة فی ذاته (شرح عقائد نسفی ص ۲۸۰)

ترجمہ:۔ ''ارادہ اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ ہم اسے مکرر ذکر کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی قدیم صفت ہے جو مکونات کو معین وقت میں معین صفت کے ساتھ خاص کرنے کی مقتضیٰ ہے۔ لیکن فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجب بالذات ہے فاعل بالارادہ والاختیار نہیں ہے اور فرقہ نجاریہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرید بالذات ہیں۔ وہ اپنی کسی صفت کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے ارادہ نہیں کرتے اور بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے ارادہ کی وجہ سے مرید ہیں جو حادث ہے کسی محل میں نہیں۔ اور بعض کرامیہ کہتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ خود اس کی ذات میں حادث ہے"

(شرح عقائد نسفی)

اب اس مشکل عبارت کی توضیح بیان کی جاتی ہے۔

صفت ارادہ پر یہ دلیل ہے کہ قدرت کا تعلق مخلوقات کی تمام صفات اور کیفیات کے ساتھ یکساں ہے۔ اسی طرح ان کے وجود کے تمام اوقات کے ساتھ بھی یکساں ہے مثلاً اللہ تعالیٰ جس طرح زید کو خوبصورت لڑکا دینے پر قادر ہے اسی طرح وہ اسے بدصورت لڑکا بھی دے سکتا ہے۔ اور جس طرح وہ لڑکا اسے دن میں دینے پر قادر ہے وہ اسے رات کو بھی دے سکتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ بدصورت لڑکے کی بجائے اسے خوبصورت لڑکا کیوں دیا اور رات کی بجائے اسے دن میں کیوں دیا۔ ان دونوں باتوں میں جو ایک بات کو ترجیح دی گئی ہے۔ اس ترجیح کی کیا حکمت اور وجہ ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ بس اللہ کی مرضی ہے۔ وہ جیسا چاہے کر سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ارادہ ایک ایسی صفت ہے جو مکونات کی بعض صورتوں کو بعض صورتوں پر تخصیص اور ترجیح کا مقتضی ہوتا ہے۔ یرید ما یشاء کا یہی مفہوم ہے۔ اس میں فلاسفہ کی بھی تردید ہو گئی۔ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فاعل موجب بالذات ہیں یعنی وہ اپنے فعل کے صدور کے لئے خود اس کی اپنی ذات مقتضی ہے۔ فعل کے اس صدور میں اس کے ارادے اور اختیار کو بالکل دخل نہیں ہے۔ جس طرح آگ سے حرارت کا صدور بالا یجاب ہوتا ہے اس میں آگ کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا اس نظریے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ کے لئے ارادہ کی صفت ثابت ہو تو وہ دو باتوں سے خالی نہیں ہو گی یا وہ صفت حادث ہو گی یا قدیم ہو گی اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہلی بات یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حادث کا قائم ہونا ثابت ہوگا اور دوسری صورت اس لئے باطل ہے کہ جب وہ کسی چیز کے موجود کرنے کا ارادہ کرے گا تو موجود کرنے کے بعد اس کا ارادہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ تو اس سے قدیم صفت کا زوال ثابت ہوتا ہے۔ جو محال ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اللہ کا ارادہ تو قدیم ہے جب وہ اپنے اس ارادے سے کسی چیز کو موجود کرے گا تو قدیم ہونے کی وجہ سے یہ ارادہ اس سے زائل نہ ہوگا۔ بلکہ اس شئ کے وجود کے ساتھ جو ارادے کا تعلق ہے وہ تعلق زائل ہوگا۔ اس سے نجاریہ اور کرامیہ فرقے کی بھی تردید ہوگئی۔ ان کی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

نظم کائنات میں حسن ترتیب اور تزئین کی حقیقت

امام تفتازانی لکھتے ہیں کہ

نظام العالم و وجوده على الوجه الاوفق الاصلح دليل على كون صانعه قادراً مختارا وكذا حددرثه اذلو كان صانعه موجبا باالذات لزم قدمه ضرورة امتناع تخلف المعلول من علة الموجبة

(شرح عقائد نسفی ص ۲۷۹)

''کائنات کا حسن نظام اور اس کی ترتیب وتزئین کا کمال اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کا صانع واقعی قادر اور اپنے ارادے میں مختار ہے۔ اسی طرح اس کائنات کا حدوث بھی اس کے ذاتی اختیار کی شہادت دے رہا ہے۔ اگر وہ موجب بالذات ہوتا تو اس کائنات کا قدیم ہونا ثابت ہو جاتا۔ اس لئے کہ علت موجبہ سے اس کے معلول کا تخلف عملا محال اور ممتنع ہے''

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کائنات کا حادث ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا صانع واقعی ایک قادر اور مختار کل ہستی ہے۔ اور فاعل مختار کا معلول ہمیشہ حادث بالزمان ہوتا ہے اور اگر اس کا فاعل علت موجبہ ہوگی چونکہ اس کے معلول کا تخلف اس سے ممتنع ہوتا ہے اس لئے پھر یہ کائنات بھی قدیم ثابت ہوگی اور متعدد قدیم ایک جگہ اکٹھے جمع نہیں ہو سکتے۔

اعیان ثابتہ ایک لاشئ حقیقت ہے

ہم مشائخ وجودیہ سے پوچھنا چاہتے ہیں آپ یہ بتلائیں کہ اللہ کے قدیم علم میں اعیان ثابتہ کی جو صورتیں موجود تھیں کیا ان صورتوں کو علم الٰہی نے اپنے اندر خود موجود کر لیا تھا۔ یا اللہ نے اپنے ارادے سے انہیں علم الٰہی میں متعین کر دیا تھا ظاہر ہے کہ علم صرف کسی چیز کو معلوم تو کر سکتا ہے وہ اپنے معلوم کی اپنے علم میں تخلیق نہیں کر سکتا۔ اب لازماً تسلیم کرنا پڑے گا کہ علم الٰہی میں ان اعیان ثابتہ کی تشکیل میں ارادہ الٰہیہ کا دخل تھا چونکہ اللہ تعالیٰ فاعل بالاختیار ہے اور فاعل مختار کا معلول حادث بالزمان ہوتا ہے۔ تو اس سے اعیان ثابتہ کی تشکیل کو بھی حادث بالزمان ماننا پڑے گا۔ اس سے اعیان ثابتہ کا علم الٰہی میں قدیم ہونا باطل ہو جائے گا۔ اگر انہیں قدیم مان لیا جائے تو اس سے تعدد وجباء لازم آئے گا۔ جو بالکل محال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعیان ثابتہ کو علم الٰہی میں قدیم ماننا یہ ایک بے حقیقت نظریہ ہے جس سے ابن عربی کا قصر آ احمر بالکل ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

؎ مختصر گفتم وگرنہ دردسر بسیار بود

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صور علمیہ پر ایک تحقیقی اعتراض

بعض حکماء اسلام نے صور علمیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علم الٰہی میں صور علمیہ کیا یہ واجب لذاتہا ہیں۔ یا ممکن ہیں پہلی صورت میں اس سے تعدد وجباء لازم آتا ہے جو باطل ہے اور دوسری صورت میں علم فعلی نہ رہا اس وجہ سے کہ یہ صور علمیہ اگر ممکن ہیں تو ان کا علم فعلی جب صحیح ہوسکتا ہے کہ ان کے وجود سے ان کا علم پیشتر ہو ان صور علمیہ کا علم اگر ایک دوسری صور علمیہ کے واسطہ سے ہے تو ان میں بھی یہی حکم جاری ہوگا پھر اس طرح اس سے تسلسل لازم آئے گا۔

اگر ان صور علمیہ کا علم خود یہی صور علمیہ ہیں تو باوصف ممکنات ہونے کے جب اپنا علم خود یہ صور علمیہ ہوگئیں تو جن ممکنات کی یہ صور علمیہ ہیں انہوں نے کیا قصور کیا ہے کہ براہِ راست علم واجب ان کے ساتھ متعلق نہ ہوسکے۔ اور صور علمیہ کے ساتھ علم کا تعلق ہو جائے یہ ترجیح بلا مرجح کیسی؟ (بحث العلم والمعلوم ص ۷۰ از علامہ معین الدین اجمیری)

صور علمیہ پر یہ ایک ایسا تحقیقی اعتراض ہے اگر ابن عربی خود بھی زندہ ہوتے تو مرقد کے کنارے تک اس کا جواب نہ دے سکتے تھے۔ ان وجودی صوفیہ کا قاعدہ ہے جب کسی بات کا علمی حقائق کے ساتھ جواب نہیں دے سکتے تو پھر اسے اپنے کشف پر محمول کر لیتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ وحدۃ الشہود کا مبنیٰ میرا کشف ہے۔ اور وجودی مشائخ بھی یہی کہتے ہیں کہ وحدۃ الوجود کا بنیادی مبنیٰ کشف ہے۔ اب دیکھئے دونوں طرف اونچے درجے کے مشائخ ہیں اب ان میں سے کون فیصلہ کرے کہ فلاں حضرت کا کشف صحیح ہے اور فلاں حضرت کا کشف ناقص ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دہریت، فلاسفہ اور نیچریت کا رد

۱- دہریت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اس مادی کائنات کا اللہ خالق نہیں ہے۔ بلکہ یہ مادہ کے ارتقائی تصادم یا ملاپ سے ان چیزوں کی خود بخود تشکیل ہورہی ہے۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مادہ تو ایک اندھی قوت ہے اور کائنات کے اندر جو مربوط نظم پایا جاتا ہے۔ اور ذی روح مخلوق کے دماغوں میں جو شعور کا جوہر پایا جاتا ہے پھر ہر چیز جو اپنی فطری تشکیل کے بعد ایک متعین صورت میں استقرار پکڑ لیتی ہے یہ سب کچھ ایک باشعور ہستی تو کرسکتی ہے مادہ کی اندھی قوت اشیاء میں صرف باہمی تصادم یا ملاپ تو کرسکتی ہے۔ لیکن گلاب کی پتیوں میں حسن ترتیب اور اس کی مختلف رنگوں میں تزئین اور ان پتیوں میں خوشبو کی مہک تو پیدا نہیں کرسکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس مادی وجود میں ایک قوت کا ثبوت تو دے سکتے ہیں لیکن جس عالی شعور کے ذریعے نظم کائنات کی حسین تشکیل ہورہی ہے۔ دہریت کے بڑے بڑے سکالر اس کے جواب میں کچھ نہ کچھ بڑ بڑاتے تو رہتے ہیں لیکن حقائق کے لہجے میں کوئی جواب نہیں دے سکتے آئمہ متکلمین نے اس کا کتنا اعلیٰ جواب دیا ہے۔ کہ قدرت کے تصرف سے ہر امکانی چیزیوں ڈھل تو سکتی ہے لیکن ان چیزوں میں انواع کی تعیین فطرت نہیں کرتی بلکہ اللہ کا ارادہ اپنی مشیت سے ان ڈھلی ہوئی چیزوں میں ایک تخصص پیدا کردیتا ہے۔

۲- فلاسفہ تخلیق کائنات میں تعلیل کے مطابق علت و معلول کے قائل ہیں۔ دوسرا وہ کہتے ہیں لا یصدر عن الواحد الا الواحد یعنی واحد سے واحد

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صادر ہوسکتا ہے۔اس نظریے میں خامی یہ ہے۔کہ علت کے تصرف کے بعد اس کا معلول فوراً موجود ہوجاتا ہے۔اس سے فاعل باالاجبار کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے دوسرا اس سے کائنات کا قدم ثابت ہوتا ہے۔قاعدہ ہے جب کائنات کا فاعل بالاجبار ہوگا تو اس سے اس کا مجبور ہونا بھی ثابت ہوگا۔اس سے اس کی آزاد مشیت سلب ہوجاتی ہے۔جب اس کی مشیت آزاد نہ ہوگی۔تو وہ قدرت کے احدالمقدورین میں تخصص کس طرح کرے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کائنات کا خالق وہ ہوسکتا ہے جو اپنے ہر ارادے میں فاعل بالاختیار ہو

۳- پرویز صاحب نیچریت میں ایک مخصوص مقام کے حامل ہیں۔ان کے نظریے کا بنیادی محور یہ ہے کہ "الاله الخلق والامر" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عالم امر میں تو آزاد تھا اس نے جس طرح چاہا ہر چیز میں اس کی فطری استعداد متعین کردی لیکن عالم خلق میں جب ہر چیز اپنے اپنے فطری قانون کے مطابق تخلیق ہوگئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے فطری نظم میں کسی قسم کا نہ تغیر کرسکتا ہے اور نہ اسے کلیۃً معدوم کرسکتا ہے۔اس پر اگر اللہ تعالیٰ کو ایک صورت میں مجبور بھی کہہ دیا جائے تو اس سے تو اس کی ذات پر کوئی حرف عائد نہیں ہوتا۔

پرویز صاحب کے اس نظریے پر اہم اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ عالم امر میں جب ارادہ الٰہیہ سے ہر چیز کی فطری استعداد متعین ہوگئی۔جس طرح اللہ کی قدرت اس کی ازلی صفت ہے اس طرح اس کا ارادہ بھی اس کی ازلی صفت ہے جو کسی وقت بھی وہ اپنی اس صفت سے مسلوب نہیں ہوسکتا۔دیکھئے رحم مادر میں ہر بچے کے ارتقائی مراحل تو یکساں ہوتے ہیں۔نطفہ، مضغہ اور علقہ تو ایک ہی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ترتیب سے مرتب ہوتے رہتے ہیں۔لیکن رحم میں اس تیار شدہ ڈھانچے کے بعد اسے لڑکی اور لڑکے کی شکل میں کون تخصص کرتا ہے۔قاعدہ ہے احد المقدورین تو صرف ارادہ الٰہی ہی تخصص کرسکتا ہے۔دیکھئے قرآن میں ہے۔

هوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء

وہ ارحام میں اپنی آزاد مشیت کے ساتھ نر و مادہ کی تصویر کشی کرتا رہتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ قدرت تو ارحام میں نطفہ، مضغہ، علقہ اور کسوۃ عظام کی تخلیق کرتی ہے۔اور مشیت الٰہیہ ان کے احد المقتدرین میں لڑکی یا لڑکے کی صورت میں تخصیص کرتی رہتی ہے۔

والارادۃ توجبت تخصیص احد المقدورین کا یہی مطلب ہے اس سے معلوم ہوا کہ پرویزی صاحب کا یہ نظریہ سراسر غلط ہے۔

علم باری تعالیٰ میں فلاسفہ اور حکماء اسلام کی تحقیق

علامہ معین الدین اجمیری جو اپنے دور میں معقولات کے شہیر عالم تھے اپنی کتاب بحث العلم والمعلوم میں لکھتے ہیں۔

علم باری تعالیٰ کا مسئلہ بڑا معرکۃ الآراء ہے۔خصوصاً باری تعالیٰ کا علم فعلی کہ اس میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔تمام حکماء اور آئمہ متکلمین اس پر متفق ہیں کہ باری تعالیٰ شانہ عالم ہے البتہ ایک گروہ فلاسفہ یونان کا ایسا ہے کہ وہ سرے سے علم باری تعالیٰ کو نہیں مانتا۔اس بارے میں ان کا شبہ یہ ہے کہ باری سبحانہ واحد محض ہے اگر وہ اپنی ذات کو جانے گا تو وہ ذات حق عالم بھی ہوگی اور معلوم بھی۔اس سے ذات حق میں تغایر اور اثنیت پیدا ہو جائے گی۔لیکن ان کا

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ شبہ بالکل لغو ہے۔ اس وجہ سے کہ اسے اپنی ذات کا علم، علم حضوری ہے نہ کہ علم حصولی۔

شیخ مقتول نے باری تعالیٰ کے لئے نفس علم تو تسلیم کرلیا ہے لیکن اس کے لئے علم فعلی تسلیم نہیں کرتا۔ فلاسفہ یونان اور مقتول سہروردی کے علاوہ تمام عقلاء وحکماء باری تعالیٰ کے لئے دو علم مانتے ہیں۔ ۱۔ علم فعلی ۲۔ علم انفعالی۔

علم انفعالی وہ علم ہے جو اشیاء کے موجود ہونے کے بعد اس کے پہلے علم پر مرتب اور اس پر منطبق ہوتا ہے۔

باری تعالیٰ کا علم فعلی اور حکماء کا اعتراف عجز اور اعیان ثابتہ

پس اصل شئ علم فعلی ہے جو حق تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اس کا اثبات کیا گیا ہے لیکن اس کی کیفیت میں سخت اختلاف واقع ہوا ہے۔ علم فعلی کے اثبات میں حقیقی دشواری یہ ہے کہ علم فعلی بحیثیت علم ہونے کے اس امر کا مقتضی ہے کہ معلوم علم کے وقت موجود ہو۔ ورنہ علم کا تعلق معدوم محض سے ہو جائیگا۔ اور یہ بداہۃً باطل ہے۔ کیونکہ علم ذات اضافت ہے اور جبکہ یہ علم فعلی ہے تو بحیثیت فعلی ہونے کے اس امر کا مقتضی ہے کہ کوئی شئ علم کے وقت موجود نہ ہو ورنہ علم فعلی علم فعلی نہ رہے گا پس اس کا علم ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ اس کے معلومات ازل میں موجود ہوں اور اس کا فعلی ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ علم کے وقت کوئی شئ موجود نہ ہو۔ اب دشواری یہ پیش آ گئی کہ تمام ممکنات کو اگر علم کے وقت موجود مانتے ہیں تو یہ علم فعلی نہ رہے گا۔ اگر موجود نہیں مانتے تو لازم آئے گا کہ علم بغیر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معلوم کے متحقق ہوگیا۔اس حل کے متعلق مشہور مذاہب یہ ہیں۔

۱۔ ابونصر فارابی اور شیخ بوعلی سینا کا مذہب ہے وہ یہ کہ اشیاء کا علم بواسطہ صور علمیہ جو باری عزوجل میں قائم ہیں۔ یہ صور علمیہ مثل صفاتِ باری تعالیٰ قدیم ہیں ازل میں گو اشیاء موجود نہ تھیں لیکن ان کی صور علمیہ موجود ہونے سے انکشاف ہوگیا اس وجہ سے علم کا تعلق مالیس بشی سے نہ رہا۔

صور علمیہ تسلیم کرنے پر تنقید

۱۔ صور علمیہ تسلیم کرنے سے گو معدوم محض کے ساتھ علم کا تعلق نہ رہا لیکن درحقیقت یہ علم فعلی نہ رہا اس وجہ سے کہ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صور علمیہ واجب لذاتہا ہیں یا ممکن پہلی صورت میں تعدد وجباء لازم آتا ہے۔ جو باطل ہے اور ان دونوں اماموں کے خلاف ہے۔ اور دوسری صورت میں علم فعلی نہ رہا اس وجہ سے کہ یہ صور علمیہ ممکن ہیں تو ان کا علم فعلی جب ہوسکتا ہے کہ ان کے وجود سے پیشتر ان کا علم ہو اب اگر ان صور علمیہ کا علم بواسطہ دیگر صور علمیہ ہے تو ان میں بھی یہی کلام جاری ہوگا اور اس طرح اس پر تسلسل لازم آئے گا۔ اگر ان صور علمیہ کا علم خود یہی صور علمیہ ہیں تو باوصف ممکنات ہونے کے جب اپنا علم خود یہ صور علمیہ ہوگئیں تو جن ممکنات کی یہ صور علمیہ ہیں انہوں نے کیا قصور کیا ہے کہ براہِ راست علم واجب ان کے ساتھ متعلق نہ ہوسکے اور صور کے ساتھ علم کا تعلق ہوجائے۔ یہ ترجیح بلامرجح کیسی؟

۲: اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ صور علمیہ جب ممکنات کے قبیل سے ہیں تو یہ حوادث کے ذیل میں آگئیں پس باری تعالیٰ محل حوادث ہوگیا اور یہ تمام

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حکماءاورآئمہ متکلمین کے نزدیک باطل ہے۔

۳: اس پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے معلومات غیر متناہیہ ہیں۔ تو حسب معلومات صور علمیہ ذات حق میں قائم ہونگی اور غیر متناہیہ ہونگی پس براہین تسلسل ان میں جاری ہوسکتی ہیں۔

۴: اس پر چوتھا اعتراض یہ ہے کہ یہ صور علمیہ جبکہ واجب تعالیٰ میں حلول کئے ہوئے ہیں تو ذات واجب ان کے قابل ہوئی اور واجب ان کا فاعل بھی ہے۔ کیونکہ یہ صور علمیہ ممکنات کے قبیل سے ہیں پس ایک ذات کا ایک ہی شئ کی نسبت قابل اور فاعل ہونا لازم آیا جو سراسر حکماء اور عقلاء کے نزدیک محالی ہے۔ اس بحث میں دیکھئے اس میں اعیان ثابتہ یعنی صور علمیہ کی بنیاد کو کس طرح متزلزل کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ والحمد لله علی ذلک

مذہب معتزلہ اور بعض صوفیہ

ان کے نزدیک ازل میں اشیاء ممکنہ موجود نہ تھیں بلکہ ثابت تھیں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کا علم فعلی ہوگیا اور ثبوت کی وجہ سے علم کا تعلق معدوم محض سے بھی نہ رہا۔

تنقید: یہ جواب ثبوت بلا وجود پر مبنی ہے۔ یعنی اشیاء ثابت ہوں لیکن موجود نہ ہوں۔ عدم وجود کے درمیان ایسا درجہ متوسط نکالنا محض ایک تخیل ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ان مذاہب کی تفصیل کے بعد علامہ معین الدین اجمیری لکھتے ہیں۔

ان مباحث سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ حکماء کے ان مذاہب مذکورہ میں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے کوئی مذہب ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم فعلی کی میزان پر پورا اتر سکے۔ دو محذور میں سے ایک محذور ہر ایک مذہب پر لازم آتا ہے یا تو علم فعلی علم فعلی باقی نہیں رہتا۔ یا تعلق علم کا معدوم محض سے ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد علامہ صاحب لکھتے ہیں البتہ اس میں وحدۃ الوجود کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس کے تسلیم کرنے پر علم فعلی کا مسئلہ کچھ حل ہو جاتا ہے۔ ابن عربی کے نزدیک عالم کون میں بجز باری تعالیٰ کوئی حقیقت موجود نہیں ہے۔ تمام ممکنات اس کے اظلال اور اعراض انتزاعیہ کی طرح ہیں اور سب کی موجودیت کا منشاء ذات حق ہے۔ ازل میں باری تعالیٰ کا علم اپنی ذات کے لئے درحقیقت تمام کائنات کا علم ہے کہ جو اس کے اظلال و آثار ہیں۔

(بحث العلم والمعلوم ص ۱۷۰ از علامہ معین الدین اجمیری)

ہم اس کا پہلے رد لکھ چکے ہیں کہ معلومات الٰہیہ غیر محدود ہیں صرف یہ موجودہ ممکنات اس ذات کے اظلال اور اعراض نہیں بن سکتے۔ اس سے چونکہ علم الٰہی کی تحدید ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ نظریہ صرف ایک ذہنی تخیل تک محدود ہے۔ اس میں علامہ اجمیری صاحب صرف مشائخ وجودیہ کی بھیگے الفاظ میں پاسداری کر رہے ہیں حالانکہ وہ خود اپنی پچھلی تحقیق میں نظریہ صور علمیہ کی حقائق کے ساتھ اچھی طرح تردید کر چکے ہیں۔ ارباب بصیرت سے گذارش ہے کہ دیکھئے کہ آئمہ محققین نے صور علمیہ یا اعیان ثابتہ کو حقائق کے ساتھ کس طرح ہمیشہ کے لئے ابدی مرقد میں دفن کر دیا ہے۔

☆☆☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اعیان ثابتہ کا قصر آحمر جسے ہمیشہ کیلئے زمین بوس کر دیا گیا ہے

ربط بین الحادث والقدیم اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے

بارے میں اہل باطل کی طرف سے جتنی تشکیکات پیش کی گئی ہیں آئمہ متکلمین ہر دور میں ان کا قلع قمع کرتے رہے ہیں اسی طرح ابن عربی کا نظریہ ''اعیان ثابتہ'' کو بھی اللہ کی صفت علم اور اس کے قدیم معلومات کی ایک عویق توجیہہ پر استوار کیا گیا ہے۔ جس میں اللہ کی قدرت اور اس کے ارادے کو معلومات الٰہیہ جسے ابن عربی اعیان ثابتہ کہتے ہیں اس کے تابع کر دیا گیا ہے یعنی ابن عربی کے نزدیک اللہ تعالیٰ اتنا مسلوب الاختیار ہے کہ وہ اعیان ثابتہ کے قدیم مندرجات کے علاوہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتا گویا اللہ تعالیٰ ایک مدیر کے مانند ہے کہ اعیان ثابتہ کے قدیم نقشے کو دیکھ دیکھ کر دنیا کی چیزوں کی تدوین کرتا رہتا ہے۔ فلسفہ وحدۃ الوجود میں اعیان ثابتہ کی یہ بحث ایک ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں سب سے زیادہ مشکل بات یہ ہے کہ جس طرح اللہ کا علم ذاتی صفت ہونے کی وجہ سے اس کا عین ہے اسطرح اس کے علم کے معلومات یعنی اعیان ثابتہ بھی اس کے عین ہیں اسلئے کائنات کی ہر مخلوق پر اللہ کی صفت کا اطلاق ہو سکتا ہے اسی طرح عابد اور معبود کے درمیان جو حقیقی غیریت پائی جاتی ہے اس نظریے کے تحت اس کا مکمل خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ابن عربی کے اس بنیادی ستون کو ہمیشہ کے لئے ریزہ ریزہ کر دیا جائے اور ان گرے ہوئے منتشر ریزوں پر اس نظریے کی ایک مرصع قبر بنا دی جائے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اللہ کے علم اور اس کی معلوم کا تعلق چونکہ علم کلام کے ساتھ ہے اس لئے ہم اس بحث کی تصریح کیلئے امام سعد الدین تفتازانی کی کتاب ''شرح عقائد نسفی'' سے اکثر علمی شواہد مقتبس کر رہے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک یہ کتاب اتنی مستند ہے کہ تمام مدارس عربیہ میں اسے نصاب کے طور پر پڑھایا جاتا ہے اور ساتھ ہی دوسرے آئمہ متکلمین کی دوسری کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

اعیان ثابتہ کا اختتام اور ابن عربی کا اعتراف

آئمہ متکلمین متفقہ طور پر لکھتے ہیں۔

ان معنی کو نه تعالیٰ قادراً انه یصح منه ایجاد العالم وترکه لان القدرة صفة تؤثر علی وفق الارادة فلیس شیٔ من ایجاد العالم وترکه لازما لذاته

(المسامره شرح المسامرة ص ۶۰)

''اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کو پیدا کرنا یا پیدا نہ کرنا یہ دونوں باتیں اس کی مرضی پر موقوف ہیں''

کیونکہ قدرت ایک ایسی صفت ہے جو اپنے ارادے کے مطابق ہر چیز پر جس طرح چاہے اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے اس کی ذات پر نہ تخلیق کائنات لازم تھی اور نہ ترک پر۔ اس کی شان میں کوئی کمی آ جاتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اگر اس کائنات کو پیدا کر دیا ہے تو یہ اس کی شفقت نوازی ہے۔ اگر اسے پیدا نہ کرتا تو یہ بات بھی اس کی اپنی مرضی پر موقوف تھی۔ سب جانتے ہیں جس طرح اس کی ذات قدیم ہے اس کی صفات قدرت، علم، ارادہ وغیرہ بھی قدیم اور ازلی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں۔ آپ یہ بتلائیں اگر وہ اس کائنات کو پیدا نہ کرتا تو اس کی قدرت کے مقدورات اوراس کے علم کے معلومات کا کن چیزوں پر اطلاق ہوتا۔ دیکھئے جب تخلیق کائنات سے ماقبل اس کی قدرت مقدورات کے بغیر کامل تھی اور اس کا قدیم علم اپنی معلومات کے بغیر جہل کے نقص سے بھی منزہ تھا۔ اب تخلیق کائنات کے بعدان حضرات کا یہ کہنا کہ اللہ کے قدیم علم میں جب تک صور علمیہ کو داخل نہ کیا جائے۔ اس کے قدیم علم پر جہل لازم آئے گا۔ کتنی جرأت کی بات ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ آخر میں ابن عربی بھی عجز کے ساتھ اعتراف کی چوکھٹ پر سر نگوں ہو جاتا ہے۔

علامہ محسن جہانگیری لکھتے ہیں۔

ابن عربی ایک مقام پر لکھتا ہے۔ حق تعالیٰ اگر اپنے اطلاق محض کے مرتبے پر رہتا اور تجلی افگن نہ ہوتا تو اس کے علم میں یہ اعیان ثابتہ بھی ظاہر نہ ہوتے اور نتیجۃً یہ ساری کائنات اپنے وجود سے محروم رہ جاتی۔ مختصر یہ کہ اعیان ثابتہ کا علم الٰہی میں ظہور اور اس کے بعدان کا خارج میں صدور اس کا اصل باعث حق تعالیٰ کی تجلی ہے۔ اگر یہ تجلی نہ ہوتی تو خود اس کی ذات بھی پردہ غیب میں رہتی اور یہ کائنات بھی منصۂ شہود پر نہ آتی۔

(ابن عربی حیات وآثار ص ۳۵۴)

آئمہ متکلمین نے جو اللہ کے قادر ہونے کا مفہوم لکھا ہے اور اس کے ساتھ ابن عربی کی یہ اعترافی تحریر ملا کر پڑھیں اور دیکھیں اس میں اعیان ثابتہ کا قصر آحمر کس طرح ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک ۔ وحدۃ الوجود کے دو بڑے ستون تھے ایک ستون کو ہم نے اچھی طرح گرا دیا ہے اس کا دوسرا ستون وجود مطلق ہے۔ اب اس کے بارے میں چند حقائق پیش کر رہے ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۲۔ وجودِ مطلق کی بحث

وحدۃ الوجود کا دوسرا اہم ستون ''وجود مطلق'' ہے۔ ارسطو کے فلسفے میں نفس کلیہ ایک عمیق بحث ہے۔ وجود مطلق کی تعبیر اسی فلسفے سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح حکماء اسلام اور صوفیہ کے ہاں شروع ہی سے وجود کی بحث بڑی اہم رہی ہے اور اسے مسلۃ المسائل سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس عالم کون و مکان میں جو علت و معلول کا سلسلہ ہے۔ آخر وہ کہیں جا کر تو ختم ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اس سلسلے کی ابتداء کیسے ہوئی۔ کیا علت و معلول کا یہ سلسلہ از خود شروع ہو گیا ہے یا اس کا کوئی شروع کرنے والا بھی ہے؟ پھر اس سلسلہ علت و معلول کا اس شروع کرنے والے سے کیا تعلق ہے۔ حکماء اسلام اور صوفیہ ان دونوں کا ان دقیق بحثوں میں بڑا انہماک رہا ہے اور وہ وجود کی اصل حقیقت کے تعین کے لئے برابر سرگرداں رہے ہیں۔

شاہ محمد حسین الہ آبادی جو اس نظریے کے مشہور ولی ہیں۔ ڈاکٹر میر ولی الدین ایم اے پی ایچ ڈی اور دوسرے کئی علمی اسکالر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ آپ اس مسئلے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

''ہم جب ان موجودات پر نظر ڈالتے ہیں تو ان میں دو جہتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک اشتراک اور دوسری جہت امتیاز یعنی ایک یہ کہ وہ ایک دوسرے سے مختلف حالتوں میں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مشترک ہیں۔ مثلاً سارے انسان انسانیت میں مشترک ہیں اور اپنے خاص خاص تعینات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز بھی ہیں۔ اسی طرح جتنے جاندار موجود ہیں ان سب میں حیوان ہونا مشترک ہے اور انسان اور گھوڑا ہونا ان کو آپس میں ممتاز کر دیتا ہے۔ اسی طرح تمام موجودات ہیں جو ان تمام چیزوں میں مشترک ہے۔ وہ وجود ہے۔ ممکن اور واجب ان دونوں میں وجود پایا جاتا ہے۔ اسی وجود سے مصدری ہونا مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہ ''حقیقت'' مراد ہے جس کی بناء پر ہم کسی چیز کو موجود کہتے ہیں۔ یہ ''حقیقت'' اپنی جگہ پر اصل میں کسی موجود کرنے والے کے ذریعے موجود ہے۔ اس لئے یہی وجود کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا اسے خود پہلے موجود ہونا چاہئے اور یہی وجود تمام چیزوں کو حاوی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ہر چیز معدوم ہے۔ اب جو چیزیں اس وجود کے علاوہ مخلوقات میں پائی جاتی ہیں وہ اعتباری ہیں اس لئے اگر وجود نہ ہو تو ان سب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہی وجود اللہ تعالیٰ کی عین ذات ہے اور دنیا کی جتنی چیزیں موجود ہیں ان سب کی حقیقت یہی وجود ہے اور دوسری ہر چیز کی علیحدہ شخصیت اس وجود کے علاوہ اعتباری ہے۔

(وجود کی بحث از پروفیسر ضیاء ص ۶۵)

غرض تمام موجودات میں وجود مشترک ہے اگر وجود نہ ہو تو یہ موجودات بھی نہ ہوں۔ اس سے ارباب تصوف نے یہ نتیجہ نکالا کہ وجود اور موجودات ایک دوسرے کے عین ہیں اور شاہ محمد حسین الٰہ آبادی فرماتے ہیں۔

''لہذا یہی وجود اللہ تعالیٰ کا عین ہے اور دنیا کی جتنی چیزیں موجود ہیں ان سب کی حقیقت یہی وجود ہے۔''

پروفیسر ضیاء لکھتے ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے اس عالم کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں ایک تو وجود ہے جسے آپ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ظہور حیات کہہ لیجئے دوسرے اس کی ذات ہے اپنی اپنی ذات کی وجہ سے تو ہر چیز دوسری چیز سے مختلف ہے۔ جیسے انسان اور شجر ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن ان چیزوں میں ایک ہی وجود مشترک ہے جو ہر چیز میں جاری وساری ہے۔ اسی کو صوفیاء کی اصطلاح میں وحدۃ الوجود کہتے ہیں۔

(وجود کی بحث ص ۷۲)

ابن عربی جو وحدۃ الوجود کے بانی ہیں وہ کہتے ہیں کہ وجود کا اطلاق صرف ذات باری تعالیٰ پر ہوسکتا ہے۔ لاموجود الا اللہ کا یہی مفہوم ہے۔ یعنی صرف اللہ کی ذات ہی وجود کی صفت سے متصف ہوسکتی ہے۔ یہ وجود نہ عرض ہے نہ جوہر نہ جسم ہے اور نہ روح ہے بلکہ ایک ماہیت ہے جس کے مراتب اور تنزلات عالم کثرت میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ علامہ جامی فرماتے ہیں۔

درکون ومکاں نیست عیاں جز یک نور — ظاہر شدہ آں نور بانواع ظہور
حق نور و تنوع ظہورش عالم — توحید ہمیں است دگر وہم وغرور

(لوائح جامی)

اس میں جامی نے وجودیہ مشائخ کے نزدیک جو توحید کا اصل مفہوم ہے۔ اسے اس رباعی میں احسن طریقے سے واضح کر دیا ہے۔ ''یعنی وہ وجود جو کائنات کی تمام چیزوں میں مابہ الاشتراک پھیلا ہوا ہے۔ یہی وجود خدا ہے اور کائنات کی چیزوں میں جو مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ صورتیں اس وجود کے اعتباری تعینات ہیں۔ ان کے نزدیک لا موجود الا اللہ کا بھی یہی مفہوم ہے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ کی تصانیف میں ہمعات ایک اہم مقام کی حامل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے اس میں آپ نے وجود مطلق کی توضیح میں ایک محققانہ بحث کی ہے ہم یہاں اسے ملخص کر کے نقل کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

''زید ایک فرد ہے اس سے اوپر نوع انسان ہے اور نوع سے اوپر جنس کا مرتبہ ہے یہ جنس حیوان ہے حیوان کی جنس میں نوع انسان بھی داخل ہے اور جملہ حیوانات کی انواع بھی اس جنس سے آگے جنس نامی کا مرتبہ ہے اس میں حیوانات کے ساتھ ساتھ نباتات بھی شامل ہیں اور اس سے اوپر جسم یعنی عرض کا مرتبہ ہے اور عرض سے اوپر جوہر کا مرتبہ ہے۔

اس جوہر و عرض سے اوپر جو ''حقیقت'' اعلیٰ تر ہے اس کے بارے میں حکماء، فلاسفہ اور مشائخ وجودیہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔

اس معاملے میں حکماء، فلاسفہ کا یہ حال ہے کہ وہ مظاہر وجود اور اس کے تعینات کی اصل کا سراغ لگاتے لگاتے اس مقام پر پہنچے اور یہاں پہنچ کر نہ صرف کہ وہ رک گئے ہیں بلکہ انہوں نے قطعی طور پر یہ سمجھ لیا کہ جوہر و عرض کے درمیان کوئی ایسا ربط نہیں جو دونوں کو ایک جنس کے تحت تابع کر دے لیکن اس کے برعکس اہل صوفیہ نے معلوم کر لیا کہ جوہر و عرض دونوں کو ایک اور اعلیٰ حقیقت احاطہ کئے ہوئے ہے۔ لیکن حکماء، فلاسفہ اس حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز رہے۔ کیونکہ اور حقائق کی طرح اس حقیقت کے احکام و آثار متعین نہیں کہ ان کی مدد سے یہ حکماء، فلاسفہ اس حقیقت کا سراغ لگا لیتے جو عرض و جوہر ان دونوں پر حاوی ہے۔ اس حقیقت کا موزوں ترین نام۔ ''حقیقت وحدانیت'' ہے گو کبھی کبھی ہم اس حقیقت کو وجود یا نفس کلیہ بھی کہہ دیتے ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شاہ ولی اللہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان سب موجودات کے اوپر اور ان سب کو جمع کرنے والی اور جو ان سب کا موضوع ہے وہ صورت جسمیہ ہے۔ جسے اشراقین نے مادہ اولیٰ کہا ہے۔ یہ صورت جسمیہ جو مادہ کی اثر پذیر بھی ہے اور علت فاعلیہ بھی اس وجود کے اصل مرکز کی طرف راجع ہے۔ الغرض انواع کے ایک ایک فرد سے لے کر وجود اقصیٰ تک نظام کائنات کا یہ سارا سلسلہ نہایت مرتب اور منظّم ہے اور نیچے سے اوپر تک اس کی ہر کڑی دوسری کڑی کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

یہ وجود اقصیٰ اور بعد میں جن مظاہر کائنات میں اس کا ظہور ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے لکھے ہوئے حروف کے مقابلے میں سیاہ لکیر ہوتی ہے یعنی ان حروف کی اصل تو یہی سیاہ لکیر ہی ہے گو بعد میں اسی لکیر نے مختلف حروف کی شکل اختیار کر لی ہے۔ یا اس کی مثال دریا کی سمجھئے کہ اس میں لاتعداد موجیں ہوتی ہیں اور وہ موجیں اس پانی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

اب یہ سوال باقی رہا کہ یہ جامع حقیقت جو جوہر و عرض کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جس کا موزوں ترین نام ہم ''حقیقت وحدانیت'' بتلا آئے ہیں جسے ہم کبھی کبھی وجود اور نفس کلیہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ آخر یہ حقیقت ہے کیا؟

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ حقیقت عین ذات الٰہی ہے چنانچہ انہوں نے اسی حقیقت کو **لا بشـــرط شـــیٔ** ذات بحت (ذات مطلق) سمجھا لیکن ہمارے خیال میں ان لوگوں میں عقل و تدبر کی کمی تھی کہ انہوں نے اس غلط بات پر یقین کر لیا لیکن اس کے برعکس جو ہم نے اس پر تحقیق کی ہے تو اس سے یہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ وجود کے جس مرتبے پر جا کر ان لوگوں کی نظر رک گئی ہے اور انہوں نے غلطی سے اسے ذات بحت سمجھ لیا وہ مرتبہ تو ظاہر الوجود کا تھا جس کو ہم نفس کلیہ کہتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہ وجود ہر شئ میں جاری و ساری اور ہر شئ سے قریب تر ہے اور اس کے باوجود یہ سب اشیاء سے پاک اور ان کی تمام آلائشوں سے منزہ ہے۔

ہمارے نزدیک نفس کلیہ کے مقابلے میں جو ان اشیاء کی حیثیت ہے وہی حیثیت ذات الٰہی کے مقابلے میں اس نفس کلیہ کی ہے بلکہ نفس کلیہ ان اشیاء سے قرب کے باوجود جتنا ان سے دور ہے اس سے ذات الٰہی اس نفس کلیہ سے کئی ہزار ہا گنا زیادہ دور ہے۔ اسی طرح ذات الٰہی اس نفس کلیہ کے تمام تعینات اور تقیدات کی حد بندیوں سے بھی مبرا ہے۔ ہاں اس ضمن میں ایک بات کا ضرور خیال رہے کہ اس نفس کلیہ اور اس سے اوپر وجود کے جتنے مراتب ہیں ذاتِ الٰہی ان پر ابداع کے قبیل سے مؤثر ہوتی ہے نہ کہ مادی تخلیق کی قسم سے۔ ابداع سے مراد یہ ہے کہ مادہ کے بغیر عدم سے وجود کا صدور ہو اور ایک چیز سے دوسری چیز کا صدور ہونا ہم اسے خلق کی اصطلاح میں استعمال کرتے ہیں۔ الغرض نفس کلیہ اور ذات الٰہی میں ابداع کی نسبت ہے صفت تخلیق کی نہیں ہے اور ابداع کی نسبت جو اس نفس کلیہ کے ساتھ ہے اسے انسانی عقل اچھی طرح ادراک نہیں کر سکتی اس لئے نفس کلیہ اور ذاتِ الٰہی میں فرق مراتب کرنا عقلاً ممکن نہیں ہے اس لئے اگر کوئی شخص تسامح سے یہ کہہ دے کہ نفس کلیہ ذاتِ الٰہیہ کا عین تنزل ہے تو اس کا یہ کہنا بھی اجمالاً ایک وجہ کا حامل ہے۔

(ہمعات از شاہ ولی اللہ ص ۷۰)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیکھئے حضرت شاہ ولی اللہ نے جو وجود کے بارے میں علمی تحقیق کی ہے اس سے وحدۃ الوجود کی پوری عمارت منہزم ہو جاتی ہے۔ جو اس وجود مطلق یا نفس کلیہ کو ذات الٰہیہ کا عین سمجھے ہوئے تھے اور کائنات کی تمام اشیاء کو اس کے تعینات سمجھ رہے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''ذات الٰہی اس نفس کلیہ کی عین نہیں ہے جو عین سمجھتے ہیں یہ ان کا ایک علمی اور ذہنی تسامح ہے بلکہ ذات الٰہی اس نفس کلیہ سے ہزار ہا گنا زیادہ دور ہے۔ اس کے ساتھ جو ذاتِ الٰہی کا تعلق ہے وہ ابداعی ہے۔ اور ابداعی تعلق میں مُبدع اور مَبدع کے درمیان خالق اور مخلوق کی طرح تعلق ہوتا ہے اور اس تعلق سے اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان حقیقی غیریت ثابت ہو رہی ہے کیونکہ مُبدع کا اپنے مَبدع کے ساتھ ابداعی تعلق تب صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ان میں حقیقی غیریت پائی جاتی ہو۔''

دیکھئے حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی اس تحقیق میں وحدۃ الوجود کے قصر آحمر کو کس طرح ریزہ ریزہ کر دیا ہے دوسرا حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کے بدیع ہیں۔ بدیع اسے کہتے ہیں جو مادہ کے بغیر کسی چیز کو پیدا کر دے اور خلق اسے کہتے ہیں کہ کسی چیز کو کسی دوسرے مادہ سے پیدا کرے۔ بدیع ہونے کی وجہ سے تو اس نے ساری کائنات کو مادہ کے بغیر پیدا کیا ہے لیکن کائنات کی بعض چیزوں کو مادہ سے پیدا کیا ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو طین۔ مٹی سے پیدا کیا ہے اور مطلق انسان کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ جب وہ کسی چیز کو بغیر مادہ کے پیدا کرتا ہے۔ تو اس کی اس صفت کو ابداع کہتے ہیں اور پیدا کرنے والے کو بدیع کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بدیع السمٰوات والارض وہ اس ساری کائنات کا بدیع ہے۔

اس سے ابن عربی کے اس نظریے کا پورا ابطال ہو جاتا ہے۔ وہ اس کائنات کا عدم سے صدور نہیں مانتا۔ بلکہ وہ اس کائنات کو اعیان ثابتہ کی صور علیہ کا ظہور مانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے کائنات کا قدیم ہونا ثابت ہو رہا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کا بدیع ثابت کر رہے ہیں۔ اس سے اعیان ثابتہ کا بھی رد ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی اس سے کائنات کا قدیم ہونا بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

اب ہم وجود مطلق اور اس کے تعینات کی بحث شروع کر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسی عویق بحث ہے خدا معلوم اس کی وجہ سے کتنے کتنے اونچے مشائخ اور بڑے بڑے متبحر اہل علم جادۂ حق سے دور ہو چکے ہیں۔

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجودِ مطلق اور اس کے تعینات

ابن عربی کے فلسفے میں ''وجود مطلق'' کی جو بحث کی گئی ہے یہ وحدۃ الوجود کا دوسرا اہم ستون ہے۔ اس میں دو طریقے استعمال کئے گئے ہیں۔ ایک منطقی طریقہ جو ارسطو کے فلسفہ کلیات سے ماخوذ ہے اور دوسرا طریقہ کشفی ہے جو ان کے ایک کشفی تخیل کی ایک اختراع ہے۔ حضرت تھانوی صاحب نے ''ظہور العدم'' میں بڑی تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ وحدۃ الوجود کی کوئی دلیل بھی کسی نص قرآنی کی مدلول نہیں ہے۔ ہم پہلے ان کی منطقی دلیل کی تشریح کرتے ہیں۔ منطق کی تمام بنیادی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ کلیات کی پانچ قسمیں ہیں۔

امام تفتازانی کی شرح تہذیب توشیح التہذیب میں لکھا ہے۔

کلی کی پانچ قسموں میں سے پہلی قسم جنس ہے۔ جنس اس کلی کو کہتے ہیں جو افراد مختلفہ الحقائق پر ماھو کے جواب میں محمول ہو۔ یعنی ایسے امور کی جن کی حقیقتیں مختلف ہیں جب ان کے متعلق بذریعہ ماھو سوال کیا جائے کہ یہ سب کیا ہیں تو جو کلی ان کے جواب میں واقع ہوگی اس کا نام جنس ہے۔ انسان فرس بقر وغیرہ جن کی حقیقتیں مختلف ہیں۔ جب ان کی نسبت سوال کیا جاتا ہے کہ الانسان والفرس وابقر والغنم ماھم تو اس کے جواب میں حیوان کہا جاتا ہے کیونکہ حیوان ان تمام میں مشترک ہے بس ان کی جنس حیوان کہلاتی ہے۔ اسی طرح انسان اور اشجار کے انواع مختلف الحقائق ہیں۔ جب ان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ یہ کیا ہیں تو ان کے جواب میں کہا جاتا ہے یہ جسم نامی ہیں اسی طرح انسان اور حجر کی حقیقتیں مختلف ہیں۔ جب ان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ یہ کیا ہے تو ان کے جواب میں کہا جاتا ہے یہ جسم ہے۔ پس جسم اس کی جنس ہے۔ اسی طرح انسان اور مجردات مختلفۃ الحقائق ہیں جب ان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ انسان اور عقول یہ کیا ہیں تو اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ جوہر ہے پس یہ جوہر ان کی جنس ہے۔ اس سے معلوم ہوا کائنات کی تمام چیزوں میں چار جنسیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) حیوان، (۲) جسم نامی، (۳) جسم، (۴) جوہر۔ ان سب کی اصل جوہر کی جنس ہے اس کو جنس الاجناس اور جنس عالی کہتے ہیں۔ اور حکماء، فلاسفہ اسے نفس کلیہ اور وجود مطلق بھی کہتے ہیں۔

(شرح تہذیب امام تفتازانی ص ۴۵)

چونکہ اس کی تشریح منطقی فلسفے میں کی گئی ہے اس لئے اس کی تفہیم یں کچھ ثقل بھی موجود ہے لیکن آپ بصیرت کے ساتھ مشاہدہ فرمائیں کہ صوفیہ حضرات نے اپنے نظریات میں وجود مطلق کی جس طرح تشریح کی ہے کیا اس کی یہ تعبیر وہی نہیں ہے جو منطق کی کتابوں میں بیان کی گئی ہے۔ ہم اس کی توثیق کی خاطر ایک دوسری عبارت بھی نقل کر دیتے ہیں۔ قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند جو نانوتوی نظریات کے اہم سکالر ہیں آپ کے نظریہ وجود کی اپنی سہل عبارت میں اسطرح تشریح کرتے ہیں۔

''مثلاً زید ایک جزئی حقیقی چیز ہے جس میں زید کے سوا کسی اور کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر زید کے اوپر ایک عام اور کلی مفہوم انسان ہے۔ جس میں زید جیسے ان گنت انسانوں کی کھپت ہے اور یہی انسان کلی بے شمار افراد کو احاطہ کیے ہوئے ان کی تشکیل کر رہا ہے اور یہاں کلی سے ہماری مراد وہ ہے جو جزئیات میں مشترک ہو مگر پھر انسان بھی خاص ہے جس میں غیر انسان کی گنجائش نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔تو اس کے اوپر ایک عام کلی حیوان ہے اس میں انسان کے ساتھ گدھا، گھوڑا، بیل، بکری وغیرہ کی بھی کھپت ہے اور یہی کلی حیوان ہے جو انسان اور غیر انسان کی تشکیل کر رہا ہے مگر پھر حیوان بھی خاص ہے جس میں غیر حیوان کی گنجائش نہیں ہے اس سے زیادہ عام کلی نامی ہے یعنی قابل نشوونما جس میں سارے حیوان اور غیر حیوان درخت، پھول، پتے اور پھل وغیرہ سب کے سب کھپے پڑے ہیں اور یہی کلی نامی ان کی تشکیل کر رہا ہے۔ پھر یہ نامی جنس بھی خاص ہے۔ جس میں غیر نامی کی گنجائش نہیں ہے۔تو اس سے اوپر عام کلی جسم ہے جس میں نامی اور غیر نامی جیسے پتھر، ریت، مٹی، سونا، جواہرات وغیرہ جیسی جامد چیزیں بھی کھپی پڑی ہیں اور یہی کلی جسم ان کی جسمانیت کا مربی بنا ہوا ہے۔لیکن پھر یہ جسم بھی خاص ہے جس میں غیر جسمانی چیزوں کی جیسے لطائف اور مجردات وغیرہ کی سمائی نہیں ہے تو اس سے اوپر ایک عام مفہوم جوہر ہے جس کا معنی قائم بالذات ہے اس میں جسم اور غیر جسم یعنی مجردات جیسے ارواح مجردہ وغیرہ دونوں سمائے ہوئے ہیں اور پھر یہی جوہر ان کی تشکیل کر رہا ہے اور ہر کسی کی جوہریت کو قائم رکھے ہوئے ہے لیکن پھر جوہر بھی خاص ہے جس میں غیر جوہری اشیاء جیسے اعراض ہیں اس میں ان کی گنجائش نہیں ہے تو اس کے اوپر اور سب سے زیادہ اعم اور وسیع ترین کلی ''وجود'' ہے۔جس میں بے بہا کثرتیں اس کی وحدت کے نیچے سمٹی ہوئی ہیں اور یہی وجود ان سب کا مربی بنا ہوا ہے۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کائنات کے ذرہ ذرہ میں یہی وجود سرایت کئے ہوئے ان سے مربوط ہے۔اس لئے وجود ہی کو اس کائنات کی حقیقت کا آخری مربی اور تشکیل کنندہ کہا جائے گا۔ جس سے ساری کلیات اور جزئیات تھمی ہوئی ہیں اور کائنات کی بود و نابود اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے قائم ہے اگر وجود نہ ہوتو پھر کائنات کی ہر چیز اپنے اپنے وجود سے ختم ہو جائے گی اس کائنات کا جو خالق ہے یہ وجود اس خالق کے اندر بھی موجود ہے۔ کیونکہ یہ کائنات عارضی ہے اور اس سے پہلے موجود نہ تھی بلکہ بنانے والے نے بنا کر اسے یہاں موجود کر دیا تو آخر اس کا کوئی نقشہ اور کوئی خاکہ تو ضرور اس کے اندر موجود ہوگا۔ اس لئے ہم اسی باطنی نقشہ کو اس کائنات کا اصلی وجود کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوا اس کائنات کا مجموعہ پہلے سے باطن حق میں اسی روپ اور نقشہ کے ساتھ موجود تھا۔

(علم غیب از قاری طیب مطبوعہ دارالعلوم دیوبند ص ۱۱، ۱۲ ج ۱)

دیکھئے کیا یہ وہی بحث نہیں ہے؟ جسے علامہ تفتازانی نے منطق کی کتاب تہذیب میں حیوان، نامی، جسم اور جوہر کے کلیات میں بیان کیا ہے دوسرا اس میں قاری صاحب نے وجود اور اعیان ثابتہ کی اتنی سہل تشریح کی ہے کہ اسے ایک معمولی پڑھا ہوا انسان بھی آسانگی کے ساتھ وحدۃ الوجود اور اعیان ثابتہ کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ اس میں قابل غور عبارت یہ ہے کہ قاری طیب صاحب اس میں جن جن چیزوں کے باہمی اشتراک سے ان کی کلی کا تعین کرتے ہیں مثلاً جوہر کو کلی مقرر کر کے لکھتے ہیں کہ یہی جوہر اپنے جزئیات کی تشکیل کر رہا ہے۔ آخر میں جب اس ساری کائنات کی جزئیات کیلئے آخری کلی وجود کو ثابت کرتے ہیں تو اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کائنات کی حقیقت کا آخری مربی اور تشکیل کنندہ یہی وجود ہے جو سب میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اگر یہ نہ ہوتو ساری کائنات معدوم ہو جائے۔ قاری طیب نے وجود کی تفہیم کو بہت ہی سہل کر دیا ہے۔ صوفیہ وجودیہ کے نزدیک یہی وجود ہے جسے وہ خدا کی ذات کا عین سمجھتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں۔جیسا کہ شیخ محمد حسین الہ آبادی کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے اور عیـــن کا معنی یہ ہے گویا بعینہٖ وہی ذات ہے جو تعینات کی صورت میں ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔علامہ کاظمی صاحب لکھتے ہیں۔

جوہر اور ذات کے لحاظ سے وجود ایک ہے۔باقی سب اس کے تعینات اور تشخصات ہیں بے صورت ایک ذات ہے باقی ساری کائنات کی چیزیں اس کی صورتیں ہیں اور یہی ہمارا کلمہ لاموجود الا للہ ہے۔

(مناقب کاظمی ص ۱۵۱)

وجود مطلق اور اس کے تعینات کی علمی تغلیط

اب ہم اس نظریے کا علمی تجزیہ کرتے ہیں۔امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

جہاں تک ترتیب اشیاء کا تعلق ہے وہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس عالم محسوس میں جزئیات کے سوا اور متعین اشکال وصور کے اور کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔یہاں زید و بکر اور خالد کا وجود تو ہے جنہیں ہم بخوبی جانتے ہیں مگر اس انسان کا کہیں سراغ نہیں ملتا جو ان سے علیحدہ انسانیت کی جملہ خصوصیات سے متصف ہو اسی طرح گھوڑے اور گدھے کے افراد سے تو ہم آشنا ہیں مگر وہ مطلق گھوڑا اور وہ مجرد گدھا خارج کی دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا۔جسے ہم انواع و کلیات کے قبیل سے گردانتے ہیں۔

فان ما فی الخارج لیس بکلی اصلاً ولیس فی الخارج الاماھو معین مخصوص

(الرد علی المنطقیین ص ۱۳۵)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خارج میں جن چیزوں کی جلوہ گری ہے ان میں کوئی چیز بھی کلی نہیں ہے بلکہ جو کچھ بھی ہے وہ متعین اور مخصوص جزئیات ہیں اس لئے اگر کلیات کا مستقل بالذات وجود نہیں ہے تو اس سے وجود مطلق کا وہ تصور ختم ہو جاتا ہے جسے ابن سینا اور ابن عربی کی بدعت طرازیوں نے جنم لیا تھا جب منطقی طور پر وجود مطلق کا تصور باطل ہے تو لازماً منطقی طور پر وحدۃ الوجود اور اعیان ثابتہ کا قصر استدلال بھی خود بخود زمین بوس ہو جائے گا۔ (عقلیات ابن تیمیہ ص ۵۹)

وحدۃ الوجود کے حامی اس حقیقت کو نہیں سمجھ پائے کہ ہر ہر مقید اپنی خصوصیات وجود میں اس درجہ منفرد ہے کہ اس کے افراد کے مابین کوئی حقیقت کلیہ یا ماہیت مشترکہ پائی ہی نہیں جاتی یہ محض ذہن انسانی کی کرشمہ سازی ہے کہ وہ خواہ مخواہ ایک مطلق وجود کا تصور قائم کر لیتا ہے ورنہ یہاں کا ہر تعین اور اس عالم وبو کا ہر تقید اپنے متمیزات اور خصوصیات کا تنہا حامل ہے۔ غرض یہ ہے کہ یہ کائنات افراد و جزئیات اور اشخاص سے تعبیر ہے یا ارسطو کی زبان میں اس پر مقولات عشر کا اور اضافہ کر لیجئے۔ مگر اس میں کلیات کا خارج میں کہیں وجود نہیں ہے ان کا وجود محض ذہن وفکر کا انتزاع ہے۔ اگر کائنات کے بارے میں یہ تجزیہ صحیح ہے تو اس کے لازمی معنی یہی ہیں کہ یہاں پر ہر موجود اپنی خصوصیات کے ساتھ تو قطعی پایا جاتا ہے۔ مگر وہ وجود مطلق جو ہر تقید سے آزاد ہے۔ وہ کہیں نہیں پایا جاتا۔ امام ابن تیمیہ الحجج النقلیہ میں فرماتے ہیں۔

اس مفہوم کلی کا اشتراک وتماثل اسی انداز کا ہے جیسے نحوی جنس کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور منطقی علماء اس مفہوم کلی کو جنس، نوع، فصل خاصہ اور عرض عام کے خانوں میں تقسیم کرتے ہیں ان ناموں میں اشتراک وتماثل اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حقیقت کو مستلزم ہے کہ ان کے افراد جدا جدا ممیزات کے حامل ہیں اور یہ کہ ان میں کوئی فرد بھی بعینہٖ وہ نہیں ہے جو دوسرا ہے۔

(الحجج النقلیہ والعقلیہ ص ۴۷)

اس جواب کے مفہوم کو وہ اہل علم اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو منطق ونحو میں کافی عبور رکھتے ہوں۔

یہ حضرات اللہ تعالیٰ کو ایک وجود مطلق سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ وجود مطلق کا خارج میں قطعاً کوئی وجود نہیں ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

الوجود المطلق بشرط الاطلاق او بشرط سلب الامور الثبوتیه اولا بشرط مما یعلم بصریح العقل انتفاؤه فی الخارج وانما یوجد فی الذهن وهذا ماقرره فی منطقهم الیونانی وبینو البشرط الاطلاق کانسان مطلق بشرط الاطلاق وحیوان مطلق بشرط الاطلاق وجسم مطلق بشرط الاطلاق لا یکون الا فی الاذهان دون الاعیان

(تعارض العقل والنقل ابن تیمیہ ص ۱۷۲)

''اطلاق کی شرط کے ساتھ وجود مطلق یا ثبوتی امور کے سلب کی شرط کے ساتھ یا بغیر شرط کے مطلق عقل صریح کی رو سے خارج میں موجود نہیں ہوسکتا۔ یونانی منطق میں بھی یہ مقرر شدہ اصول ہے کہ اطلاق کی شرط کے ساتھ مطلق انسان یا اطلاق کی شرط کے ساتھ مطلق حیوان یا اطلاق کی شرط کے ساتھ مطلق وجود یہ ذہنوں میں تو پایا جاتا ہے مگر حقیقت میں اس کا خارج میں وجود نہیں ہوسکتا۔

(ابن تیمیہ از محمد یوسف کوکن عمری ایم اے ص ۵۳۳)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں صدرالدین قونوی جو ابن عربی کے خاص رفیق اوراس کے فلسفہ کے شارح ہیں اس نے کتاب ''مفتاح غیب الجمع والوجود'' لکھی ہے وہ خالق کو معطل اور معدوم کرنے میں بڑی مہارت رکھتا ہے وہ کہتا ہے بیشک اللہ وہی ہے جس کا وجود مطلق ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ مطلق کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا اور وجود جب بھی کہیں پایا جائے گا وہ معین صورت میں ہی پایا جائے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مطلق وجود تو خارج میں موجود نہیں ہوتا اگر اس کا وجود کہیں پایا جائے گا تو وہ مخلوقات کے وجود میں ہی پایا جائے گا اس لئے ابن عربی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا وہ جب ہی دکھائی دے گا تو مخلوق کی کسی معین شکل میں دکھائی دے گا۔''

(الفرقان ابن تیمیہ ص ۹۱، ابن تیمیہ از علامہ کوکن عمری ایم اے ص ۳۳۳)

صدرالدین قونوی دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ ہم حقیقت مطلق کو بشرط لا کی بجائے لا بشرط کے ساتھ مانتے ہیں اور یہ حقیقت خارج میں موجود اور متحقق ہوگی اس کے برخلاف وہ افراد کے پیکر میں ہو یا مرایا یا مظاہر کی صورت میں۔ اس لئے کہ حقیقت مطلق صرف مظہر و مشہود میں متمیز ہوتی ہے۔

(ابن عربی حیات وآثار ص ۲۵۸)

دیکھئے صدرالدین قونوی جو ابن عربی کے رفیق اعلیٰ ہیں وہ خود اعتراف کر رہے ہیں کہ وجود مطلق۔ اطلاق کی شرط کے ساتھ بدیہی طور پر خارج میں موجود نہیں ہوتا۔ اگر وہ موجود ہوگا تو وہ موجودات کی کسی معین صورت میں متمیز ہوگا۔

محدث ابن ابی المعز جو عقیدہ طحاویہ کے مشہور شارح ہیں وہ لکھتے ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جہیم بن صفوان معتزلی جو اللہ کی صفات کی نفی کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ اللہ کی ذات صرف وجود ہے صفات اس میں نہیں ہیں یعنی وہ وجود مطلق کو خدا کہتا ہے یعنی وہ تمام کائنات میں حلول کئے ہوئے ہے اور یہی کائنات اس کی صفات ہیں جس کے ذریعے وہ ظاہر ہے۔

محدث ابن ابی المعز اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں اسطرح تو مخلوق کی ہر چیز پر خدا کا اطلاق ہوسکتا ہے جب وجود مطلق کا نام خدا ہے پھر تو ہر بت پر بھی خدا کا اطلاق صحیح ہو جائے گا اور اس کی بت پرستی بھی حق پرستی بن جائے گی اور زنا اور نکاح میں بھی کوئی فرق نہیں رہے گا۔

(شرح عقیدہ طحاویہ ص ۹۸)

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

صاحب فصوص ابن عربی کہتا ہے کہ حقیقت میں بلند وہ ذات ہے کہ اس میں ایک ایسا جامع کمال پایا جائے جو تمام صفات وجودیہ اور نسب عدمیہ کو گھیرے ہوئے ہو خواہ وہ کمال عرف یا عقل کی رو سے قابل تعریف ہو یا قابل مذمت ہو اس خصوصیت کا حامل جامع کمال صرف خدا کی ذات میں موجود ہوسکتا ہے۔

(الفرقان بین اولیاء الشیطان واولیاء الرحمٰن ص ۹۱)

ابن عربی فصوص الحکم میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام علی بھی ہے۔ وھو العلی العظیم۔ اس اسم میں جو صفت علو ظاہر ہو رہی ہے پھر وہ کس چیز سے بلند ہے جبکہ ہر چیز اسی کا وجود ہے اور وہ عین موجودات ہے تو اس کی بلندی بھی عین موجودات اور اس کی ذات کے لئے ہے اور وہ تمام موجودات کا عین ہے اس کے سوا کوئی دوسرا نہ دیکھنے والا ہے اور نہ سننے والا۔ (الفرقان ابن تیمیہ ص ۹۰)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابن عربی کی اصل عبارت یہ ہے۔

قال فی الفصوص الحکم ومن اسمائه الحسنی (العلی) علیٰ من وماثم الاهو وعن ماذا؟ وما هو الاهو فعلوه لنفسه وهو عین الموجودات وهو عین مابطن وهو عین ماظهر وماثم من یراه غیره وماثم من ببطن

(الفرقان ابن تیمیہ ص ۱۲۱)

قرآن اور فصوص الحکم کا تضاد

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

شیخ تلمسانی جو دوسرے اہل علم میں فصوص الحکم کا درس دیتا تھا۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ قرآن تو تمہاری فصوص الحکم کے سراسر خلاف ہے۔ تو کہنے لگا کہ قرآن تو سارا شرک سے بھرا ہوا ہے۔ توحید تو صرف ہمارے نظریے میں ہے۔ پھر اس سے پوچھا کہ جب وجود ایک ہے تو پھر بیوی کیوں حلال ہے اور بہن نکاح میں کیوں حرام ہے تو کہنے لگا ہمارے نزدیک یہ سب حلال ہیں لیکن جو لوگ اس نظریے سے محجوب ہیں جب انہوں نے بہن کو حرام کہہ دیا تو ہم نے بھی دیکھا دیکھی کے طور پر کہہ دیا کہ بہن نکاح میں حرام ہے۔ اس تلمسانی کے ایک شیخ نے اپنے مرید سے کہا جو یہ کہتا ہے کہ اللہ کے سوا دوسرا بھی کوئی موجود ہے تو وہ سراسر جھوٹا ہے تو مرید نے جواب دیا جبکہ اس کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے۔ تو پھر یہ جھوٹ کہنے والا کون ہے؟ تو شیخ نے کہا کہ یہ غیر اس کے مظاہر ہیں تو مرید نے جواب دیا کہ آپ یہ بتائیں ظاہر اپنے مظہر کا عین ہے یا غیر۔ اگر غیر ہے تو پھر یہ تمہارے مُدعیٰ کے خلاف ہے اگر عین ہے تو پھر ان دونوں میں کوئی فرق نہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رہااس کے بعد شیخ خاموش ہوگیا۔

(الفرقان بین اولیاء الشیطان واولیاء الرحمٰن ص ۹۰)

ان کے فلسفے میں ظاہر اور مظہر کی حقیقت کیا ہے امام ابن تیمیہ اس کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ مظاہر اور ظاہر میں نسبت تغایر ہے یا نہیں اگر دونوں باہم متغایر ہیں تو پھر کثرت اور تعدد ثابت ہوا اور اس سے وحدۃ الوجود کا تصور غلط ثابت ہوگیا اور اگر ان دونوں میں تغایر کی نسبت نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تجلی کا مفہوم متعین نہ ہوسکا اور ظاہر اور مظاہر کی دو خانوں میں تقسیم باطل ٹھہری۔

(عقلیات ابن تیمیہ ص ۳۰۶)

آپ نے دیکھ لیا ہے کہ وجود مطلق کی اس تعبیر سے جس طرح توحید کو نقصان پہنچا ہے اسی طرح اخلاق واعمال کی سرحدوں کو بھی کس طرح ریزہ ریزہ کردیا ہے۔ وجود مطلق کا بنیادی ماخذ تو منطق وفلسفہ سے ماخوذ ہے۔ جس کا ہم نے اچھی طرح تجزیہ کردیا ہے۔ اس کا دوسرا ماخذ کشف ہے اس کا ہم خود ان ہی کی تحریروں سے تجزیہ کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

ابن عربی کا وجود ہر دور میں علمی اعتراضات کا محور بنتا رہا ہے۔ جو اہل علم ان سے عقیدۃً کافی متاثر رہے ہیں۔ وہ ایسے اعتراضوں کا کافی دفاع کرتے رہے ہیں۔ حضرت تھانوی صاحب جو اس دور کے حکیم الامت تھے۔ آپ چونکہ چشتیہ حضرات سلسلے سے منسلک تھے اور ساتھ ہی علوم ظاہریہ میں بھی کافی شہرت کے حامل تھے۔ چشتیہ حضرات کی بعض اہم شخصیات ایسی تھیں جو اس نظریے کے غلو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں خاص مقام رکھتے تھے۔ شیخ محبّ اللہ الہ آبادی جو اکابر علماء دیوبند کے سلسلہ چشتیہ میں اہم مقام رکھتے ہیں فصوص الحکم کے شارح ہیں ان کے بعض غلو کی۔ فتاوی عبدالعزیز دہلوی اور فتاوی عبدالحیٔ لکھنوی میں نشان دہی کی گئی ہے۔ اسی طرح شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتیہ سلسلے میں بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں۔ وہ بھی نظریہ وحدۃ الوجود میں انتہائی غلو سے کام لیتے تھے۔ شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی نے اس نظریے میں بڑی تحقیقی کتابیں لکھی ہیں۔ تلک عشرۃ کاملہ۔ سلسبیل تسنیم اور کشکول کلیمی۔ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

علامہ بحرالعلوم لکھنوی جو ایک عظیم علمی شخصیت ہیں ان کا رسالہ ''وحدۃ الوجود'' اسی طرح علامہ فضل حق خیرآبادی جو فن معقولات کے جید عالم ہیں ان کا رسالہ ''الروض الموجود فی تحقیق وحدۃ الوجود'' ایک علمی کتاب ہے۔ ان تاثرات کے تحت حضرت تھانوی نے ابن عربی کے دفاع میں ایک علمی کتاب لکھی ہے جس کا نام تنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن عربی ہے۔ ہم چونکہ اپنی تحریر میں اختصار سے کام لے رہے ہیں۔ اس لئے ہم تھانوی صاحب کی اس تحقیقی کتاب سے چند سطور لکھ کر وجود مطلق کی کشفی دلیل کو ختم کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک وجود مطلق پر کسی صفت کا بھی اطلاق نہیں ہوسکتا اس لیے وہ اپنے ظہور کے لئے تقیدات اور تعینات کی شکل میں اپنی جلوہ نمائی کر رہا ہے۔ ان کے نزدیک یہ تعینات صرف اعتبار کے درجے میں ہیں۔ ہم اس کی تفہیم کے لئے تھوڑا سا اور بھی اضافہ کر دیتے ہیں۔

خواجہ محمد انور علی نقشبندی مجددی لکھتے ہیں۔

کلمہ لا الــہ الا الــلــہ اس میں حرف لا نفی جنس کے لئے ہے پس نفی جنس کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسطرح ہوگی کہ اس کے مقابلے میں کوئی جنس بھی موجود نہیں ہے۔ اگر ہم یہ کہیں گے کہ اس کا غیر بھی یہاں موجود ہے تو ہم اس کے وجود میں شریک پیدا کر دیں گے۔ حق تعالیٰ کا وجود چونکہ غیر متناہی اور غیر محدود ہے اگر اس عرصہء کائنات میں کسی دوسرے کو موجود مان لیا جائے تو یہ محض کفر ہے کہ وجود شئ ثانی کا مستلزم انقطاع شئ اول ہے۔ یعنی تا آنکہ شئ اول جب تک انتہا پذیر نہ ہو شئ ثانی وجود میں نہیں آ سکتی۔ پس وجدان صحیح اور کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ صرف واجب الوجود ہی وجود کی عین حقیقت ہے جو موجودات کے ساتھ ہر جگہ ظاہر اور مشہود ہے۔ وہ ظہور سے پہلے عین حق تھا اور ظہور کے بعد وہی ذات اس عالم کی عین ہے۔ از روئے اطلاق کے نہ از روئے حلول اور اتحاد کے یعنی وہ مرتبہ اطلاق سے نزول فرما کر اس کائنات کی کروڑوں اور پدموں صورتوں میں ہر چیز کی حسب قابلیت اور استعداد کے ہر رنگ اور ہر صفت میں ظاہر ہو رہا ہے لیکن پھر بھی ویسے کا ویسا ہے۔

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ　　پس بزنگ ہر یکے تا بے عیاں انداختہ
جملہ یک نور است لیکن رنگہائے مختلف　　اختلاف درمیان ایں وآں انداختہ

پس کائنات کی تمام چیزیں معلوم الاعتبار اور معدوم العین ہیں ان کا وجود حق کا وجود ہے اور ان کا شہود حق کا شہود ہے جبکہ کائنات کی تمام اشیاء معدوم العین ہیں تو نہ وہ خود اثر ہو سکتی ہیں اور نہ دوسرے کے لئے مؤثر یعنی نہ وہ اپنے اختیار سے فاعل ہیں اور نہ مفعول۔

حق توئی حق را تو مے جوئی کجا　　خویش را بشناس تا یابی خدا

(قانون توحید و عشق از خواجہ انور علی مجددی ص ۴۷ ص ۲۲۰)

دیکھئے خواجہ محمد انور علی مجددی کی اس تحریر میں وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے ایک وسیع سمندر کو ایک کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اگر کوئی صاحب کسی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

درجے کی بھی بصیرت کا حامل ہو وہ اس نظریے کی تمام مشکل توجیہات کو آسانگی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔اس کے آخر میں جو مجددی صاحب نے لکھا ہے کہ کائنات کی کوئی چیز بھی نہ اپنا ذاتی اثر رکھتی اور نہ وہ دوسرے کے لئے مؤثر بن سکتی ہے اور نہ وہ اپنی کسی مفعولیت میں ذاتی مفعول ہے اور نہ وہ اپنے فعل کے لئے ذاتی فاعل ہے۔ دیکھئے اس میں انسانی اختیارات اور شریعت میں جو تحلیل وتحریم کے حدود متعین کیے گئے ہیں اس نظریے کی اس تشریح سے ان کا کس طرح ابطال ثابت ہو رہا ہے۔

بعض معدوم البصیرت اہل علم کہتے ہیں ہم تو ان موجودہ مولویوں اور پیروں کو دیکھتے ہیں وہ تو ایسی باتیں کبھی بھی نہیں کرتے لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ ابن عربی کے نظریات ایک خصوصی علم کے حامل ہیں انہیں صرف علامہ کاظمی، حضرت نانوتوی، حضرت تھانوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور سید نذیر حسین محدث دہلوی جیسے حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں۔ نہ کہ یہ دو رکعت کے امام جن کا علم صرف محراب وممبر کے طول وعرض تک محدود ہے۔ وہ اس عمیق بحر کی کس طرح غواصی کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ان سے پوچھا جائے کہ یہ تمہارے اکابر حضرات جو اس قسم کے عقائد کے حامل ہیں تو وہ اس کا انکار بھی نہیں کرتے اس لئے آئمہ کرام لکھتے ہیں۔

ہر مقلد اپنے اپنے امام کی تقلید کا پابند ہوتا ہے وہ کسی مسئلے میں اپنی ذاتی رائے استعمال نہیں کر سکتا۔ پس ہم اس بلندی سے اتر کر دوبارہ حضرت تھانوی صاحب کے چمن میں داخل ہو رہے ہیں آپ اپنی کتاب تنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن عربی میں وجود مطلق اور لا موجود الا اللہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ا ن الشیخ ابن عربی یقول فی کتبه مراراً لا موجود الا الله"

ابن عربی اپنی کتابوں میں بار بار لکھتا ہے کہ لا موجود الا اللہ اس کا کیا مطلب ہے۔ حضرت تھانوی صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں "پس اگر ثابت بھی ہو جائے کہ شیخ ابن عربی نے لا موجود الا اللہ کا قول کہا ہے۔ سو انہوں نے اس کلمہ کو ایسی حالت میں کہا ہوگا جبکہ ان کی نظر میں اس وقت ساری کائنات مضمحل ہوگئی ہوگی اور یہ وہ حالت ہے جبکہ انہوں نے اپنے قلب سے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ تو انہوں نے وجود کائنات کے اسی اضمحلال کو عدم کے مشابہ دیکھ کر ساری کائنات کے وجود کی نفی فرمادی ہوگی۔

(تنبیه الطربی فی تنزیه ابن عربی ص ۴۷)

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ ابن عربی جو اس نظریے کے امام ہیں اور سارے وجودی اہل علم اور اکابر صوفیہ آپ کے اس نظریے پر عقیدۃً ایمان رکھتے ہیں ان کے پورے قصر آحمر کی یہی تعمیری اینٹیں ہیں۔ جنہیں حضرت تھانوی تاویل کے ایک پھیکے رنگ میں پینٹ کر کے پیش کر رہے ہیں۔ کہ ابن عربی نے لا موجود الا اللہ کا یہ کلمہ اس وقت اپنی زبان سے کہا ہوگا جب مشاہدہ حق کے وقت ان کی نگاہ سے یہ ساری کائنات مضمحل ہوگئی ہوگی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب وہ اپنے اس عالم سکر سے عالم صحو میں واپس آ گئے ہوں گے تو یہ مضمحل شدہ کائنات بھی دوبارہ اپنے حقیقی وجود کے ساتھ قائم ہوگئی ہوگی۔ تو آپ کے اس عارضی سکر کو جس میں آپ نے لا موجود الا اللہ کہہ دیا تھا تو اسے توحید کی مکمل بنیاد بنا لینا اسلام پر کتنا ظلمِ عظیم ہے۔ دوسرا محققین اولیاء حضرات لکھتے ہیں کہ محویت اور عالم سکر میں صوفی سے جو کلمات ظاہر ہوتے ہیں ایسے کشفی کلمات

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شرعاً حجت نہیں ہو سکتے۔

حضرت تھانوی صاحب بوادرالنوادر میں خود لکھ رہے ہیں کہ۔

''تصوف میں کشف ایک ایسا انزل مقام ہے کہ خود محققین اولیاء بھی اسے حیض الرجال کے درجے میں بھی شمار نہیں کرتے۔''

(بوادرالنوادر ص ۵۹۶)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجود کا مفہوم

حضرت جامی جو اپنے دور میں ثانی ابن عربی مشہور تھے۔ اپنی مشہور کتاب لوائح میں لکھتے ہیں۔

وجود کا لفظ کبھی اپنے مصدری مطلب اور اعتباری مفہوم کی رو سے کسی چیز کے ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا صرف خیالی دنیا میں محدود رہتا ہے اور وجود سے کبھی وہ ہستی واجب مراد لی جاتی ہے جو قائم بالذات ہے اور اسی پر وجود کی دوسری شکلوں کا انحصار ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کی ہستی کے علاوہ خارج میں اور کوئی وجود نہیں ہے جملہ موجودات اسی کے مظاہر ہیں اور اسی کی ذات سے ان کا قیام ہے۔ باقی تمام موجودات اس ذات کے عارض ہیں اور اسی کے ساتھ قائم ہیں۔

ہستی بہ قیاس و عقل اہل قیود　　جز عارض اعیان و حقائق نہ نمود
لیکن بہ مکاشفات اہل شہود　　اعیان ہمہ عارض اند و معروض وجود

اس میں اعیان ہمہ عارض وجود پر تدبر کریں۔ اس میں وجود کے مفہوم میں جو ایک لطیف سازش مخفی ہے۔ وہ گہرے تعمق کے بعد آپ پر منکشف ہو جائے گی۔ (لوائح جامی ص ۳۱)

ڈاکٹر میر ولی الدین ایم اے پی ایچ ڈی لکھتے ہیں۔

اس وجود کا نہ کوئی شریک ہے نہ مقابل نہ ضد اور نہ ندِ اس کی نہ کوئی صورت ہے نہ شکل نہ اس کی حد و نہایت ہے نہ وہ کلی ہے اور نہ جزی۔ تمام قیودات سے مطلق و آزاد بلکہ قیدِ اطلاق سے بھی منزہ اور پاک ہے۔ اب یہی ذات مطلق جو مرتبہ تنزیہ میں نامعلوم و

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نا قابل علم ہے۔مظاہر مقیدہ وصور مختلفہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔باصطلاح صوفیہ ان میں نزول کرتی ہے اس نزول یا ظہور کی شان یہ ہے کہ باوجود ظہور مظاہرہ مختلفہ ونزول مجائی متعددہ ذات مطلق بحالہ وبا وصافہ وبحد ذاتہ جیسی کہ ہے ویسی ہی رہتی ہے اور اس پر کسی قسم کا تغیر یا تبدل یا تحول لازم نہیں آتا۔

(قرآن اور تصوف ص ۱۰۶ ص ۱۰۷)

شیخ علی الخواص جو حضرت شعرانی کے پیر ہیں۔وہ فرماتے ہیں۔وجود کے دو مرتبے ہیں۔(۱) مرتبہ قدیم (۲) مرتبہ امکان یعنی وجود کا پہلا مرتبہ اللہ کا ہے اور دوسرا مرتبہ مخلوق کا ہے۔

(الجواہر والدرر ص ۲۷۳)

وجود کی اس تعریف میں ان حضرات کا یہ مطلب ہے جب اللہ کا وجود ساری کائنات کا معروض اور ساری کائنات اس معروض کا عارض ثابت ہو جائیگی۔اعراض چونکہ اپنے معروض کے ساتھ ہی قائم رہ سکتے ہیں ان کا اپنا کوئی مستقل وجود نہیں۔تو اس سے کائنات کی کوئی مستقل حیثیت نہ رہے گی اس طرح اس کائنات میں صرف اللہ کا وجود ہی ثابت ہوگا۔اس کے علاوہ باقی ہر موجود چیزوں کی خود بخود نفی ہو جائے گی۔جیسے رنگین کپڑوں کے رنگ ان کے اعراض ہوتے ہیں۔تو ہم کہتے ہیں یہ پیلا کپڑا ہے یہ سیاہ کپڑا ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ کپڑا ہے۔دوسرا اس کے ساتھ اس کا پیلا یا کالا رنگ بھی موجود ہے۔یعنی اس رنگ کی علیحدہ حیثیت بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔مشائخ وجودیہ کی یہ بات قرآن کے سراسر خلاف ہے۔اس لئے کہ کائنات کے اعراض حادث ہیں اللہ کی قدیم ذات ان حادث عوارض کی معروض نہیں بن سکتی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وحدۃ الوجود اور وجود کی تشریح

حضرت تھانوی صاحب جو اپنے دور کے حکیم الامت کہلاتے تھے وہ چاہتے تھے کہ اس دور میں چشتیہ حضرات کے خانقاہی نظام کو سرزمین ہند میں دوبارہ زندہ کیا جائے۔ چشتیہ حضرات پر وحدۃ الوجود کا چونکہ زیادہ غلبہ تھا۔ اس لئے ان کے خانقاہی مدرسوں میں ابن عربی کی فصوص الحکم لوائح جامی، لمعات فخرالدین عراقی، گلشن راز شبستری، نصاب کے طور پر پڑھائی جاتی تھیں اور قرآن کی بجائے مثنوی رومی کا روزانہ باقاعدہ درس دیا جاتا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا سارا خانوادہ جس طرح علمی شہرت میں باکمال تھا۔ اسی طرح یہ حضرات ابن عربی کے عظیم شارح سمجھے جاتے تھے۔ اہل حدیث، علماء دیوبند اور بریلوی حضرات کے سارے اکابر اسی خانوادے کے عظیم تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ اس لئے ان کے سارے اکابر علماء اسی خانوادہ کے تلمذ کی وجہ سے وجودی توحید کی طرف زیادہ مائل تھے۔ آخر میں حضرت تھانوی ایک ایسے فرد تھے۔ جو وجودی تصوف میں مجددیت کا مقام رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس نظریے کی تجدید کے لئے کافی علمی کتابیں لکھیں ہیں۔ مثلاً

مثنوی رومی کی شرح ۔ کلید مثنوی۔ التکشف فی احادیث التصوف ۔ خصوص الکلم فی شرح فصوص الحکم۔ الحل الاقوم لعقد فصوص الحکم ۔تنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن عربی ۔بوادر النوادر ان کے علاوہ اور کافی رسالے لکھے ہیں۔ بیان القرآن جو آپ کی بہترین تفسیر سمجھی جاتی ہے۔ اس میں قرآن کی اکثر آیات سے صوفیہ کے معارف کا اقتباس کیا گیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔اس طرح انہوں نے قرآن کے تقدس کو بڑی بے دردی کے ساتھ داغدار کردیا ہے۔اسے بعض اہل علم نے بھی کافی محسوس کیا تھا۔لیکن حضرت تھانوی کا مقام تشرف اتنا مرعوب کن تھا کہ حضرت سید سلمان ندوی جیسے حضرات بھی اس میں مداہنت سے کام لیتے رہے۔

حیدرآباد دکن کی اسلامی یونیورسٹی میں ابن عربی کا فلسفہ نصاب کے طور پر پڑھایا جاتا تھا۔ڈاکٹر میر ولی الدین ایم اے پی ایچ ڈی، سید مناظر حسین گیلانی، عبدالباری ندوی، اس فلسفے کے مشہور سکالر تھے،ان کے لیکچروں سے کافی جدید اذہان متاثر ہورہے تھے۔ادھر تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ میں بڑے بڑے سالکین فیض یاب ہوتے تھے۔وحدۃ الوجود کا فلسفہ چونکہ بہت ہی مشکل اور دقیق ہے ہر ذی علم اس سے اچھی طرح مستفید نہ ہوسکتا تھا۔حضرت تھانوی نے کافی تحقیق کے بعد ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ''ظہور العدم بنور القدم'' ہے جس میں وحدۃ الوجود کے پھیلے ہوئے حقائق کو بڑے علمی انداز میں ایک جگہ جمع کردیا گیا ہے۔عویق اور دقیق ہونے کی وجہ سے چونکہ اسے ہر ذی علم اچھی طرح نہ سمجھ سکتا تھا اس لئے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ آپ صرف جید اہل علم کو صرف مطالعہ کے لئے دیتے تھے اور پھر اس سے جلدی واپس کرلیتے تھے۔تاکہ غلط فہمی کی وجہ سے کوئی الٹا اثر نہ لے لے۔مفتی محمد شفیع صاحب جو آپ کے اکابر خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔آپ کے علمی نوادر میں اس کو بھی شامل کردیا۔تاکہ آپ کا علمی جوہر ضائع نہ ہوجائے۔پروفیسر یوسف سلیم چشتی جو علامہ اقبال کے خاص علمی رفیق ہیں۔انہوں نے اس رسالے کو قدرے سہل کرکے علامہ اقبال کی کتاب ارمغان حجاز کی شرح میں درج کردیا ہے۔وہ لکھتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں کہ ۱۹۳۱ء میں علامہ اقبال نے مجھ سے کہا تھا وحدۃ الوجود کی حقیقت کو سمجھنا بڑا مشکل ہے۔ اس لئے میں نے اس کی تفہیم کے لئے چند سطریں لکھ دی ہیں۔ تا کہ ناظرین کو اس مسئلہ میں مزید تحقیق کا جذبہ بیدار ہو جائے۔ میری اس تحریر میں چونکہ اختصار مطلوب ہے۔ اس لئے میں نے اسی رسالہ ''ظہور العدم بنور القدم'' کے ملخص مفہوم کو سامنے رکھا ہے۔ اس کے بعد علمی حقائق کے ساتھ اس کے اہم مقام پر علمی تجزیہ کر دیا ہے۔ تا کہ ارباب بصیرت اندازہ کر سکیں کہ اس ملک کے اتنے بڑے بڑے قدسی نفوس وحدۃ الوجود کے نظریے کی وجہ سے کس طرح جادۂ حق سے ہٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے اس علمی تجزئے میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس میں انصاف کے دامن کو نہیں چھوڑا تا کہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ سے زیادہ راضی کیا جائے۔ اس کے علاوہ جن اکابر مبصرین نے حضرت تھانوی صاحب کے مسلک وجودیہ پر جو تبصرہ کیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ علمی حوالوں کے اقتباسات کے لئے تالیفی انداز ملحوظ نہیں رکھا۔ جیسے جیسے کوئی اہم حوالہ سامنے آتا گیا تحریر کی بحر میں اسے مقید کر لیا گیا ہے۔ اس نظریے کے انہزام میں یہ ہماری ایک ابتدائی کوشش ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے بعد کوئی ایسا صاحب دل پیدا ہو جائے جو کہ اس نظریے کی اچھی طرح توبیخ کر دے۔

تیز رکھیو ہر ہر خار کو اے دشت جنوں
شاید آ جائے کوئی آبلہ پا میرے بعد

اس نظریے کا اہم ستون اعیان ثابتہ ہے۔ جس پر پہلے کافی بحث ہو چکی ہے۔ اور اس کا دوسرا ستون وجود مطلق ہے۔ ان دونوں کا آپس میں ایک عمیق تعلق ہے۔ اس لئے ہم پہلے وحدۃ الوجود کا ایک ملخص مفہوم بیان کرتے ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تا کہ تفہیم کے لئے کچھ آسانگی ہو جائے۔ حضرت تھانوی صاحب نے ایک چھوٹی سی کتاب تعلیم الدین کے نام سے لکھی ہے۔ تا کہ اس کے ذریعے معمولی پڑھے لوگوں کو دین سے متعارف کرایا جائے چونکہ ان کے نزدیک وحدۃ الوجود کی تعلیم بھی دین کی تفہیم کے لئے ضروری تھی اس لئے انہوں نے آسان انداز میں وحدۃ الوجود کی تشریح اور دوسرے مسائل سلوک بھی اس کتاب میں جمع کر دئے ہیں۔ اس لئے پہلے آپ وحدۃ الوجود کا آسان مفہوم ان کی زبان سے سمجھ لیں آپ لکھتے ہیں۔

وحدۃ الوجود کی تشریح

ظاہر ہے کہ تمام کمالات حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور مخلوق کے تمام کمالات عارضی طور پر ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی عطا و عنایت کے سبب ان میں موجود ہیں۔ ایسے وجود کو اصطلاح صوفیہ میں وجود ظلی کہتے ہیں اور ظل کے معنی سائے کے ہیں سائے سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی جسم ہے اور یہ عالم اس جسم کا سایہ ہے بلکہ اس سائے کے وہ معنی ہیں جیسے ہم کہا کرتے ہیں کہ ہم آپ کے زیرِ سایہ رہتے ہیں۔ یعنی ہم آپ کی حمایت اور پناہ میں رہتے ہیں۔ اسی طرح ہمارا وجود چونکہ عنایت خداوندی ہے اس لئے اس کو وجودِ ظلی کہتے ہیں۔ پس یہ بات یقیناً ثابت ہوگئی کہ ممکنات کا وجود حقیقی اور اصل نہیں ہے۔ بلکہ عارضی اور ظلی ہے۔ اب اگر ظلی وجود کا اعتبار نہ کیا جائے تو صرف وجود حقیقی کا ثبوت ہوگا اور وجود کو واحد کہا جائے گا یہ وحدۃ الوجود ہے۔ اگر اس کا بھی اعتبار کیجئے آخر کچھ تو ہے بالکل معدوم تو نہیں ہے گو غلبہ نور حقیقی سے کسی مقام پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سالک کو وہ نظر نہ آئے۔تو یہ وحدۃ الشہود ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے چاند کا نور آفتاب کے نور سے حاصل ہے۔اگر چاند کے ظلی نور کا اعتبار نہ کیا جائے تو صرف آفتاب کو منور اور چاند کو تاریک مانا جائیگا۔یہ مثال وحدت الوجود کی ہے۔اگر چاند کے نور کا بھی اعتبار کیجئے آخر اس کے بھی تو کچھ آثار ہیں۔تو یہ مثال وحدۃ الشہود کی ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ان دونوں نظریوں میں لفظی اختلاف ہے نتیجہ دونوں کا ایک ہے چونکہ اصل اور اس کے ظل میں نہایت قوی تعلق ہوتا ہے۔اس کو اصطلاح صوفیہ میں عینیت کہتے ہیں۔اور عینیت کے یہ معنی نہیں کہ وہ دونوں ایک ہوگئے یہ تو صریح کفر ہے چنانچہ وہی صوفیہ محققین اس عنیت کے ساتھ غیریت کے بھی قابل ہیں بس یہ عینیت اصطلاحی ہے۔نہ کہ لغوی اسی مقام سے لا موجود الا اللہ اور ھمہ اوست کے معنی بھی معلوم ہوگئے۔

اس مسئلے کی تحقیق تو اس قدر ہے باقی اگر کسی بزرگ کے کلام میں نثراً یا نظماً اس سے زیادہ پایا جائے تو وہ کلام حالت سکر کا ہے کہ یہ بات نہ قابل ملامت ہے اور نہ نقل اور تقلید کے قابل ہے۔

(تعلیم الدین از تھانوی صاحب ص ۱۰۸)

حضرت تھانوی صاحب جو اپنے دور کے حکیم الامت ہیں آپ نے جن حقائق کے ساتھ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے نظریے کی تشریح کی ہے۔اگر توحید کی تفہیم کی یہی اعلیٰ معراج ہے تو اسے تو ہر ذی شعور کافر بھی ادنیٰ تعمق کے بعد آسانگی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔اور طبعاً اسے قبول بھی کر لیتا ہے۔تو سوال یہ ہے پھر دنیا میں رسول بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔یہی توحید تو افلاطون اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ارسطو بھی لوگوں کو سمجھا سکتے تھے۔اس سے معلوم تو یہ ہوا کہ یہ دونوں نظریے حقائق پر مبنی نہیں ہیں۔ بلکہ ایسے حضرات کے یہ کشفی تخیلات ہیں۔جس کی معنویت حیض الرجال سے بھی کم درجہ رکھتی ہے۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ حقیقی کمالات صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور مخلوق کے سارے کمالات اس کے عطا کردہ اور عارضی طور پر ہیں۔اس لئے صوفیہ مخلوق کے اس وجود کو ظلی وجود کہتے ہیں۔ظل سے مراد جسم کا سایہ نہیں ہے بلکہ اس سے سایہ عاطفت مراد ہے۔

اب اگر اس ظلی وجود کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے تو اس کے بعد صرف وجود حقیقی کا ثبوت ہوگا تو یہ وحدۃ الوجود ہے۔ اگر مخلوق کے وجود کا بھی کچھ نہ کچھ اعتبار کیا جائے تو یہ وحدۃ الشہود ہے۔ ان دونوں نظریوں میں صرف لفظی اختلاف ہے مطلب دونوں کا ایک ہے۔اصل اور ظل کے درمیان ایک قوی تعلق ہوتا ہے۔اس قوی تعلق کو صوفیہ عینیت کہتے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں ایک ہوگئے کہ شہودی نظریے کے مطابق ان میں قدرے غیریت بھی ثابت ہورہی ہے۔اس مسئلے کی تحقیق تو اس قدر ہے۔باقی اس بارے میں جو زیادہ قیل قال پائی جاتی ہے۔ وہ ان صوفیہ کے سکریہ کلام پر محمول ہے۔ میں نے اس میں تھانوی صاحب کی تحریر کو زیادہ سہل کر کے بیان کر دیا ہے۔اب ہم اس کا کچھ تجزیہ کرتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ کائنات کا وجود اور اس کے سارے کمالات اللہ کے عطا کردہ ہیں لیکن اس کے بعد آپ کا یہ کہنا کہ کائنات کا یہ عطا کردہ وجود اللہ کے وجود کا سایہ ہے آپ عالم بھی ہیں اور ساتھ ہی مفسر قرآن بھی۔قرآن میں رب العالمین کے الفاظ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساری کائنات کا رب ہے اور عالمین اس کی مربوب مخلوق ہے رب اور عالمین میں مضاف اور مضاف الیہ کے تحت حقیقی مغائرت پائی جاتی ہے۔ عالمین سے مغائرت کی وجہ سے اس پر مخلوق کی کسی صفت میں بھی مماثلت نہیں ہوسکتی۔ غرضیکہ اس مغائرت نے خالق ومخلوق کے درمیان ہر قسم کی مماثلت، اتحاد اور عینیت وغیرہ کو ختم کر دیا ہے اور الله خالق کل شیٔ میں واضح ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی مخلوق ہے اور وہ اس کی ہر چیز کا حقیقی خالق اور مربی ہے۔ یہ ساری کائنات پہلے معدوم الوجود تھی۔ اللہ نے پردہ کتم سے اپنے حکم کے ساتھ اسے موجود کر دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ پہلے اپنی صفت وجوب کے ساتھ موجود تھا۔ اور تخلیق کے بعد یہ کائنات اپنے ممکن وجود کے ساتھ موجود ہوگئی۔ اب اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی صفت وجوب کے ساتھ ساری کائنات پر بادشاہت کر رہا ہے۔ اور کائنات اپنے ممکن وجود کے ساتھ ہر وقت اسکی ربوبیت سے مستفید ہو رہی ہے۔ یعنی دینے والا بھی موجود ہے اور لینے والی عاجز مخلوق بھی موجود ہے۔ قرآن میں ہے ''انتم الفقراء الی الله'' یعنی لینے اور دینے والا دونوں موجود ہیں اللہ تعالیٰ اور کائنات کے درمیان ایسے واضح تعلق کے بعد ان کے لئے سایہ جیسے موہم الاشتباہ الفاظ استعمال کرنا سراسر دھوکہ ہے۔ جب لغۃً اور حقیقۃً سایہ کا لفظ صرف محسوس جسمانی چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو ایسے لفظ کو ایک بے مثال ذات کے لئے اشتباہ کے طور پر استعمال کرنا کتنی فریب کاری ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔ اصل کو ظل کے ساتھ ایک قوی تعلق ہوتا ہے اور اس قوی تعلق کو صوفیہ عینیت کہتے ہیں۔ چونکہ اس فلسفے کی ساری بنیاد عینیت پر رکھی گئی ہے تا کہ اللہ کے ساتھ دوسرا کوئی وجود ثابت نہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہو سکے حالانکہ قرآن میں خالق اور مخلوق کے درمیان حقیقی غیریت ثابت ہوتی ہے۔اس لئے انہوں نے ظلی وجود کی اصطلاح وضع کر کے کسی نہ کسی درجہ میں اختراعی عینیت کا راستہ ہموار کرلیا ہے۔غرضیکہ حضرت تھانوی صاحب کی اس تشریح میں اس نظریے کی چند خامیاں واضح ہوگئیں۔

۱۔ سایہ ہمیشہ جسم دار چیزوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔اسے اللہ کی ذات کے لئے استعمال کرنا اشتباہ سے خالی نہیں ہے۔

۲۔ ظل کا اپنی اصل کے ساتھ حقیقی تعلق ہوتا ہے۔جس طرح کسی چیز کا وجود حرکت کرتا ہے سایہ بھی اس کے ساتھ اسی طرح حرکت کرتا رہتا ہے۔

۳۔ سایہ دھوپ میں ظاہر ہو جاتا ہے اور اندھیرے میں گم ہو جاتا ہے۔یعنی وہ اپنی اصل کے ساتھ ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔

۴۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس سائے سے محسوس سایہ مراد نہیں ہے یعنی اس سے مراد یہ ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ ہم آپ کی پناہ اور حمایت میں رہتے ہیں اور ظل کا اپنی اصل کے ساتھ نہایت قوی تعلق ہوتا ہے۔آپ نے سائے کی اس تعبیر میں جو مجازی توضیح کی ہے پھر بھی حقیقت میں آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔اس لئے کہ آپ اس تعبیر میں صرف اللہ کا ہی وجود ثابت کرنا چاہتے تھے اور کائنات کو ایک خیالی وجود ثابت کر کے اس کی دوئی کو ختم کرنا چاہتے تھے۔لیکن وہ خود کہہ رہے ہیں کہ اس سائے سے مراد یہ ہے کہ ہم آپ کے زیرِ سایہ رہتے ہیں۔اس سے تو دو وجود ثابت ہو رہے ہیں۔ایک وہ وجود جس کے سائے میں ہم رہتے ہیں۔دوسرا ہمارا وجود جو اس کے سایہ عاطفت میں ہر وقت موجود رہتا ہے جب اس کے ساتھ ہمارا وجود بھی ثابت ہو گیا تو وحدۃ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الوجود کی بنیاد خود بخود ریزہ ریزہ ہوگئی۔ بڑا دکھ ہوتا ہے۔ کہ وحدۃ الوجود کے اس اختراعی تخیل نے بڑے بڑے حضرات کے اذہان کو چکرا کر رکھ دیا ہے۔ علامہ اقبال کی شخصیت کو دیکھ لیجئے۔ ابن عربی کے گدلے تالاب میں ڈبکیاں کھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

گوارہ ہے اسے نظارۂ غیر　　نگاہ کی نامسلمانی سے فریاد

اور یہ کہ

تارے میں وہ شرر میں وہ جلوہ گہ سحر میں وہ　　چشم نظارہ میں نہ تو سرمۂ امتیاز دے

(بانگِ درا)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی جو کلامِ اقبال کے بہترین شارح ہیں ان کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ کیا یہ صریح شرک نہیں ہے کہ خدا بھی موجود ہے اور ہم بھی موجود ہیں۔ اگر دو خالق نہیں ہو سکتے تو دو موجود بھی نہیں ہو سکتے۔

(شرح ارمغان حجاز ص ۱۵۳)

ہم پروفیسر چشتی صاحب سے پوچھتے اگر آپ اپنی موجودگی کو شرک سمجھتے ہیں تو آپ یہ بتلائیں آپ جس وقت ارمغان حجاز کی شرح میں یہ سطریں لکھ رہے تھے آپ اس وقت اپنے آپ کو موجود سمجھ کر لکھ رہے تھے۔ یا کسی فنا کے کنوئیں میں الٹے لٹک کر خود کو معدوم الوجود سمجھ کر لکھ رہے تھے امید ہے کہ قارئین ان لوگوں کی ایسی لایعنی سکریہ تحریروں کی حقیقت سمجھ گئے ہونگے۔ اسی طرح ہم علامہ اقبال کو بھی ایک منٹ کے لئے مستحضر سمجھ کر پوچھتے ہیں اگر مخلوق کو خدا کا غیر سمجھ کر اسکا نظارہ کرنا آپ کے نزدیک نگاہ کی نامسلمانی ہے۔ تو آپ یہ فرمائیں آپ جس وقت ایسے اشعار کو اپنے قلم سے موزوں فرما رہے تھے۔ اپنے آپ کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

موجود سمجھ کر لکھ رہے تھے۔ یا اس وقت آپ اپنے وجود کو معدوم سمجھ کر اس کی غیریت کا نظارہ کر رہے تھے۔ قارئین سے امید ہے کہ آپ حضرات ہمارے اس سوال سے اقبال جیسے عارفین کے معارف سکریہ کے حقائق کو سمجھ گئے ہوں گے۔ کاش اس سے تو اقبال کسی رشی کی بیعت کر لیتے۔ اس مرشد رومی کی شاطرانہ کلام سے مسحور نہ ہوتے۔ مثنوی اصل میں کسی زرتشتی اوستا کی رستی ہوئی تلچھٹ ہے۔

اب ہم دوبارہ تھانوی صاحب کی تحریر کی طرف عود کرتے ہیں۔ آپ اس تحریر کے آخر میں لکھتے ہیں۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے نظریے میں صرف لفظی اختلاف ہے حقیقت میں دونوں کا مآل کار ایک ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اپنے مکتوب مدنی میں بھی یہی فیصلہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد صاحب اور ابن عربی کے نظریے میں صرف لفظی اختلاف ہے ورنہ حقیقت محمدیہ کی تعبیرات تک دونوں حضرات متفق نظر آتے ہیں۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید عبقات میں فرماتے ہیں۔

حضرت مجدد صاحب آخری وقت میں وحدۃ الوجود کے قائل ہو گئے تھے۔ اس لئے ہم نے اس کتاب میں وحدۃ الشہود کی بحث کو نہیں چھیڑا۔ اب ہم وحدۃ الوجود کی اس عویق بحث کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ جسے حضرت تھانوی صاحب نے اپنی کتاب ''ظہور العدم بنور القدم'' میں بڑے مغلق انداز کے ساتھ جمع کیا ہے۔

اہل علم سے گذارش ہے کہ حضرت تھانوی صاحب کی اس عویق تحریر کا خود مطالعہ کر لیں۔ ہم یہاں اس کا صرف آسان مفہوم درج کرتے ہیں۔ آپ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لکھتے ہیں۔

ابن عربی فرماتے ہیں کائنات کی پیدائش سے پہلے موجود حقیقی صرف ایک ذات تھی یعنی حق تعالیٰ۔ ذات حق میں دو اعتبار یا دو مرتبے تھے۔ پہلا اعتبار ذات مع اپنے اسماء وصفات کے دوسرا اعتبار تمام کائنات کا تفصیلی علم جسے اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ یعنی جس طرح ذات حق میں دو اعتبار ہیں اسی طرح علم الٰہی میں بھی دو اعتبار ہیں۔ مرتبہ علم میں علم باری تعالیٰ کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں اور مرتبہ معلوم میں اسی علم کو اعیان علمیہ یا موجود علمی سے تعبیر کرتے ہیں۔

(بوادر النوادر از تھانوی صاحب ص ۶۴۶)

ابن عربی یہاں ایک بڑے دھوکے سے کام لے رہے ہیں۔ یہ تو ٹھیک ہے تخلیق کائنات سے قبل موجود حقیقی صرف ایک ذات تھی لیکن اس کے بعد ذات حق کے دو اعتبار یا دو مرتبے متعین کرنا سراسر غلط ہے۔ ابن عربی کہتا ہے پہلا اعتبار ذات مع اپنے اسماء وصفات کے اور دوسرا مرتبہ تمام کائنات کا حقیقی علم جسے اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ اعیان ثابتہ کا یہ دوسرا مرتبہ اس لئے غلط ہے کہ ہم پہلے تفصیل کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ معلومات الٰہیہ لامتناہیہ ہیں۔ اس لئے ہم علم الٰہی کو موجودہ کائنات کے اعیانِ ثابتہ میں محدود نہیں کر سکتے۔ اور اس میں دوسری غلطی یہ ہے کہ ابن عربی علم الٰہی اور اس کے معلوم کو تو تخلیق کائنات سے قبل موجود کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک علم اپنے معلوم کے بغیر علیحدہ متصور نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ قدرت الٰہی کے ساتھ اس کے مقدورات غیر متناہیہ کا ذکر نہیں کرتے۔ حالانکہ قدرت بھی اپنے مقدورات کے بغیر علیحدہ متصور نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا تخلیق سے ماقبل علم کے معلوم کا ذکر کرنا اور اس کی قدرت کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مقدورات کا ذکر نہ کرنا اس میں ابن عربی سراسر دھوکہ سے کام لے رہے ہیں۔ ہم پہلے اس پر تفصیلی بحث لکھ چکے ہیں۔ قارئین اس میں دوبارہ اطمینان حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت تھانوی صاحب اب اس نظریے کا دوسرا پہلو بیان کرتے ہیں۔

ابن عربی کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے جب اس عالم کو عدم محض سے نکالنا چاہا تو اپنے ارادے سے ان اعیان ثابتہ کو ظاہر وجود پر متجلی اور منعکس فرما دیا۔ اس فعل سے ظاہر وجود میں ان اعیان ثابتہ کے عکوس اس طرح ظاہر ہو گئے کہ نہ تو انہیں خارجی وجود حاصل ہوا اور نہ انہوں نے ظاہر وجود میں حلول کیا۔ بس ایک نوع تخیلی وجود ظاہر ہو گیا۔ جس کی حقیقت وہم وخیال سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

(بوادر النوادر ص ۶۴۷)

ابن عربی اس عبارت میں علم الٰہی سے کائنات کی تخریج کا طریقہ بیان کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے سے اعیان ثابتہ کی صور علمیہ کو ظاہر وجود پر منعکس کر دیا۔ جس سے ایک خیالی وجود ظاہر ہو گیا۔ جس کی حقیقت وہم و خیال سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ ان سے اگر کوئی پوچھے کہ آپ اس کائنات کے صدور کی اتنی بڑی حقیقت کا انکشاف فرما رہے ہیں۔ آپ کے پاس اس کا کوئی علمی ثبوت بھی ہے۔ یا آپ اپنے ایک خیالی کشف کی توضیح کر رہے ہیں۔ ابن عربی اس میں ثابت کر رہے ہیں کہ اللہ نے اپنے ارادے سے اعیان ثابتہ کو ظاہر وجود پر منعکس کر دیا جس سے کائنات کا ایک خیالی وجود منکشف ہو گیا۔ دیکھئے ابن عربی یہاں تسلیم کر رہا ہے کہ جب ظاہر وجود پر اعیان ثابتہ کا انعکاس اللہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے ارادے سے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر ارادہ نہ فرماتے تو کائنات کا یہ خیالی صدور بھی منکشف نہ ہوتا۔ اب سوال یہ ہے تخلیق کائنات سے قبل اعیان ثابتہ کی صور علمیہ کیا اللہ کے قدیم علم میں خود بخود داخل ہوگئی تھیں۔ یا انہیں بھی اللہ نے اپنے ارادے سے اپنے علم میں معلوم بنا کر داخل کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ آپ اس میں ارادہ الٰہی کی نفی تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ ظاہر وجود پر اعیان ثابتہ کے انعکاس کیلئے جب اللہ کا ارادہ ثابت کر چکے ہیں اس لئے یہاں بھی آپ کو ارادہ الٰہی کے دخل کا لازماً اعتراف کرنا پڑے گا۔ ظاہر ہے اللہ کے ارادے کے ساتھ جو چیز بھی منصۂ شہود پر آتی ہے اسے حادث کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا جب اعیان ثابتہ علم الٰہی میں خود بخود داخل نہ ہوئے تھے بلکہ ارادہ الٰہی کے ذریعے داخل ہوئے ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ یہ اعیان ثابتہ جب حادث ہونے کی وجہ سے علم الٰہی میں قدیم نہ رہے تو اس کے قدیم علم میں موجود بھی نہ رہے۔ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ آئمہ متکلمین فرماتے ہیں کہ اللہ کی قدرت اور اس کے علم کے قدیم ہونے کی وجہ سے قدرت کے ساتھ مقدورات اور علم کے ساتھ اس کی معلومات کا قِدم لازم نہیں آتا۔ اس دلیل کے بعد ابن عربی کے پورے نظریے کی تغلیط ثابت ہو جاتی ہے۔ جس میں وہ کہہ رہے ہیں کہ کائنات کی تخلیق سے پہلے موجود حقیقی صرف ایک ذات تھی اور اس کے دو مرتبے تھے۔ ایک مرتبہ ذات مع اپنے اسماء و صفات اور دوسرا مرتبہ اس کے علم کا جس میں کائنات کا تفصیلی علم جسے اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔

(بوادر النوادر ص ۶۴۶)

جب دلائل کے ساتھ اعیان ثابتہ کے قدیم ہونے کی نفی ہوگئی تو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسرے مرتبے کے ساتھ اس کی علیحدہ تشخیص بھی ختم ہوگئی۔ جب اللہ کے قدیم علم میں اعیان ثابتہ کی حیثیت ہی ختم ہوگئی تو وحدۃ الوجود کا پورا قصر آحمر ریزہ ریزہ ہوگیا۔ آخر میں ہم امام تفتازانی کی ایک دلیل کے بعد اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ آپ شرح عقائد میں فرماتے ہیں

دلیل علی کون صانعه قادراً مختاراً و کذا حدوثه اذ لو کان صانعه موجبا بالذات لزم قدمه ضرورة امتناع تخلف المعلول من علته الموجبة

(شرح عقائد نسفی ص ۲۸۰)

کائنات کے حادث ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ اس کا صانع قادر اور مختار ہے یعنی وہ فاعل بالاختیار ہے اور فاعل مختار کا معلول حادث بالزمان ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کو فاعل بالاختیار نہ مانا جائے تو پھر وہ علت موجبہ ہوں گے چونکہ علت موجبہ سے اس کے معلول کا تخلف نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ عالم بھی معلول ہونے کی وجہ سے قدیم ثابت ہوگا۔ اور یہ صریحاً باطل ہے۔

(شرح عقائد)

اس سے معلوم ہوا اگر اعیان ثابتہ کو علم الٰہی میں قدیم مانا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کو علت موجبہ ماننا پڑے گا۔ اگر اسے فاعل بالاختیار مانا جائے تو پھر اس کے ہر معلول کو حادث بالزمان ماننا پڑے گا۔ اس دلیل سے اعیان ثابتہ کے قدیم ہونے کی اچھی طرح نفی ہوجاتی ہے۔ جس سے ابن عربی کی پوری عمارت منہدم ہوجاتی ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وحدۃ الوجود پر چند علمی شبہات

از تھانوی صاحب

ظہور العدم بنور القدم کی تحریر پر جو بعض شبہات وارد ہوتے تھے حضرت تھانوی ان کا جواب دیتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کے بعض سقیم مقامات کا دبی زبان سے اعتراف بھی کرتے ہیں۔

۱۔ شبہ اول: سوال: اعیان ثابتہ کو ظاہر وجود پر متجلی فرمانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: تجلی کے معنی ظہور کے ہیں۔ پس اعیان ثابتہ کو ظاہر وجود پر متجلی فرمانے کے یہ معنی ہوں گے کہ اس پر ان کو ظاہر فرما دیا رہا کہ اعیان ثابتہ جو کہ مرتبہ ہے علم تفصیلی کا پہلے بھی ظاہر وجود یعنی ذات حق پر بالکل ظاہر تھے چنانچہ کوئی علم بھی حق تعالیٰ پر مخفی نہیں ہے۔ پھر ظاہر کا اظہار کرنا چہ معنی؟ سو اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اس سے مطلق ظہور مراد نہیں ہے بلکہ وہ ظہور ہے جس سے وہ اعیان علمیہ تخیلی وجود کے ساتھ موصوف ہو جائیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ علت موجبہ نہیں ہیں بلکہ فاعل بالاختیار ہے اس لئے اس خاص ظہور کا جس کا اثر تخیلی وجود جس کا ابھی تک ارادہ نہ فرمایا تھا۔ جب اس کا ارادہ فرمایا تو اس کا خاص ظہور بھی ہو گیا۔ اور اس کے علم میں کوئی تغیر بھی نہیں ہوا۔ یعنی اول اس کے متعلق یہ علم تھا

لم یقع اب یہ معلوم ہوا کہ قد وقع لان العلم لا یخالف المعلومات.

یعنی یہ تغیر معلوم میں ہے علم میں نہیں ہے۔ اس ظہور کو حضرت جامی نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس طرح ذکر کیا ہے۔

بود اعیان جہاں بے چند و چوں — از امتیاز علمی و عینی مصئون
ناگہاں در جنبش آمد بحر جود — جملہ را در خود ز خود با خود نمود

لوائح جامی

جامی کی صنعت شاعری کا کمال دیکھئے کہ آخری مصرعے میں ایک وسیع بحث کو چند لفظوں میں بند کر کے رکھ دیا ہے۔

تھانوی صاحب کے اس جواب میں چند شبہات

۱۔ اس جواب میں پہلا سقم یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں ''اعیان ثابتہ جو علم الٰہی کا تفصیلی مرتبہ ہے اور یہ اعیان ثابتہ موجودہ کائنات کا تفصیلی علم ہے جو علم الٰہی میں موجود ہے۔'' یہ بات اس لئے غلط ہے کہ معلومات الٰہیہ کے مقابلے میں وہ ایک قطرہ کے برابر بھی درجہ نہیں رکھتا۔ اسلئے ان اعیان ثابتہ کو ہم علم الٰہی کا تفصیلی مرتبہ نہیں کہہ سکتے۔ معلومات الٰہیہ جو غیر متناہیہ ہیں اس سے علم الٰہی کی تحدید ہو جاتی ہے۔

۲۔ اس میں دوسرا سقم یہ ہے ابن عربی کہتا ہے جس طرح اللہ کا علم قدیم ہے اسی طرح اس علم کے معلومات بھی قدیم ہیں۔ جنہیں وہ اعیانِ ثابتہ کہتا ہے۔ قدیم وہ ہے جو اپنے مقام سے دوسرے مقام تک منتقل نہیں ہو سکتا۔ تحول یا تغیر حادث کی صفت ہے قدیم پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ پس آپ کا یہ قول کہ اعیان ثابتہ کو ظاہر وجود پر متجلی فرما دیا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اعیان ثابتہ کا وجود پر متجلی ہونے سے اس کا حدوث ثابت ہو رہا ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۳۔ آپ کے اس قول سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ کے پاس اس میں کوئی علمی دلیل موجود نہیں ہے۔ بلکہ آپ اس میں احتمالاً ایک امکانی دلیل سے کام لے رہے ہیں۔ پس اس سے اس تخیلی وجود کی حقیقت بھی غلط ہوگئی۔

۴۔ آپ کا یہ فرمانا کہ جب اللہ نے ارادہ فرمایا تو تخیلی وجود کا خاص ظہور ہوگیا۔ اور اس سے اللہ کے علم میں کوئی تغیر بھی نہیں ہوا کیونکہ یہ تغیر معلوم میں ہے علم میں نہیں ہے اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے خود اپنی کلہاڑی سے ابن عربی کے نظریہ اعیان ثابتہ کو زخمی کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا ''کہ اللہ کا ارادہ علم الٰہی کے تابع نہیں ہے'' بلکہ اس کا علم اللہ کے ارادہ کے تابع ہے۔ ارادہ کے اس تصرف سے اس کے معلوم میں تغیر ہوتا ہے علم میں تغیر نہیں ہوتا ہے۔ اس سے ابن عربی کا وہ بنیادی نظریہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ جو کہتا ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اعیان ثابتہ کے عین اقتضاآت کے مطابق ہو رہا ہے۔ اور یہ اقتضاآت ایسے اٹل ہیں۔ کہ خود اللہ تعالیٰ بھی اس میں گونہ مجبور ہیں کہ وہ اب اس میں اپنا کوئی ارادہ بھی استعمال نہیں کر سکتا۔

۲: شبہ دوم: حضرت تھانوی صاحب اس نظریے کے ایک دوسرے اہم شبہ کا جواب دیتے ہیں۔

سوال: جب اس عالم کی حقیقت اعیانِ ثابتہ ہے اور وہ مراتب وجوبیہ سے ایک مرتبہ ہے اور مراتب وجوبیہ تو تمام نقائص سے پاک ہوتے ہیں اور یہ عالم جو اعیانِ ثابتہ کا مرتبہ وجوب ہے۔ تو اس مرتبہ میں شر و نقص کہاں سے آیا؟

جواب: ابن عربی کہتے ہیں کسی چیز میں کوئی شر اور نقص ذاتی نہیں ہے۔ فالوجود کلہ خیر جس چیز میں کوئی شر اور نقص ہے تو وہ نسبی اور اضافی ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سانپ کا زہر انسان کیلئے شر ہے لیکن خود سانپ کے لئے باعث حیات ہے۔

(ظہور العدم بنور القدم ص ۳۸)

حضرت تھانوی صاحب یہ نہیں سمجھے کہ اس جواب میں ابن عربی کی یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے۔ شر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شر مادی چیزوں کے طبائع میں ہوتا ہے۔ وہ فطرۃً اس کے ظہور میں مجبور ہوتے ہیں۔ سانپ دوسرے کو ڈستا ہے کہ وہ اپنی فطرت میں مجبور ہے۔ سنکھیا اپنے اثر سے دوسرے کو ہلاک کر دیتی ہے۔ یہ اس کی فطری طبعی مجبوری ہے۔ لیکن جس خیر و شر کا انسان شرعاً مکلّف ہے۔ اس کا صدور اس کے ذاتی اختیار سے ہوتا ہے۔ نہ کہ یہ شر نسبی اور اضافی ہے۔ کفر ایک شر ہے جس طرح کافر اپنے کفر سے اہل حق کو ایذا پہنچاتا ہے اسی طرح اس کا کفر بھی خود اس کے حق میں بہتر نہیں ہے بلکہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے آخرت میں ہلاک ہو جائے گا۔ جھوٹ ایک شر ہے جس طرح انسان اپنے جھوٹ سے دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے اسی طرح یہ جھوٹ بھی اس جھوٹے انسان کو ذاتی طور پر کافی نقصان پہنچاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کا یہ کہنا "فالوجود کلہ خیر" ابن عربی کی جہالت پر مبنی ہے۔

۳: شبہ سوم: حضرت تھانوی صاحب آخر میں ایک اہم شبہ کے جواب کے بعد لکھتے ہیں۔ ابن عربی کا حاصل مذہب یہ ہے گو وحدۃ الوجود کا یہ مسئلہ ایک علمی مسئلہ ہے گو مستند اس کا کشف ہو لیکن ممکن ہے کہ کبھی کسی علمی مسئلہ کے کشف اضطراری یا اس کے استحضار اختیاری سے کسی کیفیت کا یا کسی حال کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس مسئلہ کا اظہار بلا اختیار ایسے عنوان سے ہو جائے کہ وہ عنوان اس مسئلہ کے تمام جوانب کے لئے کافی نہ ہو اور اس کی نا تمام عبارت کی وجہ سے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سامعین کو غلط فہمی پیدا ہو جائے۔ سو ایسی موہم عبارتوں میں حسن ظن کا مقتضٰی یہ ہے اگر اس فن میں مہارت ہو تو اس کو حقیقت کی طرف راجع کر لے ورنہ اس میں سکوت اختیار کر لے۔

(ظہور العدم بنور القدم ص ۳۹)

حضرت تھانوی کی اس تحریر کے بعد اس کا فیصلہ ہم ارباب بصیرت پر چھوڑ دیتے ہیں۔ جب انہوں نے ابن عربی کے نظریات میں خود اپنے عجز کا اعتراف کر لیا ہے کہ ابن عربی کے بعض علمی مسائل میں۔ بعض دفعہ وجودی مشائخ ایسے مغلوب الحال ہو جاتے ہیں کہ بلا اختیار اس کا ایسے عنوان سے اظہار ہو جاتا ہے کہ وہ اس مسئلہ کو پوری حقیقت سے اس کی ترجمانی نہیں کر سکتے۔ اس طرح ان کی ایسی موہم عبارتوں سے سامعین کو غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی اس نظریے میں مہارت رکھتا ہو تو اسے اس کی حقیقت کی طرف راجع کر لے ورنہ اس میں سکوت اختیار کر لے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب ابن عربی کے نظریات کی خود ان کے وجودی مشائخ بھی صحیح عنوان کے ساتھ ترجمانی نہیں کر سکتے تو دوسرے اہل علم کے پاس وہ کونسا ذریعہ ہے کہ اس پر خالی دماغ سوزی کرتے رہیں۔ تھانوی صاحب کے اس علمی فیصلے کے بعد معلوم ہوا کہ ابن عربی کا یہ نظریہ ایک ذہنی اور اختراعی تخیل ہے کہ اسے معارف الٰہیہ کا عنوان دے کر اسلام کی پوری عمارت کو منہزم کر دیا جائے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

☆☆☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شہودیہ اور وجودیہ کا فرق

حضرت تھانوی صاحب اپنی کتاب ''ظہور العدم بنور القدم'' میں ان دونوں کے درمیان اس طرح فرق بیان کرتے ہیں۔

وہ فرق یہ ہے کہ وجودیہ کے نزدیک عالم کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں جو ظاہر وجود پر متجلی ہو گئے اور اس سے اس عالم کا خیالی وجود پیدا ہو گیا۔ جس کی تعبیر وہ معدوم محض کے ساتھ کرتے ہیں اور شہودیہ کے نزدیک اس عالم کی حقیقت عدمات ہیں۔ جن پر اللہ نے اپنے اسماء وصفات کے ساتھ تجلی فرمائی ہے۔ جس سے کائنات کا ظلی اور عکسی وجود ظاہر ہو گیا۔ دیکھئے عالم سے نفی وجود میں تو یہ دونوں برابر کے شریک ہیں۔ اس لئے علماء ظاہر کی ملامت کے وہ دونوں حدف بنتے ہیں۔ لیکن اس میں ابن عربی کو زیادہ غلط سمجھتے ہیں۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے۔ اگر ابن عربی اپنے نظریے میں صریحاً گمراہ ہوتے تو مجدد صاحب اس کی صاف طور پر تکفیر کر دیتے۔ لیکن مجدد صاحب تغلیط کے باوجود ان کو صریحاً مقبولانِ الٰہی میں شمار کرتے تھے۔

(ظہور العدم بنور القدم ص ۴۱)

حضرت تھانوی صاحب نے اس تحریر میں چند چیزوں کی وضاحت کی ہے۔

۱۔ ابن عربی کے نزدیک اس عالم کی حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ کے اسماء و صفات ہیں جو ظاہر وجود پر متجلی ہو گئے ہیں اور مجدد صاحب کے نزدیک اس عالم کی حقیقت عدمات میں ان پر اسماء وصفات متجلی ہو گئے ہیں۔ چونکہ ان دونوں حضرات کے نظریے میں عالم کے وجود کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس لئے علماء ظاہر کے نزدیک ان دونوں کا یہ نظریہ صریحاً غلط ہے اور ہم بھی دلائل کے ساتھ پہلے ثابت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کر چکے ہیں۔ چونکہ علم الٰہی کی معلومات لا متناہیہ ہیں۔ اس لئے اس محدود کائنات کا جب اعیان ثابتہ پر اطلاق بھی صحیح ثابت نہیں ہوتا۔ تو ان اسماء و صفات کا ظاہر وجود پر متجلی ہونا خود بخود غلط ہو گیا۔

۲۔ حضرت تھانوی صاحب جب خود ثابت کر رہے ہیں کہ عالم سے نفی وجود میں جب یہ دونوں برابر ہیں اور اسماء وصفات کے متجلی ہونے میں بھی دونوں متفق ہیں۔ تو حضرت مجدد صاحب اور ابن عربی کے نظریے میں وہ کونسا بنیادی فرق رہ جاتا ہے جس وجہ سے وہ ابن عربی کی تضلیل یا صریحاً تکفیر کرتے۔ دوسرا تھانوی صاحب خود اور حضرت شاہ ولی اللہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ ان حضرات کے نظریے میں صرف لفظی اختلاف ہے۔ مآل کار دونوں کا ایک ہے۔ اس سے معلوم ہوا ابن عربی کا نظریہ وحدۃ الوجود ہو یا مجدد صاحب کا نظریہ وحدۃ الشہود ہو ان دونوں کی تعبیر سے نظریہ توحید کو کافی نقصان پہنچ رہا ہے۔

☆☆☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابن عربی کے نظریے میں قرآن کی تحریف

اس نظریے کے بعض مشائخ نے وجودی توحید کے ثبوت میں بعض آیات سے بھی استدلال کیا ہے۔ہم یہاں ایک دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات علم میں اتنا اونچا مقام رکھنے کے باوجود آیات کے صریح مفہوم میں کتنی جرأت کے ساتھ تحریف کر دیتے تھے۔علامہ فضل حق خیر آبادی جو علم میں بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں۔اپنی کتاب ''الروض الموجود'' میں لکھتے ہیں۔

اجعل الالهة الها واحدا ان هذا لشی عجاب. (ص:۵)

یہ آیت توحید وجودی پر دلالت کرتی ہے۔کیونکہ حضور ﷺ نے قریش کو جب کلمہ توحید کی دعوت دی تھی قریش اہل زبان تھے۔انہوں نے اس کلمے کا مطلب اللہ کے سوا ہر الٰہ کی مطلقاً نفی ہی سمجھا اور وجودی توحید کا مفہوم اخذ کیا جس کا مآل وحدۃ معبودہ ہے چنانچہ انہوں نے اس کے بعد متعجبانہ سوال کیا کہ اس رسول نے متعدد الٰہوں کو ایک الٰہ بنا دیا ہے۔اس لئے ان کی عقل میں اس آیت کا مفہوم گرفت میں نہ آ سکتا ہے۔اس کی تفہیم جو ابتلائے اوہام تھی وہ وسوسوں کا شکار ہونے کی وجہ سے اس حقیقت کا ادراک نہ کر سکتے تھے۔اس لئے حضور ﷺ نے بھی اس کا انکار نہ فرمایا بلکہ اس کی تائید فرمائی حالانکہ یہاں ارشاد و افہام کا موقع تھا نہ کہ ابہام کا۔

کل شیٔ هالک الا وجهه علامہ خیر آبادی لکھتے ہیں کہ اس آیت سے بھی وجودی توحید ثابت ہو رہی ہے اس آیت میں لفظ هالک کا معنی معدوم ہے۔یعنی یہاں اللہ کے سوا ہر شئ معدوم ہے۔ (الروض المجود ص ۴۹)

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آپ اندازہ کریں اس نظریے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے جب اتنے جید علماء بھی قرآن کے حقائق کو اتنی بے دردی کے ساتھ مسخ کر دیتے ہیں۔ کیا پھر بھی ان کا علم و تقویٰ ہمارے لئے قابل اعتماد بن سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا جب اس نظریے کے شواہد میں اتنی دروغ گوئی سے کام لیا جاتا ہے۔ تو خود وہ نظریہ بنفسہ اپنی حقیقت میں کس قدر دجل و فریب کا مجموعہ ہوگا۔ حضرت تھانوی صاحب جو اس نظریے میں ایک مجدد کا مقام رکھتے ہیں وہ خود بھی اعتراف کرتے ہیں کہ واقعی ایسے علماء نے ان آیات کے مفہوم میں بڑے غلو سے کام لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

اجعل الالھة الھاً واحد سے بعض اہل غلو نے نظریہ وحدۃ الوجود کو اس طرح ثابت کیا ہے کہ سب الٰہوں کو واحد الٰہ قرار دینے پر جب کفار اور مشرکین نے انکار کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اس وحدۃ کا دعویٰ فرمایا ہوگا لیکن ان لوگوں کا یہ استدلال اس لئے غلط ہے کہ یہاں جعل واحد کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے الٰہوں کی نفی فرمائی اور الٰہ واحد کا اثبات کیا نہ یہ کہ ان سب الٰہوں کے اتحاد کا دعویٰ کیا ہو۔ (نعوذ باللہ) مفسر بیضادی اس کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں۔

اجعل الکثرة المتصفة بالالوھیة وحدة متصفة بھا

کل شیٔ ھالک الا وجھه کے جواب میں خود حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ بعض اہل غلو نے کہا ہے ھالک بمعنی معدوم ہے اس سے معلوم ہوا کہ ساری کائنات اس وقت معدوم ہے اور یہی وحدۃ الوجود ہے اس میں تکلف اور بڑا غلو ہے کیونکہ یہاں ھالک اسم فاعل مستقبل کے معنی میں ہے۔ یعنی یہ ساری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کائنات آخرت میں فنا ہو جائے گی اس کا مفہوم بمعنی حال نہیں ہے کہ اس وقت ساری دنیا معدوم ہے اور اسی آیت سے یہ حضرات تجدد امثال پر استدلال کرتے ہیں کہ یہاں ہر موجود دوسری آن میں معدوم ہو جاتا ہے۔ سید آلوسی روح المعانی میں اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ لا یخفی بطلانه

(ظہور العدم بنور القدم ص ۴۶)

حضرت تھانوی کی آخری وصیت

اس کے بعد حضرت تھانوی صاحب ضروری وصیت کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود مسائل کشفیہ سے ہیں۔ یہ دونوں کسی قرآنی نص کے مدلول نہیں ہیں۔

(ظہور العدم نور القدم ص ۴۷)

اور کشف کی حقیقت یہ ہے تھانوی صاحب فرماتے ہیں۔

تصوف میں جو علوم مکاشفہ سے متعلق ہیں وہ علوم مکاشفہ شرعاً بالکل نا قابل التفات ہیں جبکہ اہل سلوک خود کشف و کرامات کو حیض الرجال سے تعبیر کرتے ہیں۔

(بوادر النوادر ص ۵۸۹)

☆☆☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اللہ کی شان اور آخری فیصلہ

دیکھئے تصوف میں کشف ایک ایسا مقام ہے جہاں نور ظلمت کے سائے مل جل کر کام کرتے ہیں۔ صاحب کشف کہیں تو ایسی بلندی پر پرواز کرتے ہیں کہ انا الحق اور ماعظم شانی کے کنگرے کو چھونے لگ جاتے ہیں۔ اور کبھی وہ ایسے مقام پر جا پہنچتے ہیں کہ ظاہری عبادت کا وزن بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اپنے بدن پر ظاہری لباس کو بھی غیریت کا حجاب سمجھتے ہیں۔ اور کبھی لاموجود کی محویت میں اتنے مستغرق ہوتے ہیں کہ اپنے حسی وجود کو بھی موجود نہیں سمجھتے۔ اور بعض دفعہ ان پر غیریت کا اتنا جنوں سوار ہو جاتا ہے کہ وہ قرآن کو بھی القرآن کلہ شرک کہنے لگ جاتے ہیں۔ اور تقید و اطلاق میں اتنی وسعت پیدا کر دیتے ہیں کہ بت پرستی اور حق پرستی کے درمیان بھی انہیں حقیقی امتیاز محسوس نہیں ہوتا۔

مولانا آزاد فرماتے ہیں یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں حرم و مندر کے علَم برابر لہراتے ہیں۔ بعض علماء ظاہری علوم میں تو بحر العلوم ہوتے ہیں لیکن جب وہ ابن عربی کے میکدے میں قدم رکھتے ہیں تو ایک ہی قدح سے ایسے مدہوش ہو جاتے ہیں کہ فصوص کو نصوص پر ترجیح دینے لگ جاتے ہیں۔ لیکن یہ قدسی صوفیہ جب اپنے کشفی عروج سے تنزل کر کے اپنی فطری عبدیت کی طرف لوٹ آتے ہیں تو انہیں پھر ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم جس کشف کی دنیا میں خضر کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے اصل میں ہمارے یہ لاہوتی مقام حیض الرجال کے درجے کی ترجمانی کر رہے تھے۔ ہم آخر میں حضرت تھانوی کے وہ الفاظ دوبارہ نقل کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے حضرت مجدد صاحب اور ابن عربی کے عظیم نظریات کی واضح ترجمانی کر دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابن عربی کا نظریہ وحدۃ الوجود ہو یا مجدد صاحب کا نظریہ وحدۃ الشہود ہو۔ان دونوں کی حقیقت کشف پر مبنی ہے اور ان کی کوئی بات بھی قرآنی نص کی مدلول نہیں ہے اور کشف ایک ایسا انزل مقام ہے کہ خود اہل سلوک اسے حیض الرجال سے تعبیر کرتے ہیں۔

(بوادر النوادر از تھانوی صاحب)

ابن عربی کے تمام نظریات کی بنیاد اس کے ذاتی کشف پر رکھی گئی ہے

ابن عربی اپنی مشہور کتاب فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔

مستندنا الکشف فی ماندعیه من هذا وغیره من العلوم وقد تکون تلک العلوم مما یدرک بالنظر الفکری فمن اصاب فی نظره وافق اهل الکشف ومن اخطأ فی نظره خالف اهل الکشف

ہم اپنے ایسے اور دوسرے علوم میں جو دعویٰ کرتے ہیں ان سب کا اعتماد ہمارے ذاتی کشف پر ہے اور کبھی یہ علوم فکری نظریے سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔پس جس کی علمی فکر صحیح ہوگی وہ اربابِ کشف کے ساتھ بھی موافقت کرے گا اور جس کی فکری نظر غلط ہوگی۔وہ ارباب کشف کے ساتھ بھی مخالفت کرے گا۔ (فتوحات مکیہ ص۲۲۴ ج ۱)

دیکھئے ابن عربی ثابت کر رہے ہیں علوم ظاہریہ کی وہ دلیل صحیح ہے جو ہمارے کشف کے موافق ہو حالانکہ کشف ایک ذوقی علم ہے جو اکابر اولیاء کے نزدیک حیض الرجال کے درجے کے برابر بھی نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابن عربی کی یہ کشفی تحریریں اسلام میں حجت نہیں ہوسکتیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قرآن کے الفاظ میں حقیقی مقتضی کو ملحوظ نہ رکھنا

امام سیوطی اصول تفسیر میں فرماتے ہیں :۔

ویحرم تحریما غلیظا ان یفسرالقرآن بمالا یقتضیه جوهر اللفظ کما فعل ابن عربی المبتدع الذی ینسب الیه کتاب الفصوص الذی هو کفر کله

(التحبیر فی علم التفسیر از امام سیوطی صفحہ ۳۲۶)

"اسلام میں یہ بات بڑی سختی سے منع کردی گئی ہے۔ کہ قرآن کی اس انداز سے تفسیر کی جائے جو الفاظ کے حقیقی مقتضی کی صریحاً خلاف ہو۔ جس طرح محرف ابن عربی نے اپنی مشہور کتاب فصوص الحکم میں قرآن کی بعض آیات کی تشریح کی ہے ابن عربی کا یہ طریقہ صریحاً کفر ہے۔

(التحبیر صفحہ ۳۳۶)

جو علماء ابن عربی کے نظریات کی تائید میں کتابیں اور رسائل لکھتے رہے ہیں امام سیوطی بھی ان میں شامل ہیں۔ لیکن یہاں دیکھئے کہ وہ قرآن کی حمایت میں ابن عربی کی جلالت اور عظمت کے خلاف بڑی شدت سے اس کی تکفیر کررہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ابن عربی جس طرح اپنی کتاب فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم میں قرآن کی آیات سے اپنے مخصوص نظریات کی تشریح کرتا ہے۔ اور جن کے ذریعے وہ نظریہ وحدۃ الوجود کی تائید کرتا ہے ان کی یہ کتابیں صریحاً الحاد کی ترجمانی کررہی ہیں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حرفِ آخر

ابن عربی کے نظریات میں کچھ ایسے مسموم اثرات پوشیدہ ہیں جس کی وجہ سے صدیوں سے توحید اور نبوۃ کی صحیح تفہیم زخمی ہو رہی ہے۔ ہم نے کوشش کر کے ابن عربی کے مرکزی نظریے کو اچھی طرح منہزم کر دیا ہے۔ اس میں علمی شواہد کو بڑی تحقیق کے ساتھ مضبوط کیا گیا ہے۔ اگر ان کا تقوی و اخلاص کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ تو آئندہ کوئی ذی علم بھی اس نظریے کی آلائش میں ملوث نہیں ہوسکتا۔ یا یوں سمجھئے کہ اس میں پوری ملت اسلامیہ کے ایمان کا ایک مضبوط حصار کے ساتھ تحفظ کر دیا گیا ہے۔ دوسرا ہم نے ان اوراق میں جو کچھ لکھا ہے اس میں عدل و انصاف کا قطعاً ساتھ نہیں چھوڑا لیکن پھر بھی ہم اعتراف کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہم سے بعض مقام کی توضیح میں کچھ لغزش ہوگئی ہو۔ اس لئے ہم اہل علم سے مخلصانہ درخواست کرتے ہیں کہ ہماری اس تحریر میں آپ جہاں جہاں بھی کوئی علمی سقم محسوس کریں۔ بجائے اس کے کہ آپ پہلے ہمیں مطعون کریں۔ ایسے سقیم مقامات کی خود ہی اصلاح فرمالیں۔

(ابو الخیر اسدی)

۱۲/دسمبر ۲۰۰۰ء

☆☆☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فہرست المراجع

۱۔	افضل الکتاب قرآن مجید	
۲۔	قرآن اور تصوف	میر ولی الدین پی ایچ ڈی
۳۔	الانسان الکامل	عبدالکریم جیلی
۴۔	احیاء العلوم	امام غزالی
۵۔	مسائرہ شرح العقیدہ	امام بن ہمام
۶۔	ابریز	شیخ عبدالعزیز دباغ
۷۔	ابریز لعبدالعزیز	محدث احمد بن مبارک
۸۔	المسامرۃ بشرح المسائرہ	علامہ کمال الدین بن ابی شریف
۹۔	جواہر الاعتقادیہ	
۱۰۔	جواہر القادریہ	
۱۱۔	تفہیمات الٰہیہ	شاہ ولی اللہ
۱۲۔	ابن عربی حیات و آثار	ڈاکٹر محسن جہانگیری
۱۳۔	عقلیات امام ابن تیمیہ	علامہ محمد حنیف ندوی
۱۴۔	انتقاد الرجیح فی اعتقاد المسیح	سید نواب صدیق الحسن خان
۱۵۔	کتاب الجواہر والدرر علی الخواص	امام شعرانی
۱۶۔	عقیدۃ السنیہ	محمد اویس ندوی
۱۷۔	درر الخواص	امام شعرانی
۱۸۔	حقیقۃ مذہب الاتحادیین	امام ابن تیمیہ
۱۹۔	مقدمہ بکتیۃ المرتاد	امام ابن تیمیہ
۲۰۔	شرح جاوید نامہ اقبال	پروفیسر یوسف سلیم چشتی
۲۱۔	شرح اسرار خودی اقبال	پروفیسر یوسف سلیم چشتی
۲۲۔	ارمغان آزاد	مولانا ابوالکلام آزاد
۲۳۔	الیواقیت والجواہر	امام شعرانی
۲۴۔	اشرف الجواب	مولانا اشرف علی تھانوی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۲۵۔	مدخل الشرع	امام ابن حاج
۲۶۔	شرح تجرید الاعتقاد	علامہ طوسی
۲۷۔	الاعتقاد الہادی الی طریق الرشاد	امام ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی
۲۸۔	اردو ترجمہ حق نما	دارہ شکوہ
۲۹۔	دائرۃ المعارف جواہر غیبی	سید مظفر علی شاہ
۳۰۔	شرح عضدیہ	ملا جلال دوانی
۳۱۔	مرام الکلام فی عقائد الاسلام	
۳۲۔	کلمۃ الحق و مرام الکلام فی عقائد الاسلام	علامہ عبد العزیز فرہاروی
۳۳۔	کلمۃ الحق	شیخ عبد الرحمٰن لکھنوی
۳۴۔	مقدمہ دیوان محمدی	علامہ احمد سعید کاظمی
۳۵۔	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ
۳۶۔	تحقیق الحق فی کلمۃ الحق	مہر علی شاہ گولڑوی
۳۷۔	حسن العزیز	مفتی محمد حسن
۳۸۔	الفرقان بین الاولیاء الشیطان و اولیاء الرحمٰن	امام ابن تیمیہ
۳۹۔	شرح عقائد نسفی	امام سعد الدین تفتازانی
۴۰۔	بیان الفوائد فی حل شرح العقائد	
۴۱۔	نشر الفوائد جلالی	علامہ عبید الحق جلال آبادی
۴۲۔	تہذیب العقائد	علامہ نجم الغنی لکھنوی
۴۳۔	اقتصاد فی الاعتقاد	امام غزالی
۴۵۔	لوائح جامی	جامی
۴۶۔	تعلیم الدین	مولانا اشرف علی تھانوی
۴۷۔	شرح ارمغان حجاز (اقبال)	پروفیسر یوسف سلیم چشتی
۴۸۔	بوادر النوادر	مولانا اشرف علی تھانوی
۴۹۔	ظہور العدم بنور قدم	مولانا اشرف علی تھانوی
۵۰۔	تفسیر بحر المحیط	امام ابو حیان
۵۱۔	جلاد العینین	محدث ملا علی قاری
۵۲۔	لطائف المنن	امام شعرانی
۵۳۔	طبقات الکبری	امام شعرانی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

۵۴۔	بحرالموردد	شیخ علی الخواص/امام شعرانی
۵۵۔	الحل الاقوم لعقد فصوص الحکم	حضرت تھانوی
۵۶۔	مناقب کاظمی	خدابخش اظہر
۵۷۔	الروض المجود	علامہ فضل حق خیرآبادی
۵۸۔	تنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن عربی	حضرت تھانوی
۵۹۔	سلسلۃ الذہب	جامی
۶۰۔	قانون عشق	خواجہ حافظ انور علی مجددی محمودی
۶۱۔	انگریزی ترجمہ گلشن راز	ای ایچ ون فیلڈ
۶۲۔	فتوحات مکیہ	محی الدین ابن عربی
۶۳۔	وجود کی بحث	پروفیسر ضیاء
۶۴۔	ہمعات	شاہ ولی اللہ
۶۵۔	شرح تہذیب	امام تفتازانی
۶۶۔	علم غیب	قاری محمد طیب دارالعلوم دیوبند
۶۷۔	الرد المنطقیین	امام ابن تیمیہ
۶۸۔	الحجج النقلیہ والعقلیہ	امام ابن تیمیہ
۶۹۔	تعارض العقل والنقل	امام ابن تیمیہ
۷۰۔	ابن تیمیہ	محمد یوسف کوکن عمری
۷۱۔	عقلیات	امام ابن تیمیہ
۷۲۔	قانون توحید وعشق	خواجہ انور علی مجددی
۷۳۔	مدراج السالکلین	امام ابن قیم
۷۴۔	عبقات	شاہ اسماعیل شہید
۷۵۔	شرح کافیہ ہدایت النحو	
۷۶۔	نفحات الانس	جامی
۷۷۔	فصوص الحکم	ابن عربی

☆☆☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com